

مصحف ذبیح عظیم آدم پسر

اللہ اللہ باسم اللہ پسر

مکمل کارٹ بکائی مشرف تصویر کتاب اللہ عجاب

شہیدانِ شہید

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

شہیدانِ شہید

حصہ دوم

حضرت علامہ
صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حسین علیہ السلام

چشتی کتب خانہ

جھنگ بازار ۰ فیصل آباد

چشتی
کتب خانہ

جھنگ بازار ۰ فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ رب العالمین بسم اللہ پندر
معنی ذبح عظیم آمد پسر

معرکہ کرب و بلا کی سُرخ تصویر کتاب لاجواب

جلد دوم

شہید ابن شہید

تصنیف لطیف

کشتہ عشقِ رسولِ خا کپائے اولادِ بتول

حضرت علامہ **صائم چشتی** رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ

سبیلِ سکینہ

حیدرآباد الخلیف آباد، پونٹ نمبر ۸-۸۱

چشتی کتب خانہ

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد 646756

جُملہ حقوق بحق مَصنف محفوظ ہیں

شہید ابن شہید دوم	_____	نام کتاب
حضرت علامہ صائم چشتیؒ	_____	مصنف
12 ذوالحجہ 1395ھ	_____	پہلی بار
جنوری 2005ء	_____	بیا لیسویں بار
گیارہ سو	_____	تعداد
محمد شفیق مجاہد	_____	طابع
چشتی کمپیوٹرز	_____	کتابت
640	_____	صفحات
دو جلدیں مکمل سیٹ - 600/- روپے	_____	بدیہ

ملنے کا پتہ

شہیر برادرز اردو بازار لاہور

مضامین

۴۵	حسین صحابی نہیں	۱۷	نذرانہ اقبال
۴۵	حسین کی وعدہ خلافتی	۲۱	شیر نہ مانے
۴۵	علی کا تشدد یزید کا رحم	۲۳	مسد
۴۶	مرگ ام معاویہ کا انتظار	۲۵	ابتدائیہ
۴۷	حسین کا بھائی یزید کا حامی	۳۷	نقل کفر، کفر نباشد
۴۸	حسین شیطان کے حصہ میں	۴۰	باب اول
۴۸	حسین خارجی ہے	۴۱	مقام حسین و ہابیوں
۴۹	حکومت کا تختہ	۴۱	خارجیوں کی نظر میں
۴۹	علی سے اعلیٰ خلافت	۴۱	حسین کی بے دینی
۵۰	پیس سالہ پروگرام	۴۲	اپنا اپنا عقیدہ
۵۰	ناجائز خروج	۴۲	اسلام کے خلاف اصول
۵۱	سامان حرب	۴۳	تفرقہ باز
۵۱	حسین کی خواہش	۴۳	حادثہء کربلا
۵۲	سابقہ پروگرام	۴۴	صدی حسین
۵۳	تفرقہ انگیزی	۴۴	پروگرام خلافت
۵۳	خط و کتابت	۴۴	ت

۶۴	نرالی منطق	۵۳	حسین بچہ تھے
۶۵	ایک سوال	۵۴	سب صحابہ حسین کے مخالف
۶۷	آخری تان	۵۴	عثمان خود قاتم کریں
۶۸	خرافات کا یہ نمونہ	۵۵	حسین کا فخر خطوں پر
	خلافت معاویہ و یزید	۵۶	الٹ پھیر
۶۹	سے اقتباسات	۵۶	محض سیاست
۷۰	شدید مخالفت	۵۷	لیبر احسین
۷۰	گرفتار کر لیا	۵۸	اول درجہ کا منافق
۷۰	خروج کی تیاریاں	۵۸	اول درجہ کا بے دین
۷۱	حضرت حسین نے بیت کی	۵۹	تفرقہ باز صحابہ نے کہا
۷۱	لغزش خطائے ذہنی	۵۹	لاپچی حسین
۷۲	کوئی ساتھی نہ بنا	۶۰	فتنہ باز حسین
۷۲	کسی بھائی نے ساتھ نہ دیا	۶۱	بزرگوں کا مخالف
۷۳	صاف انکار	۶۲	سیدہ زینب کو طلاق
۷۳	خروج کے مخالف	۶۲	اسلام کے منافی اقدام
۷۳	کوئی بزرگ ساتھی نہ بنا	۶۳	خالص دنیاوی مسئلہ
	خاندان نبوت نے یزید کی	۶۳	حسین جہاد کے لئے نہیں
۷۴	بیعت کرنی	۶۴	ڑنے گئے تھے

۸۱	مروان کی حسین سے محبت	۷۴	تین سال کا حسین
۸۲	یزید کے ہاتھ میں ہاتھ	۷۴	سخت مزاج تخت کا بھوکا
۸۳	قتل حسین جاڑتھا	۷۴	سخت مزاج تخت کا بھوکا
۸۳	ایک خطرناک مکالمہ		حسین کی غلطی کا وبال
	واقعہ کربلا امام زین	۷۵	امت پر پڑا
۸۴	العابدین کی نظر میں		حسین کو نانا کی کوئی
۸۴	میدان کربلا	۷۵	بات یاد نہ تھی
	آیت تطہیر میں حسین	۷۶	فریضہ حج ترک کر دیا
۸۵	شامل نہیں	۷۷	حسب نسب کوئی چیز نہیں
۸۸	رشید ابن رشید کے اقتباسات		سادات کے لئے صدقہ
۹۰	اقبال پر بہتان	۷۸	کیوں حرام ہوا
۹۰	محدثین پر تہمت	۷۹	لغزش خطائے ذہنی
۹۰	یزید حق پر تھا	۸۹	صحابہ کا امام
۹۱	حضرت علی اور یزید	۷۹	سخت مخالفت
۹۱	آل رسول	۷۹	عون و محمد سوتیلے بیٹے
۹۲	گستاخ	۸۰	حسین کا سن تمیز
۹۲	بیت یزید کرنے والے	۸۱	پناہ گزین بھولا گورنر
۹۲	واقعہ کربلا	۸۱	نایاقبت اندیش اور شیخ باز

۱۰۲	یزید کی تعظیم	۹۳	یزید پاک
۱۰۲	رشتہ داری	۹۳	یزید پر اعتراض کا مطلب
۱۰۲	ہردلعزیزی	۹۳	صحابیہ پر بہتان
۱۰۲	خلیفہ برحق	۹۳	یزید کی ولی عہدی
۱۰۳	عبداللہ بن جعفر پر بہتان	۹۴	یزید سب سے افضل
۱۰۳	عباسیوں کا یزید	۹۵	یزید نہ ہوتا تو
۱۰۳	مجسمہ خصائل	۹۵	یزید کی شان میں قرآن
۱۰۴	عباسی کے قیصدے	۹۶	امہات المؤمنین پر بہتان
۱۰۵	قیصدے یزید کے	۹۶	صحابہ عشرہ مبشرہ پر بہتان
۱۱۰	تین کانے	۹۶	ابوایوب انصاری پر بہتان
۱۱۲	پاکستان یزید کے لئے بنا	۹۷	اقبال کا ایک شعر
۱۱۳	ہم پوچھتے ہیں	۹۸	واقعہ حرہ شرارت ہے
۱۱۵	اصلی مجرم	۹۸	حصہ دار
۱۱۶	چور کا گواہ قاتل	۹۹	پیدائشی جنتی
۱۱۷	حدیثوں کا کارخانہ	۱۰۰	افسانہ تراشی
۱۱۸	سیاسی رقابت	۱۰۰	مدینہ سے یزید کی محبت
۱۱۸	ہماری تاریخ	۱۰۱	باپ نے جان دے دی
۱۱۸	اہل بیت باغی ٹول	۱۰۱	عمر بھردعا کیں دیتے رہے

۱۳۲	ابن حزم	۱۱۹	حسین کو شہید کہنا جرم
۱۳۳	خارجی اور ابن حزم	۱۲۰	اہل بیت کو قتل کرنا جائز
۱۳۴	ظاہری مسلک	۱۲۰	شہید نہیں باغی کہو
۱۳۴	ابن حزم کی تکفیر بازی	۱۲۰	حسین پر اللہ کا عتاب
۱۳۵	تنگ ظرفی	۱۲۱	قتل حسین بہتر
۱۳۵	زنگا خارجی	۱۲۱	اہل بیت کے لئے جہنم
۱۳۵	جمہور فقہا کا مخالف	۱۲۲	جاہلیت کی موت
۱۳۶	حکومت کے زیر سایہ	۱۲۳	بیجا و کی کوئی صورت نہیں
۱۳۶	ابن حزم کا استاد نامہ	۱۲۵	حسین کس شمار میں ہے
۱۳۷	کھل کھیلا	۱۲۶	فیصلہ خداوندی
۱۳۷	خارجیت ور سے میں ملی	۱۲۶	ایں گل دیگر شگفت
۱۳۴	خدا کا بیٹا	۱۲۶	جواہرات
۱۳۴	امام مالک کا ذب	۱۲۹	باب دوم
۱۳۵	ابن حزم ابن خلدون کی نظر	۱۲۹	آئینہ تاریخ
۱۳۷	دوسرا ثقہ غیر شیعہ ابن تیمیہ	۱۲۹	ابودرداء صحابی اور یزید
۱۳۹	وبابی ابو زہرہ کے حضور	۱۳۰	طویل مگر ضروری بحث
۱۵۰	آدھا جعفری آدھا وبابی		سازھے چار غیر شیعہ
۱۵۲	ابن حزم اور ابن تیمیہ کا تعلق	۱۳۱	اور ثقہ منہ رخ

۱۶۶	دو زنجیوں کا عذاب	۱۵۲	تصنیف شاگرد
۱۶۸	یہ بھی دیکھیں	۱۵۲	عقیدہ تجسیم خداوندی
۱۶۸	بے جا حماقت	۱۵۳	اہل اسلام کا مخالف
۱۷۰	تکفیر بازی	۱۵۴	ابو زہرہ کی پریشانی
۱۷۱	جوش و خروش	۱۵۴	روضہ رسول سے عداوت
	منہاج السنۃ اور	۱۵۵	حکومت کی سرپرستی
۱۷۴	شاہ عبدالعزیز	۱۵۶	بذربان بد اخلاق
	نصف غیر شیعہ اور	۱۵۶	نامحمود صفت
۱۷۸	ثقفہ مؤرخ ابن خلدون	۱۵۷	بجھڑالو
۱۷۸	ابن خلدون کون ہے	۱۵۷	خارجیوں کا ہمنوا
۱۸۱	خلافت کے مستحق نظر انداز	۱۵۸	ابن تیمیہ ابن حجر کی نظر میں
۱۸۲	عبداللہ ابن عمر کی کنارہ کشی	۱۶۰	ابن تیمیہ کی بھیانک تصویر
۱۸۲	یزید کا فسق و فجور	۱۶۳	خدا تعالیٰ حادث
۱۸۴	یزید کی بیعت کی حقیقت	۱۶۴	قرآن حادث و مخلوق ہے
۱۸۵	شہادت حسین کا ذمہ دار یزید	۱۶۴	خدا کا جسم اور نقل مکانی
۱۸۶	یزید فاسق تھا	۱۶۵	خدا کا علم محدود ہے
۱۸۶	یزید کا فسق متعین ہے	۱۶۵	انبیاء معصوم نہیں
		۱۶۶	گنبد خضریٰ کی زیارت

۲۱۰	ایک ضروری بات	سین سے بڑھ کر کوئی
۲۱۱	دھوکا نمبر ایک	۱۸۶ امام عادل نہ تھا
۲۱۲	دھوکا نمبر دو	۱۸۷ حسین مجتہدوں کے امام
۲۱۳	دھوکا نمبر تین	۱۸۸ ایک رخ
۲۱۶	دھوکا نمبر چار	۱۸۹ دوسرا رخ
۲۱۷	دھوکا نمبر پانچ	۱۹۰ منفرد مورخ
۲۱۹	الاتقان	۱۹۰ شائد غلط نہ ہو
۲۱۹	میزان الاعتدال	۱۹۱ تین ورق گم نہ ہوتے تو
۲۲۰	کشف الظنون	۱۹۳ مورخ ابن کثیر
۲۲۰	لسان المیزان	۱۹۴ ابن کثیر کون ہیں؟
۲۲۱	فوائد الجامعہ	ابن کثیر اور ابن تیمیہ کا
۲۲۳	انسائیکلو پیڈیا	۱۹۶ تعلق خارجیوں کی نظر میں
	مام ابن جریر کی	ابن کثیر نصف شیعہ اور
۲۲۳	صاف و شفاف تصویر،	۱۹۸ غیر ثقہ شیعہ کیوں ہے؟
	خوبصورت شخصیت	۱۹۹ ابن کثیر عباسی کی نظر میں
۲۲۴	بے مثال کتاب	۲۰۲ ابن جریر اور ابن کثیر
	سب سے	۲۰۲ ابن جریر طبری غالی شیعہ ہے
۲۲۵	صمیمہ	۲۰۵ لیا ابن جریر طبری شیعہ ہیں

۲۶۰	احمد بن حنبل سے فراڈ	۲۲۶	زائنہ معومہ
۲۶۳	ابودرداء صحابی اور یزید	۲۲۸	مینارہ نور
۲۶۷	دھوکا کیسے دیا	۲۳۱	دشمن کون؟
۲۶۹	گواہی اپنے بابا کی	۲۳۳	کس کی کتابیں
۲۷۱	امامت یزید کی	۲۳۶	آشکارے حقیقت
۲۷۴	بیعت خلافت اطاعت امیر	۲۳۷	نصف شیعہ ابو بکر
۲۷۵	سزا خراج کرنے والے کی	۲۴۰	ابن العربی
۲۸۰	اگر یہ درست ہے		پورا ثقہ اور شیعہ
	اگر امام حسین کا خراج	۲۴۷	مورخ بلاذری
۲۸۴	غیر شرعی تھا	۲۴۸	ابن اشیر اور بلاذری
۲۸۶	ابن تیمیہ بھی شیعہ ہو گیا	۲۴۹	متوکل کون ہے؟
۲۸۷	چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے	۲۵۲	کیا یہ خلافت راشدہ ہے؟
۲۸۷	اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے	۲۵۳	خلیفہ راشد یا گمراہ آمر
۲۸۸	امام حسین کا قتل جرم ہے	۲۵۵	فیصلہ کن باب
	یزید کی ابن زیاد پر لعنت	۲۵۶	گواہی ابن تیمیہ کی
	قتلین حسین لعنتی ہیں	۲۵۷	یزید خلیفہ راشد نہیں
۲۹۲	فیصلہ کن عبادت	۲۵۸	حجاج بن یوسف سے کم ظالم
۲۹۷	شاہ ولی اللہ سے زیادہ	۲۵۹	امت کے قائل مسلمان نہیں

۳۴۰	روایات باطل ہو گئیں	۲۹۹	فتنوں کا آغاز
۳۴۴	ہائے رے مجبوری	۲۹۹	کس کی اطاعت کی جائے
۳۴۵	فلسفے کی مہربانی	۳۰۲	غلط حاکم سے کیا سلوک
۳۴۷	دعوے کی دلیل	۲۰۵	سیدنا حسین امام بھی شہید بھی
۳۴۸	یہ دلیل بے کار ہے	۳۰۷	اصلی خلافت
۳۴۹	اس آئینے میں خود کو دیکھیے	۳۰۷	گمراہ کرنے والا
۳۵۲	یہ تو تصدیق ہے	۳۰۸	مصطفیٰ کی مہر
۳۵۴	عبداللہ ابن عمر کا اجتہاد	۳۰۹	منافق و فاسق
۳۵۶	کیسے کیسے اجتہاد	۳۱۱	خلافت اور خروج
۳۵۹	عزیمت یا رخصت	۳۱۳	یزید کی حکومت کیسے قائم ہوئی
۳۶۲	کیا یہ بیعت خلافت ہے	۳۱۴	تشہر رہیں گے یہ سوال
۳۶۳	یہی نسخہ	۳۱۷	بیعت یزید کی ابتداء
۳۶۶	عجیب دھوکا	۳۱۸	اس ابتداء کے بعد
۳۶۸	یزید کا اصلی چہرہ	۳۲۰	پہلی روایت
۳۶۸	ایک جھوٹ اور سہی	۳۲۶	دوسری روایت
۳۷۰	کیا یزید صحابی بن گیا	۳۲۷	تیسری روایت
۳۷۲	ہمارا چیلنج	۳۳۸	ابو بکر ابن عربی کی بوقلمونیاں

۳۹۷	مدینہ قیصر پر غزوہ	۳۷۵	خارجیوں کا سب سے بڑا
۳۹۸	قسطانی شرح بخاری	۳۷۶	حرمہ حدیث قسطنطنیہ
۳۹۹	منفقور یا مقہور	۳۷۸	حدیث قسطنطنیہ
۴۰۰	جنتی تھا یا جہنمی	۳۸۲	خارجیوں کا استدلال
۴۰۰	ناجا زحمات	۳۸۳	عباسی کی چالاکی
۴۰۱	تعجب کی بات	۳۸۴	خطر ناک بے ایمانی
۴۰۲	جہاد قسطنطنیہ مورخین کی نظر میں	۳۸۴	کئی ہوئی عبارت
۴۰۳	تاریخ کامل ابن اشیر	۳۸۵	یورپی عبارت
۴۰۵	یہ ہے جذبہ جہاد	۳۸۶	حدیث قسطنطنیہ
	تاریخ ابن خلدون اور	۳۸۶	ترجمہ حدیث
۴۰۷	جہاد قسطنطنیہ	۳۸۷	حاشیہ بخاری
۴۰۹	چند اصولی باتیں	۳۸۹	ترجمہ حاشیہ بخاری
۴۱۲	حدیث قسطنطنیہ کے راوی	۳۹۱	یہ فریب کار
۴۱۵	بغض حضرت علی کا اقرار		ان کا طریقہ واردات
۴۱۶	غفرلہ کی بشارت		مدہ القاری شرح بخاری
۴۱۸	حرف آخر		امام بدرالدین عینی
۴۱۹	تیسیر الباری شرح بخاری		فتح الباری شرح بخاری
۴۲۰	بخاری پر بخاری		ان جہر مستقلانی

۲۲۱	بات میں بات	۲۲۱	نت مصطفیٰ تبدیل کرنے والا
۲۲۲	امت کے لئے خرابی	۲۲۲	خدا یزید کو برکت نہ دے
۲۲۳	ضرور برا کہو	۲۲۳	ام المومنین کی بات مان لو
۲۲۴	امت کے لئے ہلاکت	۲۲۴	امام اعظم ابوحنیفہ کا فتویٰ
۲۲۶	کاسب ملعون یزید	۲۲۶	حضرت زید کو فہ میں
۲۲۷	حاشیہ بخاری	۲۲۷	فتویٰ یہ تھا
۲۲۹	عمدة القاری شرح بخاری	۲۲۹	اسلام یا فرعونیت
۲۳۱	فتح الباری شرح بخاری	۲۳۱	بیعت یزید کے
۲۳۲	اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ	۲۳۲	مفصل حالات
۲۳۷	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	۲۳۷	کردار یزید کی جھلکیاں
۲۶۶	بمفتاح البرکات	۲۶۶	العقاد بیعت
۲۳۸	ترجمہ مشکوٰۃ	۲۳۸	وہ بات کرو
۲۳۹	تاریخ اسلام کا روشن باب	۲۳۹	وکلایے یزید کا اعتراف
۲۷۳	دین میں رخنہ اندازی	۲۷۳	کیا یزید محدث تھا
۲۷۶	کرنیوالا	۲۷۶	التحذیب عسقلانی
۲۷۷	صلوٰۃ کا تارک	۲۷۷	میزان الاعتدال الذہبی
۲۷۲	خصائص کبریٰ میں ہے	۲۷۲	خلاصۃ التحذیب لکمال
۲۷۳	التذکی بنامہ	۲۷۳	

۵۰۷	یزید کی بیعت کیوں توڑی		ان بیت سے یزید کی
۵۰۸	فتح الباری شرح بخاری	۴۷۸	گستاخیاں
۵۰۹	حاشیہ بخاری	۴۸۰	البدایہ والنہایہ
۵۰۹	جو توں کا ڈھیر	۴۸۲	جنگ بدر کا بدلے لینے کا اقرار
۵۱۱	یزیدوں ڈانٹ کا نتیجہ		اہم عالی مقام کے چہرہ
۵۱۳	البدایہ والنہایہ	۴۸۳	انور پر چھڑی مارنا
۵۱۵	یہ لٹیرے کون تھے؟		واقعات حرہ
۵۱۶	یزید کے جاسوس	۴۸۶	خارجیوں کی نظر میں
۵۱۹	جنگ کیسے ہوئی؟	۴۸۶	اللہ کی مہربانی
۵۲۲	فتح الباری شرح بخاری	۴۸۸	مدینہ صحابیوں نے لوٹا
۵۲۳	البدایہ والنہایہ		یزیدی فوج کو راستہ
۵۲۵	یہ کیسی بیعت تھی؟	۴۹۷	کس نے دیا
۵۲۵	مدینہ لوٹ لیا		کیا یوم حرہ میں چند لوگ
۵۲۷	البدایہ والنہایہ	۴۹۹	شہید ہوئے ہیں؟
۵۲۸	ان واقعات پر تبصرہ		واقعات حرہ
۵۳۲	جذب القلوب	۵۰۲	تاریخ کے آئینہ میں
۵۳۳	لرزہ خیز داستان	۵۰۲	دول الامام
		۵۰۵	الاصابہ فی تمیز الصحابہ

	آیت مہابلہ میں امام حسین		مدینہ والوں کے قاتل
۵۵۳	شامل نہیں	۵۳۷	مدینہ والے تھے؟
۵۵۳	جیسی روح ویسے فرشتے	۵۳۸	اب فیصلہ ہوتا ہے
۵۵۵	اب مہابلہ ہو گیا	۵۳۹	نسائی کی روایت
۵۵۷	ابن تیمیہ بھی شیعہ ہو گیا	۵۴۰	فرمان رسول
۵۵۸	ابن تیمیہ اور آیت مہابلہ	۵۴۱	اہل مدینہ کو ستانے والے کی سزا
۵۶۰	کیا یہ سب شیعہ ہیں	۵۴۱	اہل مدینہ کو ڈرانے والے کی سزا
۵۶۶	گھر کی گواہی	۵۴۳	یہ فیصلہ ہے
۵۶۷	تفسیریں ہی تفسیریں		اب دیکھئے کے گھل گھل
۵۷۰	ان حوالوں کے بعد	۵۴۴	کر کون مرا
۵۷۱	بیٹے رسول کے	۵۴۵	کرمائی شرح بخاری
۵۷۵	نساء کی تحقیق	۵۴۶	فتح الباری شرح بخاری
۵۷۷	قرآن پڑھیے	۵۴۶	اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ
۵۸۰	آیت تطہیر میں حسین کیسے؟	۵۴۷	بتاتا کیوں نہیں
۵۸۲	گھر کی گواہی		احمد بن حنبل اور دیگر
۵۸۴	ابن تیمیہ پر ایک سوال	۵۴۸	ائمہ حدیث کا فتویٰ
۵۸۵	کون بھولا تھا؟	۵۴۹	قاتل کی گواہی
۵۸۷	روایت نمبر ۱	۵۵۰	مسلم بن عقبہ کا انجام
۵۸۹	روایت نمبر ۲	۵۵۰	جذب القلوب
		۵۵۲	تصویر حسین علیہ السلام

۶۲۲	محبت بنی محبت	۵۹۳	میزان قائم کر دیا	۶۲۳	میں سے
۶۲۵	جہنم کا راستہ	۶۰۰	ذوقِ جبریل	۶۲۴	یا اہل البیت کی
۶۳۰	دو پھول محمد عربی کے	۶۰۱	یہ اعزاز عظیم	۶۲۵	اہلِ حسین سے
۶۳۱	تعمین اہل بیت	۶۰۲	یہ بھی اہل بیت ہیں	۶۲۶	منسوب غلطیاں
۶۳۲	کیوں اور کیسے	۶۰۳	تیری توصیف کا اک باب	۶۲۷	جس کی سے
۶۳۳	بھی پورا نہ ہوا	۶۰۴	ان آنسوؤں کے قیمت	۶۲۸	حسین تو محفوظ ہیں
		۶۰۵	یہ محبت یہ پیار		خارجیوں کا استدلال
		۶۰۶	کیوں سمجھتے تھے		دلیل پر دلیل
		۶۰۷			یہ حدیث
		۶۰۸			تقصیب کی عینک
		۶۰۹			مقام حسین نگاہ رسول میں
		۶۱۰			ہم تم سے تم ہم سے
		۶۱۱			والہما نہ محبت
		۶۱۲			آنسو رسول کے
		۶۱۳			ان آنسوؤں کے قیمت
		۶۱۴			یہ محبت یہ پیار
		۶۱۵			کیوں سمجھتے تھے

نذرانہ اقبال

آں امامِ عاشقانِ پورِ بتول
سروِ آزادے زبستانِ رسول

اللہ اللہ بائے بسمِ اللہ پدر
مسیحِ ذبحِ عظیمِ آمدِ پسر

بہرِ آں شہزادہِ خیرِ اہل
دوشِ ختمِ المرسلینِ نعمِ الجمل

سُرخِ رُوِ عشقِ غیورِ رازِ خونِ از
شونِیِ اینِ مصرعِ ازِ مضمونِ او

درمیانِ امتِ آں کیواں جناب
ہمچوِ حرفِ قلِ ہوِ اللہِ درِ کتاب

مُوسَى و فرعون شَبِيرٌ ویزید
 اِس دُو قُوْتِ - از حیات آمد پدید

زنده حَقُّ از قُوْتِ شَبیری اَسْت
 باطل اَخْر داغِ حَسْرَتِ میری اَسْت

چُوْنِ خِلاَفَتِ رَشْتِه از قرآن گسخت
 حُریتِ رازِ هر اَنْدَرِ کَامِ رِیخت

خاست آلِ سُرِّ جَلْوَهٗ خیرالامم
 چُوْنِ سَحَابِ قِبْلَهٗ بارانِ دَرِ قَدَمِ

بَرِ زَمینِ کَرَبَلَا بارید و رفت
 لَالَهٗ دَرِ دَویرانِهٗ ها کارید و رفت

تا قیامتِ قَطْعِ اِسْتِبدادِ کرد
 موجِ خُوْنِ او چَمَنِ اِیجادِ کرد

بہرِ حق در خاک و خون غلطیدہ است
پس بنائے لالہ گزیدہ است

مدعائش سلطنت بودے اگر
خود کردے باچنیں سامان سفر

دشمنان چوں ریگ صحرا لاتعد
دوستان او بہ یزداں ہم عدد

خون او تفسیر ایں اصرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد

تبع لآچوں از بیابان بیرون کشید
از رگ - آرباب باطل خون کشید

نقشِ اللہ بر صحرا نوشت
سطرِ عنوانِ نجات ما نوشت

رَمَزِ قُرْآنِ از حَسینِ آمُوختیم
از آتش او شعله با اندوختیم

شوکتِ شام و فرِ بغداد رفت
سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت

تارنا از زخمہ اش لرزان ہنوز
تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز

اے صبا اے پیکِ دُورِ افتادگان
اشکِ ماہرِ خاکِ پاکِ او رساں

﴿علامہ اقبال﴾

شیر نہ مانے

قرآن کی توہین کو شیر نہ مانے
شیطان کے آئین کو شیر نہ مانے

قرآن کے قوانین و مضامین ازل پر
ابلیس کی تضمین کو شیر نہ مانے

جو سر پر پڑا کوہِ اہم جھیل لیا وہ
پر نینہ زخمین کو شیر نہ مانے

ہر تیر بجا سینہ گلگوں سے لگایا
سلطانی بے دین کو شیر نہ مانے

خون اپنے سے رنگین کیا کرب و بلا کو
الحاد کی تڑپ کو شیر نہ مانے

آغوش میں قربان کیا نورِ نظر کو
بے نور قوانین کو شیر نہ مانے

خون اپنے سے مضمونِ وفا لکھا! لیکن
بے ربط مضامین کو شیر نہ مانے

اسلام کی گردن پہ چھری چلنا تھی جس سے
اس فتویٰ، سنگین کو شیر نہ مانے

پیغام دیا سایہ تلوار میں حق کا
گستاخ فرامین کو شیر نہ مانے

قانونِ محمدؐ کا طلب کرتے تھے صائم
کسرانی سلاطین کو شیر نہ مانے

﴿صائم چشتی﴾

مستندس

دستورِ جفا کار کا انکار تھا لب پر
شیطان کے کردار کا انکار تھا لب پر

الحاد کے اطوار کا انکار تھا لب پر
اسلام کے غدار کا انکار تھا لب پر

فاسق کے فرامین کو شیئر نہ مانے
شیطان کے آئین کو شیئر نہ مانے

سلطانی جمہور طلب کرتے رہے وہ
اسلام کا دستور طلب کرتے رہے وہ

ظلمات میں بس نور طلب کرتے رہے وہ
قرآن کا منشور طلب کرتے رہے وہ

ترمیم شیاطین کو شہیرا نہ مانے
شیطان کے آئین کو شہیرا نہ مانے

وہ نور تھے انوارِ بحر مانگ رہے تھے
مایوس تھے مگر حق اپنا مانگ رہے تھے

امت کے لئے ذوقِ نظر مانگ رہے تھے
سردے کے صداقت کا اثر مانگ رہے تھے

الحاد کے شوقین کو شہیرا نہ مانے
شیطان کے آئین کو شہیرا نہ مانے

﴿صائمِ چشتی﴾

ابتدائیہ

تحمید و تمہید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلہِ الْکَرِیْمِ

خداوند قدوس و لایزال و بے ہمتا کا لاکھ لاکھ شکر اور کروڑ احسان ہے جس نے اپنے محبوب و مطلوب دانائے کل نبیوں تا جدار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے مدتِ مدید سے دل میں چھلنے والی آرزوں کے پورا ہونے کا بیش بہا موقع نصیب فرمایا۔

گذشتہ برس شہید ابن شہید حصہ اول میں دردِ دل سے کی ہوئی دعائیں بار آور ہو کر رنگ لے آئیں اور یہ کتاب شہید ابن شہید حصہ دوم ایک مستند تاریخی دستاویز کی صورت میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر ہدیہ ناظرین ہے اس تحمید باری تعالیٰ اور اظہارِ شکر و امتنان کے بعد تمہید کے طور پر جو بات ہم قارئین کرام کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ کتاب ہم نے خاص طور پر ان حضرات کے لئے ترتیب دی ہے جو تاریخی تحقیق میں قدم رکھنا بھی گوارا نہیں کرتے یہ لوگ ربنا اللہ وقت اس زمرہ میں شامل سمجھے جائیں

گے جو ہر چمکدار چیز کو سونا سمجھ کر اس کے حصول کی تک و دو شروع کر دیتے

تیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ان مایوس کن حالات میں ان کے سامنے ایک ایسی کسوٹی رکھی جائے جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ زبردخالص اور رولڈ گولڈ میں باآسانی امتیاز کر سکیں چونکہ ہم ان دام فریب میں آنے والوں کو فریب دینے والے سے کم قصور وار سمجھتے ہیں اس لئے چاہتے ہیں کہ انہیں غلط راہوں پر گامزن ہونے سے بچانے کی حتی المقدور کوشش اور پوری پوری سعی و جہد کی جائے اگرچہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت نصیب فرماتا ہے۔

تاہم تبلیغ حق بھی ایک اہم ترین فریضہ ہے اور اس فریضے کی تکمیل کے سلسلہ میں موجودہ دور کے گمراہ کن پراپیگنڈہ کی تکذیب اور حمایت حق و انصاف کو ہم سب سے بڑی عبادت متصور کرتے ہیں۔

ہم ان نوگرفتمارانِ بلا کو جو خارجوں اور ناصیبوں کی گمراہ کن تحریروں اور ایمان سوز تقریروں کے دام میں یا تو پوری طرح جکڑے جا چکے ہیں اور یا منتقارز پر پر ہو کر خود کو ان کے حوالے کر دینے کے متعلق سوچ رہے ہیں۔

ہم انہیں کم قصور وار اس لئے قرار دیتے ہیں کہ ان کو منزل سے بھٹکانے کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ جنہوں نے تحقیق اور حق و صداقت کے بہانے ان لوگوں کو ایسے چوراہے پر لاکھڑا کیا ہے جہاں سے متعدد راہیں مختلف و متضاد سمتوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ان حالات میں اگر ناپختہ اذہان پر اگندہ ہو جائیں تو قطعی طور پر تعجب و حیرانگی کی بات نہیں کیونکہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کچی مٹی کو توڑ پھوڑ کر گوندھ لینے سے ہمہ اقسام کے ظروف تیار کئے جاسکتے ہیں جبکہ اس کے برعکس مٹی کا پکا ہوا برتن ریزہ ریزہ تو کیا جاسکتا ہے مگر اس کی ہیئت کو تبدیل کر کے دوسرا برتن بنالینا ناممکنات سے ہے۔

اسی طرح وہ نوآزمودہ کار طبقہ جن کے ذہنوں کی نشوونما کالجوں اور یونیورسٹیوں کی فضا میں ہوتی ہے اور انہیں ٹیکنالوجی اور سائیکالوجی کی باریکیوں سے تو آگاہ کیا جاتا ہے۔

مگر اسلام کی فقہیت سے دُور رکھا جاتا ہے وہ حضرات جب ناپختہ ذہنوں کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کو سامنے رکھ کر حالات اور واقعات کا تجزیہ کریں۔ محض مستشرقین کی طرح ان آراء کو پسند کر لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جو انہیں نام نہاد محققین نے خوب صورت الفاظ اور جاذب نگاہ کتابوں کی صورت میں پیش کی ہوتی ہیں:-

حالانکہ قرآن و سنت کی متعینہ راہوں سے الگ ہو کر حقائق حاصل کر لینا صرف یہ کہ مشکل ہے بلکہ ناممکنات سے ہے۔

مبلغ اسلام اور شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ دین کے حقائق و معارف کے حصول کے لئے جو نسخہ پیش کرتے ہیں۔

وہ یہ ہے کہ۔

نہ مکتب سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا !
اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ:-

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی !
سکھائے کس نے اسمعیل کو آدابِ فرزندِ
قرآن فرماتا ہے جب تمہیں کسی بات کا حل تلاش کرنا ہو تو اہلِ ذکر
سے سوال کرو۔ اور جو لوگ اہلِ ذکر اور اہلِ نظر اللہ والوں کے عقائد سے ہی
متحارب و متصادم ہوں تو ان کی رہنمائی میں چلنے سے منزل مقصود پر کس
طرح پہنچا جاسکتا ہے۔

ہم نے اس کتاب میں اہل اللہ اور اہلِ ذکر حضرات کی متعین کردہ
راہوں کی بھی نشاندہی کر دی ہے۔ اور تاریخِ اسلام کو غیر مسلم مورخین کی طرح
مسخ کرنے والوں کی تحریروں کو بھی بالوضاحت پیش کر دیا ہے۔

اور یہ سب کچھ بغیر عبارات کو قطع برید کے نہایت خلوص و دیانت اور
پوری ایمانداری سے پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ اہل علم حضرات آسانی سے حق و
باطل میں امتیاز کر سکیں۔ اور جن کی قسمت میں ازلی سعادت لکھی جا چکی ہے
وہ بغیر کسی الجھن کے راہِ مستقیم کا انتخاب کر لیں ہمیں ایسے حضرات سے ہرگز
کوئی شکایت نہیں کہ یہ بھٹکے کیوں ہیں۔

کیونکہ

ہم نے سیکھا ہی نہیں شکوے شکایت کرنا

ہم تو داغوں کو بھی سینے پر سجا لیتے ہیں

یہ الگ بات ہے کہ علوم جدید سے بہرہ ور حضرات کا راہ راست

سے بھٹک جانا پوری قوم کے لئے ایک عظیم المیہ سے کسی بھی طرح کم نہیں

دوسری بات یہ ہے کہ بعض لوگ ہمارے متعلق غلط گمان رکھے ہوئے ہیں۔

ان کی خدمت میں استدعا ہے کہ وہ نظیات کی دنیا سے نکل کر یقین و اعتماد کی

دنیا میں آجائیں۔

کیونکہ خارجیت کی تردید و تکذیب کا نام ہرگز ہرگز رافضیت نہیں

بلکہ یہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ اور امتیازی نشان ہے کہ خوارج و رافض ہردو

کے غلط عقائد کی تکذیب کریں نیز احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے ہمیشہ

سینہ سپر رہیں۔

آج کا دور خوارج و نواصب کی ریشہ و دوانیوں کا سب سے ہو

لناک دور ہے ارض پاک میں یہ لوگ مختلف ہتھکنڈوں سے ایک طرف تو اہل

اسلام سے عشق رسولِ ہاشمی عَلَیْہِ الصَّلٰوٰۃُ وَالسَّلَام کی لازوال دولت چھین لینے

کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

اور دوسری طرف خانوادہ رسولِ عَلَیْہِ الصَّلٰوٰۃُ وَالسَّلَام کی شانِ اقدس

میں شدید ترین گستاخیوں کی شرمناک جسارت کر رہے ہیں۔ ان حالات

میں اگر آپ ان گستاخان رسول اور شاتمِ رسول کی زبانوں کو لگام دینے سے پس و پیش کرتے رہے اور میدانِ عمل میں نہ آئے تو پھر نوٹ کر لیجئے کہ آپ کے معتقدیوں کے ایمان خطرے سے خالی نہیں ہیں۔

کیونکہ محض ہماری اس کتاب سے ہی یہ مشن پورا نہیں ہو سکتا یہ تو نشانِ منزل ہے حاجیت کا قلع قمع تو جمہورِ اہل سنت کی شدید گرفت سے ہی ہو سکے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ نے اگر التفات نہ بھی فرمایا تو ہم جب بھی زندگی کے آخری سانسوں تک اس مشن کو جاری رکھیں گے

کرو نہ غم کہ ضرورت پڑی تو ہم دیں گے
 لہو کا تیل چراغوں کی روشنی کے لئے
 اور یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ کہ

جنہیں حقیر سمجھ کے بچھا دیا تم نے!
 یہی چراغِ جلیں گے تو روشنی ہو گی

بہر حال ہم آپ سے یہ سوال ضرور کریں گے اگر آپ فی الواقع اہلبیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں۔ اور بزعمِ خویش انہی کا صدقہ کھاتے ہو تو ان کی عزت و ناموس پر قربان ہونا سیکھو۔

اور کچھ نہیں تو ان نفوسِ قدسیہ پر ہونے والے خارجیوں کے مکروہ ترین حملوں کی زبان کو قلم سے توروک لو۔

تری زد میں اگر ظالم کی گردن آ نہیں سکتی
قلم کی بجلیوں سے پھونک دے اُسکے دشمن کو

اس کتاب میں ہم نے انتہائی کوشش اور پوری پوری سعی و جہد سے خارجیوں کی قلمی بددیانتیوں کا دامن چاک کر دیا ہے اور مکمل طور پر نشانہ ہی کر دی ہے کہ ان ننگِ زمانہ نام نہاد محققوں نے فلاں فلاں عبارت میں کس کس طرح قطع برید کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے یزیدِ پلید کے حمایتیوں کے اس کھلے فراڈ کو بھی ننگا کر دیا ہے جو انہوں نے عداوتِ اہل بیت کے پیش نظر یزید کی حمایت میں کھیلا ہے۔

حتیٰ کہ ہم نے تاریخ کے چہرے پر ڈالے جانے والے دھوکے اور فریب کے تمام تر نقابوں کو نوج کر رکھ دیا ہے اب آپ کا بھی فرض ہے کہ پورے اہتمام و عزم کے ساتھ ارضِ پاک سے خارجیت کا نام و نشان مٹانے کی جدوجہد میں بھرپور کردار ادا کریں۔

اب موسمِ بہار کو آواز دیجئے !

تاراج کر چکی ہے چمن کو خزاں بہت

اس کے علاوہ ہم خارجیوں اور خابجیت زدہ لوگوں کو یہ بھی بتا دیں

چاہتے ہیں کہ اپنی زبانوں کو قابو میں رکھیں۔ اپنے قلموں کی طہارت کریں

ارض پاک میں رہنا ہے۔ نجاست و غلاظت کا کاروبار بند کرویں۔

تمہاری خرافات، اہلیات کا سلسلہ حد سے زیادہ طویل ہو گیا ہے۔

تمہارے دلوں میں خاندان رسول ہاشمی سے دشمنی ہے تو اس عداوت و دشمنی کو

اپنے تک محدود رکھو۔ ہم تمہیں تمہاری ازلی شقاوت سے محروم نہیں کرنا چاہتے

تم جو بھی ہو! رہو

ہمیں تمہارے اعتقادات سے کوئی غرض نہیں۔ لیکن دوسروں کو اپنے

ذہنوں کے تعفن کی پلیٹ میں لینے کی کوشش نہ کرو غلامان اہل بیت کے دلوں

پر جرحاقت کرنے کا حق نہ تمہیں کبھی تھا اور نہ اب دیا جاسکتا ہے۔

ابھی اے دیں فرو شو وقت ہے اب بھی سنبھل جاؤ

وگرنہ غضب شہیری جا کر رکھ کر دے گا

تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ تم اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہو اور

حمد اہل اسلام کے ساتھ بھی فراڈ کرتے ہو اس لئے تمہیں سمجھانے کی ہرگز

ضرورت محسوس نہیں ہوتی لیکن تمہیں آل رسول کی شان میں کی گئی گستاخیوں

کے پلندے چہاپ کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی

جاسکتی اس مملکت مقدس میں غیر اسلامی نظریات پھیلانے کی ہر کوشش کو تباہ و

رباؤ کر دیا جائے گا۔

یاد رکھو کہ تم غیر مسلموں سے بدتر اور زیادہ خطرناک ہو تم نے اسلام کا لبادہ بھی اوڑھ رکھا ہے اور اسلامی اقدار کو بھی کچل کے رکھ دینا چاہتے ہو تم مسلمان بھی کہلاتے ہو اور اسلام سے بغاوت بھی کرتے ہو اسلام کے دامن میں جو بھی متاعِ عظیم ہے اسے تم جھٹک دینا چاہتے ہو۔

مسلمانوں کو اس راہ سے بھٹکا دینا چاہتے ہو۔

تم مسلمانوں کو ضربِ حیدری اور سجدہ شیری کے ذوق سے محروم کر دینا چاہتے ہو۔ حالانکہ تصوراتِ پاکستان کا خالق انہی دو چیزوں کو اسلام کا سرمایہء عظیم قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہے کہ:-

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے

اک ضربِ یدِ الٰہی؛ اک سجدہ شیری

(تنبیہ)

مگر یہ تمہاری بد قسمتی ہے کہ تمہیں ضربِ حیدری میں بھی کمزوریاں نظر آتی ہیں شہرت حاصل کرنے کا یہ طریقہ خطرناک بھی ہے اور وحشتناک بھی مگر یاد رکھو اسلام دشمنی کے پرچار سے حاصل کی ہوئی شہرت تمہیں دونوں جہان میں ذلیل و خوار کر کے رکھ دے گی۔

شعائرِ اسلام کو مٹا کر شہرت حاصل کرنا ہولناکی نہیں تو اور کیا ہے

جب کے تم خود کو مسلمان بھی سمجھتے ہو۔

میں ان کی محفلِ عشرت سے کانپ جاتا ہوں

جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں
 شامتان اہل بیت کو ہماری طرز تحریر سے تکلیف تو ضرور ہوگی مگر
 حقیقت یہ ہے کہ :-

اے صبا!یں ہمہ آور وہ تست

تم سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کر کے
 رسول اللہ کو ایذا دیتے ہو جبکہ نصِ قطعی سے ثابت ہے کہ رسول اللہ کو ایذا دینا
 اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔

(اور اللہ اور رسول کو ایذا دینے والے پر اللہ اور اُسکے فرشتے لعنت
 بھیجے ہیں تمہیں اگر ملعون رہنا ہی پسند ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے البتہ
 یہ بات ہم واشکاف طور پر پھر بتا دینا چاہتے ہیں کہ اب بساطِ خارجیت کو
 لپیٹ لو اور دوسروں کی دل آزاری کرنے کے بجائے بغض و عناد کی آگ میں
 خود ہی جلتے رہو یہ آگ قیامت تک اور قیامت کے بعد تا ابد الابد تمہارے
 ساتھ رہے گی۔

دشمنانِ اہل بیت مصطفیٰ کے لئے دائمی آگ مقدر ہو چکی ہے یہ
 الگ بات ہے کہ یہ آگ اپنے آپ کو تم نے خود ہی لگائی ہے۔

اور بقول :- خود کردہ راعا ہے نیست

اب تمہارے سینوں میں بغض و عنادِ اہل بیت کی آگ ہمیشہ کے

لئے بھڑکتی ہی رہے گی۔

اب اپنے ہی عناد کے شعلوں میں آپ جل
کس نے تجھے کہا تھا کہ جلتی پہ تیل ڈال

آخر میں ہم ان مجاہد کرام جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے
خانوادہ رسول معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و عقیدت کی شمعیں فروزاں
کر رکھی ہیں کی خدمت میں التماس کریں گے کہ اپنے جوش و عقیدت کو محض
یہاں تک محدود نہ رکھیں کہ جب کسی مردود و ملعون کی شیطانت سے بھرپور
کتاب مارکیٹ میں آئی تو وقتی طور پر صدائے احتجاج بلند کر کے اسے ضبط
کرادیا۔ بلکہ اس کا مستقل حل سوچیں اور وہ یہ ہے کہ ان گستاخ مصنفین کی
قلموں پر بین لگایا جائے۔

ان کی کتابیں نہیں بلکہ ان کی جائدادیں ضبط کروائی جائیں اگر آپ
پورے غزم و یقین اور عشق حسین علیہ السلام سے سرشار ہو کر منظم طور پر کوئی
اقدام کریں گے تو اس کے نتائج یقیناً یقیناً مثبت انداز میں ظاہر ہوں
گے۔ آپ اگر اتحاد و اتفاق سے صدائے احتجاج بلند کریں گے تو ان گستاخان
رسول اور دشمنان آل رسول کو ملک بدر بھی کروایا جاسکتا ہے۔

یہ مقدس سرزمین حسین علیہ السلام کے نانا جان کے نام پر حاصل
کی گئی تھی۔ یہاں نہ تو حسین علیہ السلام کو گالیاں دی جاسکتی ہیں اور نہ ہی یزید
پلید کے قصیدے پڑھے جاسکتے ہیں جن لوگوں کو اسلام کی بنیادیں ہلا دینے

والی تحقیق کا شوق ہے وہ اسلام کا لبادہ اتار کر عیسائیوں اور یہودیوں کا مذہب اپنا کر انہی کے ممالک میں رہ کر اپنے شیطانی جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کریں اس کتاب میں ہم نے ان کی متعدد تلبیسات باحوالہ نقل کر دی ہیں تاکہ جملہ اہل اسلام ان کے مطالعہ کے بعد سنجیدگی اور متانت سے ان فتنوں کو پھیل دینے کا طریقہ کار وضع کریں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں جملہ اہل اسلام کو حواریانِ یزید بنے کے بجائے غلامانِ حسین علیہ السلام بننے کی توفیق عطا فرمائے

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ أجمعین

پروردہ خوانِ اہل بیت رسول

صائم چشتی

۲۰ ذوالحجہ سنہ ۱۳۹۶ھ

نقلِ کفر کفر نباشد

اگرچہ یہ درست ہے کہ نقلِ کفر کفر نباشد مگر بعض کفر ایسے ہوتے ہیں جن کے نقل کرتے وقت ایمان کا ضیاع تو نہیں ہوتا لیکن قلوب و ارواح پر جراحت ضرور ہوتی ہے اور ان تکلیف دہ اور اذیت ناک حالات سے ہمیں گزرنا پڑا ہے ہمیں خارجیوں کی ایسی ایسی مکروہ ترین عبارتوں کا اعادہ کرنا پڑا ہے جن کے تصور سے ہی دل خون ہو کر رہ جاتا ہے اور جذبات تڑپ تڑپ جاتے ہیں۔

مگر ان اکاذیب و باطل کو نقل کرنے کے سوا اور کوئی صورت ہی نہ تھی جس سے ان کی تکذیب و تردید ہو سکتی۔

اگر خارجیوں کی تلمیحات کو قارئین کے سامنے لائے بغیر کام چل سکتا تو ہم ہرگز ایسا اقدام نہ کرتے جو ہمارے لئے بھی دل آزاری کا باعث ہے۔۔ اس وضاحت کے بعد!

ہم اپنے قارئین سے درخواست کریں گے کہ عنقریب شروع ہونے والے بابِ اول میں آنے والی تمام تحریروں کو دل پر پتھر رکھ کر بھی پڑھ لیں

ہمیں یقین ہے کہ اہل محبت کا ذوق نگاہ ایسی خرافات کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گا اور ہر جملے کو پڑھتے وقت دل پر چوٹ پڑے گی مگر اس مضمون کو پڑھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ آپ ان لوگوں سے قطعی طور پر متنفر ہو جائیں جن کے چہرے دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ جنیدِ وقت ہیں مگر ان کے قلوب و ارواح مکمل طور پر شیطان کے کنٹرول میں ہیں۔
یاد رکھیے:-

کہ جس طرح اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت و موافقت رکھنا جان ایمان ہے اسی طرح اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں اور گستاخوں سے عداوت و نفرت رکھنا بھی عین ایمان ہے۔
یہ بات ہم نے قیاس کے طور پر نہیں کی اور نہ ہی یہ کسی فلاسفر کا قول ہے جس سے اختلاف کا جواز تلاش کیا جاسکے بلکہ یہ مکین گنبدِ خضریٰ کا فرمان ہے اس رسولِ صادق کا فرمان ہے جس کا ہر فرمان فرمانِ خداوندی ہے۔
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہمارے اہل بیت سے دشمنی اور بغض رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ سے دشمنی رکھتا ہے اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ دشمن رسول اور مبغوضِ خدا سے نفرت و عداوت ضروری ہے کہ نہیں؟

بہر حال بتانا یہ تھا کہ خارجیوں کی اس خرافات و ہنوفات کو ہم نے بھی دل پر پتھر رکھ کر ہی نقل کیا ہے۔ اسی طرح آپ سے جیسے بھی ہو سکے

بالاستغیاب پڑھ جائیں اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ آپ آئندہ اوراق
میں ہونے والی بحث سے پورے طور پر مستفیض و مستفید ہو سکیں گے

مصنف

باب اول

یزیدیوں کے قلم سے

انصاف کا خون

مقام حسین

خارجیوں و ہابیوں کی نظر میں

تحریروں کے آئینے

ضیانت و بے حیائی کی منہ بولتی تصویریں

حسین کی بے دینی

ابنِ علی کو حد سے بڑھایا نہ جائے گا
انسان کو خدا تو بنایا نہ جائے گا

بنیادِ لالہ تو ہوتا ہے خودِ رسول
نانے کی جانواسہ بٹھایا نہ جائے گا

اک فردِ حق پسند ہو امت ہو کفرِ کوش
یہ کلمہ نفاق پڑھایا نہ جائے گا

اصحابِ فِرقِ کیش ہوں معصوم ہوں حسین

یہ زہر اہل حق سے تو کھایا نہ جائے گا

حسین کے اس نعل پر ناراض تھے اصحاب
تفریق کو تو دین بنایا نہ جائے گا

«رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۱۲»

اپنا اپنا عقیدہ

سیدنا حسین اور ابن زبیر ان دونوں بزرگوں کے علاوہ نبی کریم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام جو اس وقت دنیا میں حیات تھے جنہوں نے
نزول وحی کے رُوح پروردگارے اور مشاہدے فرمائے ہوئے تھے اور حضور
پاک کی تعلیم سے دین پاک کا عکس بن چکے تھے وہ بھی کچھ رائے رکھتے تھے یا
دین حق ان دونوں بزرگوں میں سمٹ کے رہ گیا تھا۔ جو نزول وحی وقت ابھی
شیر خوار پھول کی حیثیت رکھتے تھے جو ان دوسرے بزرگوں کے ہوتے ہوئے
دین حق میں حجت نہیں مانے جاسکتے اور نہ ہی ان دوسرے بزرگوں کے عمل
اور مسلک کو چھوڑ کر ان کے عمل کو دین سمجھا جاسکتا ہے۔

(رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۱۶)

اسلام کے خلاف اصول

سیدنا حسین کا بیعت سے انکار کرنا اس لئے تھا کہ آپ اپنے آپ کو

امیر سے بہتر سمجھ کر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ جس کا ثبوت کتاب ہدایہ میں کافی زیادہ پہنچا دیا گیا ہے۔ لہذا یہ اصولِ اسلام کے خلاف ہے۔
 کہ کسی ایک نیک ہستی کے ذاتی خیالات اور رائے کو جمہورِ امت کے خلاف دین کا مقام دیدیا جائے۔

رشید ابن رشید صفحہ ۱۴۳

تفرقہ باز

سیدنا عبداللہ بن عمر نے سیدنا ابن عباس کی موجودگی میں حضرت حسین اور ابن زبیر سے فرمایا کہ تم دونوں ابن زبیر اور سیدنا حسین خدا سے ڈرو اور مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالو یعنی امیر یزید کی بیعت کر لو

رشید ابن رشید صفحہ ۱۴۳

حادثہ کربلا

مسلم کے بھائیوں نے اصولِ اسلام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلم کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکومت کے دستے پر حملہ کر دیا۔

لہذا اللہ کی ناعاقبت اندیشی سے یہ جزن انگیز واقعہ پیش آیا

﴿صفحہ نمبر ۱۹۸﴾

صدّی حسین

ان حالات کے ہوتے ہوئے تو بہ حق پسند شخص اس نتیجے پر پہنچے گا کہ دونوں بزرگ (امام حسین اور عبداللہ بن زبیر) خلافت کو اپنا خاندانی حق سمجھ کر تمام صحابہ کرام اور دوسرے مسلمانوں کے سمجھانے اور منع کرنے کے باوجود بھی اپنی ضد پر قائم رہے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۹۳﴾

یروگرام خلافت

سیدنا حسین شروع ہی سے خلافت اپنا خاندانی حق سمجھتے تھے آپ ابھی بچے ہی تھے کہ سیدنا فاروق اعظم کو فرماتے ہیں کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھے اور پھر سیدنا حسن کے امیر معاویہ سے صلح اور بیعت کے موقع پر اپنے بھائی کو جنگ کی ترغیب دیتے ہیں پھر سیدنا معاویہ سے بیعت کر لینے کے بعد کوفیوں کو کہتے ہیں اب بیعت تو کر لی ہے اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو معاویہ کو مرنے دو پھر اس وقت دیکھا جائے گا

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۱۹۸﴾

نا سمجہ حسین

ان اقتباسات کتب تاریخ وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ حکومت کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہوئے کسی کی پروا نہ کرتے تھے اور

بزرگوں کے سمجھانے کے باوجود بھی بعض اوقات جو دل میں آتا کر گزرتے تھے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۴﴾

حسین صحابی نہیں

حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو آنحضور صلعم کے سفر عقبی کے وقت پانچ سال کے معصوم بچے تھے ان کو جلیل القدر صحابی کہنا محض غلط ہے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۱۵۶﴾

حسین کی وعده خلافی

سیدنا حسین حاکم مدینہ سے بیعت دوسرے روز کرنے یا لوگوں کے سامنے بلانے کا وعدہ کر کے اسی رات کو مدینہ منورہ سے امیر المومنین کے خلاف خروج کر کے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے !

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۱۸۷﴾

علی کا تشدد یزید کا رحم

اہل بصیرت خوب سمجھتے ہیں کہ سیدنا حسین کا حاکم مدینہ سے دوسرے روز بلانے کا وعدہ فرما کر رات کو ہی مدینہ سے روانہ ہو جانا بیعت سے حقیقتاً انکار تھا۔ لہذا آپ کا بیعت سے انکار کر کے مکہ چلے جانا حقیقت میں امیر المومنین یزید کے خلاف خروج کا پہلا قدم تھا۔ اس سلسلہ میں اہل

انصر و سابقہ خلفاء جو اس خلافت سے بہت ہی بلند مقام رکھتے تھے ان کا بیعت سے انکار کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کو مد نظر رکھنا چاہئے اور اس شہر مدینہ رسول پاک میں جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوتی ہے تو سیدنا علی کے فوجیوں نے بیعت نہ کرنے والوں سے جو جو سختیاں اور زیادتیاں کی تھیں وہ بھی اہل علم سے پوشیدہ نہیں اور اہل حق یہ بھی جانتے ہیں کہ بعض بیعت سے انکار کرنے والوں کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے جبکہ بیعت نہ کرنے والوں کے پاس معقول وجہ تھی۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۱۸۸﴾

مرگ معاویہ کا انتظار

امیر المومنین یزید کی مخالفت کیلئے سیدنا حسین سیدنا معاویہ کی وفات کے منتظر تھے جو نبی انہیں سیدنا معاویہ کی رحلت کی خبر ملی تو اپنے دلی متاثر کی برآوری کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس سلسلہ میں پہلا قدم اس طرح اٹھاتے ہیں کہ حاکم مدینہ بیعت پر مجبور کرے تو اس کا جواب طاقت سے دیا جائے اور کسی قیمت پر یزید کی بیعت نہ کی جائے خواہ جنگ کا آغاز ابھی سے کیوں نہ کرنا پڑے نہیں سوچتے کہ نتائج کیا برآمد ہوں گے۔

لہذا آپ حاکم مدینہ سے واپس آ کر مدینہ سے مکہ اور پھر بعد میں وہاں سے کربلا پہنچ جاتے ہیں۔

امیر کی اطاعت سے گریز اور اپنی خلافت کی طلب کے نتائج پیدا ہونے تک آپ نے جو کچھ کیا اور اصل اس تمام سلسلہ کی رُوحوں سے جسے سمجھ لینے کے بعد قارئین باسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ سیدنا حسین نے خود ہی ایسے حالات پیدا کئے تھے جو بالآخر واقعہ کربلا پر منتج ہوئے

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۱۸۶﴾

حسین کا بھائی یزید کا حامی

سیدنا علی کے لائق اور بہادر فرزند محمد بن حنفیہ نے سیدنا حسین کا

ساتھ نہ دیا۔

اہل نظر کو غور کرنا چاہیے کہ محمد بن علی نے جو اولاد علی میں سے زہد و تقویٰ اور علم و فضل میں امتیازی شان کے مالک تھے اور شجاعت و بہادری میں تمام عرب کے شہزور جن سے کاپتے تھے، کیوں انہوں نے باوجود سیدنا حسین کے بار بار اصرار کرنے کے بعد بھی کوفہ جانے میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔ اہل بصیرت کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کون سی طاقت و کشش تھی جو ابن حنفیہ کو امیر المؤمنین یزید کے خلاف اٹھنے سے روکتی تھی بلکہ امیر کی تعریفیں کرنے پر مجبور کرتی تھی۔ آپ بزدل اور کمزور بھی نہ تھے اور آپ کا ایمان بھی ہماری طرح کمزور نہ تھا کہ ڈرتے ہوئے ایسا کرتے تھے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۱۷۳﴾

حسین شیطان کے حصہ میں

یعنی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑتا ہے تو پورے میں اپنے ارادہ سے باز آنے والا نہیں ہوں۔

یہاں اہل نظر کیلئے قابل غور یہ بات ہے بھی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سیدنا علی کی بھی مخالفت کر رہے ہیں کیونکہ قوم میں تفرقہ ڈالنے اور جماعت سے الگ ہونے کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ ہو جاتا ہے وہ شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے۔

حسین خارجی ہے

جو شخص امام برحق پر خروج کرے جس پر جماعت نے اتفاق کر لیا ہو وہ خارجی کہلائے گا، چاہے یہ خروج صحابہ کرام کے دور میں آیا ہو یا آئمہ راشدین پر ہو چاہے ان کے بعد تابعین پر اٹخ۔

جب سیدنا معاویہ کی وفات پر دار الحکومت دمشق میں مسلمان قوم کے کرتادھرتا بزرگوں نے امیر یزید سے خلافت کی بیعت کر کے فیصلہ فرما دیا پھر آنحضور صلعم سے فیض یافتہ اس وقت کے بزرگ اور محترم ہستیوں سیدنا عبداللہ ابن عباس ترجمان القرآن اور شیخ الصحابہ سیدنا عبداللہ ابن عمر اور سیدنا عبداللہ بن جعفر آنحضور صلعم کے پروردہ سیدنا علی کے داماد اور سیدنا حسین کے

بہنوئی اور سیدنا علی کے لائق فرزند محمد بن حنفیہ اور دوسرے سرکردہ مسلمانوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں یزید کے لئے خلافت کی بیعت کر کے اس فیصلے پر مہر مثبت کر دی اور سیدنا علی کے ارشاد کے مطابق

توبہ و بازگشت کے لئے کہہ کر اپنا فرض پورا کرتے ہوئے حاکم سے سمجھایا خدا سے ڈرایا۔ تفرقہ ڈالنے سے روکا لیکن سیدنا حسین پر کوئی اثر نہ ہوا!

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۹﴾

حکومت کا تختہ

سیدنا حسین مدینہ منورہ میں امیر یزید کی بیعت سے گڑ بڑ کر کے مکہ مکرمہ آ کر حکومت کا تختہ الٹنے کے لگا تار چار ماہ تک پروگرام بناتے رہے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۲۳۰﴾

علی سے اعلیٰ خلافت

لیکن سیدنا حسین کوئی تفرقہ بازوں کے سہارے سرکردہ مسلمانوں

کی مرضی کے خلاف حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے کوفہ روانہ ہو گئے۔

یہ وہ باتیں ہیں جنہیں تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے مسلمان

اچھی طرح جانتے ہیں یہ تاریخی حالات واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ امیر

المومنین یزید کی خلافت سیدنا علی کی خلافت سے بوجہ خانہ جنگی کے بدرجہا

اولی اور اتفاق کی حامل تھی۔

﴿صفحہ نمبر ۲۳۰﴾

بیس سالہ پروگرام

تاریخ شاہد ہے کہ سیدنا حسین امیر یزید کی بیعت کے بارے میں گورنر مدینہ کو یہ کہہ کر کہ جب صبح آپ اوروں کو بیعت کے لئے بلائیں گے تو ہم بھی موجود ہوں گے رات ہی رات مدینہ سے مکہ چلے آئے اور راستہ میں سیدنا عبداللہ بن عمر اور جناب ابن عباس کے منع کرنے پر بھی نہ پلٹے تھے یہاں آ کر ابن زبیر تو کعبۃ اللہ کے پناہ گزین بن کے آرام سے بیٹھ گئے اور آپ حسب پروگرام اپنی خلافت کے لئے کوشش اور راہ ہموار کرنے میں مصروف ہو گئے گویا اپنے سابقہ بیس سالہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمہ تن مشغول ہو گئے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۱۳﴾

ناجائز خروج

غرض یہ کہ پچھا جھٹھے میں بحث و مباحثہ اسی بنا پر تھا کہ سیدنا حسین خروج کا غلط اقدام اٹھا کر ہلاک نہ ہو جائیں اور ساتھ ہی سیدنا ابن عباس اصولاً اس خروج کو دینی و دنیوی طور پر ناجائز سمجھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس رد و کد کے درمیان سیدنا حسین نے اپنے مشفق چچا سے کہا کہ اب آپ بہت

بوڑھے ہو چکے ہیں گویا کہ جیسے ہمارے نوجوان بعض اوقات اپنے بزرگوں کو کہہ دیتے ہیں کہ آپ تو سترے بہترے ہو گئے ہیں۔ اب آپ ریٹائر ہو چکے ہیں اب یہ سوچنا سمجھنا نوجوانوں کا کام ہے اس طرح گویا سیدنا حسین نے یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ آپ نہیں سمجھ سکتے۔

اللہ اکبر قارئین آگے چل کر کربلا کے مضمون میں دیکھیں گے کہ سیدنا حسین اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے نصیحتیں کرنے والے حق پر تھے میں نے ان کی مرضی کے خلاف چل کر غلطی کی۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۰﴾

سامان حرب

جب سیدنا حسین دارالامن کعبۃ اللہ سے تمام بزرگوں دوستوں کے سمجھانے کے باوجود اور منع کرنے کے باوجود کوفیوں کے فریب میں آکر کوفہ روانہ ہوئے تو آپ نے اپنے نقلی شیعوں کو خط لکھا کہ میں جلد تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔ تم کمرہت مضبوطی سے باندھ لو اور سامان جنگ تیار رکھو۔ آپ کوفیوں کے دلاسون سے حد سے زیادہ پر امید تھے کہ آپ کوفہ پہنچتے ہی خلافت پر قبضہ کر لیں گے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۳﴾

حسین کی خواہش

سیدنا حسینؑ کا سیدنا فاروق اعظم کو یہ کہنا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے ثابت کرتا ہے کہ بچپن ہی سے آپ کے خیالات میں لاڈ پیار کی عادت نے گھر کر رکھا تھا اور یہی وجہ تھی کہ آپ دوسروں پر حکم چلانا اپنا حق سمجھتے تھے۔ سیدنا حسینؑ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت ہمارے گھر سے باہر جائے تب ہی تو آپ نے فرمایا کہ صلح سے بہتر تھا کہ میرا ناک کاٹ لیا جاتا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۶﴾

سابقہ پروگرام

سیدنا معاویہ کی وفات پر جب مدینہ منورہ میں آپ کو بیعت کے لئے بلایا جاتا ہے تو اپنے ساتھ چالیس مسلح آدمی لے کر جاتے ہیں کہ اگر بیعت کے لئے مجبور کیا جائے تو جنگ جیسے ہولناک اقدام سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۷﴾

سیدنا حسینؑ کا حاکم مدینہ کو یہ کہنا کہ کل صبح لوگوں کے سامنے مجھے بلانا لیکن واپس آکر رات ہی کو مدینہ منورہ سے خروج کر کے چلے جانا اپنے سابقہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانا نہیں تو اور کیا ہے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۸﴾

تفرقہ انگیزی

جب آپ مدینہ منورہ سے چلے آئے اور راستہ میں سیدنا ابن عباسؓ اور سیدنا ابن عمرؓ نے فرمایا تم دونوں ابن زبیرؓ اور حسینؓ خدا سے ڈرو جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو یعنی یزید سے بیعت کر لو اگر امیر یزید میں کسی قسم کا نقص ہوتا تو یہ دونوں نیک ہستیاں آنحضرت سے تربیت اور آنحضور صلعم کی معرفت اللہ تعالیٰ سے خطاب یافتہ کسی صورت بھی امیر یزید کی خاطر ان دونوں بزرگوں کو نہ تو خدا سے ڈراتیں۔ اور نہ ہی ان سے تفرقہ انگیزی کو منسوب کرتیں۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۸﴾

خط و کتابت

دارالاسن مکہ مکرمہ جاتے ہی سیدنا حسینؓ اپنے بیس سالہ طے شدہ پروگرام کو عملی پہنانے کے لئے اپنے خاندانی دشمنوں سے خط و کتابت کرتے ہیں۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۹﴾

حسین بچہ تھا

جن کے مقابلے میں سیدنا حسینؓ ایک بچہ کی حیثیت رکھتے تھے کیا

ان تمام مسلمانوں نے اسلام کی تعلیم کو خیر باد کہہ دیا تھا کہ ایک فاسق انسان کے ہمنوا بن کر سیدنا حسینؑ کو اس کے خلاف اٹھنے سے روک رہے تھے اور سیدنا حسینؑ و ابن زبیرؓ ہی اس نکتہ کو سمجھتے تھے کہ جب تک خلافت نہ ملے اسلام خطرے میں تھا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۱۰﴾

سب صحابہ حسینؑ کے مخالف تھے

اہل حق قارئین حقیقت سورج کی طرح روشن ہے کہ سب خلافت حاصل کرنے کا جھگڑا ہے۔ اگر تبلیغ اسلام کا معاملہ ہوتا تو صحابہ کرام آپ کے عزیز و اقارب اور باقی سنجیدہ مسلمان جو آپ کو اس سفر سے منع کرتے تھے اور پھر آپ کے ہمراہ کسی صحابی رسول کا نہ ہونا بھی ثابت کرتا ہے کہ صحابہ کرام اس غلط اقدام کے مخالف تھے ان کی رائے کے خلاف آپ خلافت حاصل کرنے کو فہ گئے تھے اور خلافت کی آرزو میں ہی کر بلا کا حادثہ پیش آیا۔

﴿کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۲۳۸﴾

عنوان خود قائم کریں

مولوی عبید اللہ مبارک پوری رحمانی مدارس مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی تحریر فرماتے ہیں۔

مستشرق تاریخی روایات سے معمولی سمجھ کا آدمی بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر

مجبور ہے کہ کر بلا کا واقعہ محض اس لئے پیش آیا کہ حضرت حسینؑ نے قطعاً دور اندیشی اور تدبیر سے کام نہیں لیا۔ محض یہی خواہوں کے مشوروں کو ٹھکرا دیا حالات و واقعات سے آنکھیں موند لیں۔

ہمارے نزدیک حضرت حسینؑ نے بے موقعہ و بے محل و بلا ضرورت یہ اقدام کر کے عظیم ترین غلطی کا ارتکاب کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت میں ہمیشہ کے لئے اختلاف و افتراق اور شقاق و عداوت پیدا ہو گئے اور امت اسلامی کا شیرازہ بکھر گیا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۳۵﴾

حسینؑ کا فخر خطوں پر

دور اندیش دوستوں نے آپ کی ہر طرح منت و سماجت کی بحضرت و انکساری کے ساتھ سمجھایا کہ اس خطرناک منزل میں آپ قدم نہ رکھیں مگر حضرت حسینؑ نے کسی کی بات نہ سنی اور بیشتر درخواستوں کو فخریہ دکھانے لگے۔ جو ان کے پاس کوفہ سے آئی تھیں ان کی نسبت خوش ہو ہو کر کہتے کہ وہ دو اونٹ کا بوجھ ہے۔ حضرت حسینؑ نے صرف ان صداؤں کو مانا جو ان کے دل سے اُٹھیں اور دوستوں کی نصائح سے دل کی صداؤں کو ماننا بہتر سمجھا اور تن بہ تقدیر کوفہ روانہ ہو گئے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۲۳۷﴾

الک پھیر

مولوی محمد قاسم نانوتوی بھی سیدنا حسینؑ کو غلطی پر سمجھتے تھے۔ اگر بالفرض اجماع کو مان لیا جائے تو وہ اجماع حضرت امام حسین کے بعد منعقد ہوا تھا لہذا اجماع کی مخالفت امام حسین کو کچھ مضر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے زمانے میں اختلافی مسئلہ میں غلطی کی تھی۔

﴿صفحہ ۲۳۶ بحوالہ تحقیق ایق﴾

محض سیاست

علمائے دہلی بھی سیدنا حسینؑ کو غلطی پر سمجھتے ہیں شیخ الکل حضرت العلامة مولانا مولوی ابوسعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ سعیدیہ دہلی تحریر فرماتے ہیں یعنی یہ واقعہ کربلا مذہبی جنگ نہ تھی اول میں محض سیاست اور آخر میں حفظ ناموس کی تھی جو لوگ اسے مذہبی فرماتے ہیں انہیں معلوم نہیں اس میں کیا قباحت ہے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۳۱﴾

یزید کی بیعت جمہور صحابہ و تابعین نے کر لی تھی پھر مذہبی جنگ کس سے کرنے چلے تھے۔ انخ۔

پہلے امام صاحب کا عزم بالجزم سیاسی تھا پھر قادیسیہ پہنچ کر بعد ملاقات حرب بن یزید وہ ارادہ فسخ ہو گیا اور مسلم کے بھائیوں کی خاطر بادل

نخواستہ قتل مسلم کے انتقام کے لئے کوفہ برائے انتقامی جنگ روانہ ہوئے پھر میدان کربلا میں وہ ارادہ بھی فتح ہو گیا۔ یزید کے پاس جانے یا کسی اور طرف جانے کا اظہار کیا مگر لوگ اس بات کو نہ مانے بتائے جب اپنی جان بچا کر کسی سرحد پر جانے یا یزید کے پاس جانے کا اظہار کیا کہ اس کے پاس جا کر بیعت کروں گا یا کوئی اور صورت نکال لوں گا تو مذہبی جنگ کیسے رہی۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۳﴾

لثیرا حسینؑ

سیدنا حسین مکہ سے چل کر بھی ایک منزل تعظیم پر پہنچے تھے کہ آپ کو ایک قافلہ ملا جو یمن سے خروج و محاصل وغیرہ کا مال لے کر دمشق امیر المومنین یزید کے پاس جا رہا تھا وہ تمام کا تمام مال آپ نے اس خیال سے اپنے قبضے میں کر لیا کہ کوفیوں نے آپ کی بیعت کر لی تھی اور اب گویا آپ خلیفہ بن چکے تھے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۳﴾

امیر المومنین یزید کی فراخ دلی اور مروت دیکھئے کہ انہوں نے بھی اس کے متعلق کسی قسم کی باز پرس نہ کی حالانکہ آپ کو گورنر مکہ بھی اس فعل پر تنبیہ کر سکتا تھا لیکن اس نے بھی رواداری سے کام لیا۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ ایسے فعل کی نہ تو مذہبی قانون اجازت دیتا ہے اور نہ ہی دنیاوی قانون

یہ کونسا اصول ہے کہ کسی حکومت میں کوئی ہستی خواہ وہ کتنی ہی ممتاز کیوں نہ ہو اس کے نظم و نسق کو درہم برہم کرے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۳۹﴾

اول درجہ کا منافق

نبی پاک صلعم کی کی زندگی کے بعد نہ تو کوئی بڑے سے بڑا حادثہ دین کہلا سکتا ہے اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے بزرگ کا عمل اور حکم دین کہلا سکتا ہے۔ اگر کوئی بات قابل قبول ہو سکتی ہے تو وہ ہے صحابہ کرام کا اجماع الخ

لہذا خلافت کے سلسلہ میں صحابہ کرام کے مسلک یا وقتی مصلحت جو انہوں نے دین اور قوم کی فلاح و بہبود کے لئے متفقہ طور پر سرانجام دی ہو گی مخالفت کرنے والا اول درجے کا منافق ہے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۴۰﴾

اول درجے کا بے دین

آپ حضرات جب کسی شخص کے پیچھے نمازیں پڑھیں اس کہ فرمودہ خطبات سنیں اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اس کی زیر کمان دین الہی کی حفاظت کریں اور اسکے احکام کی پابندی کو اپنے اوپر فرض سمجھیں اس کے

ساتھ ہر طرح سے تعاون کریں۔ انہی حالات میں ایک شخص اٹھے آپ کے امام اور امیر و راہنما کا دشمن اور اول درجے کا بے دین اس آدمی کی بگڑی اچھالنے کی کوشش کرے تو کیا آپ اس لایعنی حرکت کو پسند کریں گے اور برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۴۱﴾

تفرقہ باز صحابہ نے کہا

غور فرمائیں کہ صحابہ کرام نے جو امیر یزید کی ولی عہدی سے لے کر درو خلافت تک حیات تھے نیز تابعین عظام جو صحابہ کرام سے تربیت یافتہ تھے ان بزرگوں نے اسلام کے ان احکام کے ہوتے ہوئے سیدنا حسین کا اگر آپ خلافت کے بارے میں حق پر تھے تو کیوں ساتھ نہ دیا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۴۸﴾

اگر یزید غلط کار تھے تو ان بزرگوں نے سچ کو بھی جھوٹ سے ملایا اور ایک غلط کار کی خاطر سیدنا حسین کو تفرقہ باز کا خطاب دینے سے بھی گریز نہیں کیا

﴿صفحہ نمبر ۲۴۹﴾

لا لچی حسین

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم ہے اللہ کی ہم نہیں حاکم

بناتے اپنے پر اس شخص کو کہ مانگے ہم سے کوئی عہدہ اور اس کو حرص رکھے اس کی اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں عامل بناتے ہم اپنے اوپر کام اپنے کے اس کو کہ ارادہ رکھے اس کا اس فرمان کے مطابق سیدنا حسین کو حکومت ملنا ممکن نہ تھا اور ارشاد نبوی کے خلاف تھا

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۸۵﴾

گویا امیر معاویہ اور یزید کو بغیر حرص و خواہش کے حکومت ملی اور

حسین چونکہ حریص تھے اس لئے محروم رہے (چہ خوب)۔۔۔۔۔

فتنہ باز حسین

اس وقت کے تمام کے تمام مسلمان اور بزرگ اسلام کے ان دونوں شہروں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں سے کسی بزرگ نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا سوائے ان لوگوں کے جو رشتہ داری کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے تھے یہ تو سیدنا حسین کی آنحضرت سے قرابت کی وجہ تھی کہ آپ کو سب بزرگ پیار و محبت اور شفقت سے خروج سے منع کرتے رہے ورنہ اگر کوئی دوسرا شخص آپ کی جگہ ہوتا تو صحابہ کرام اپنے امیر کے خلاف اس کو فتنہ سمجھتے ہوئے آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق اسے ختم کرنا اپنا ملی فرض سمجھتے۔ الخ

قارئین کو یہاں اس دورا ہے سے ایک راستہ اختیار کرنا ہو گا یا تو وہ

سیدنا حسین کے اس اقدام کو جو آپ نے صرف حکومت اور جاہ و جلال کو

حاصل کرنے کیلئے اٹھایا تھا صحابہ کرام کی طرح غلط قرار دینا ہوگا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۸﴾

بزرگوں کا مخالف

اگر یہ واقعہ بھی حق و باطل کا معرکہ ہوتا تو مسلمان اس موقع پر بھی سیدنا حسین کے موقف کی تائید میں نکل کھڑے ہوتے اور خلافت بیزید کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔۔۔ بہر حال اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سیدنا حسین کو مشورہ دینے والے لوگ ہر طرح سے علم و فضل اور عمر و دیانت داری میں کسی طرح سے بھی کم نہیں تھے ان میں وہ بھی تھے جو دین داری میں آپ سے بھی بہت بلند مقام رکھتے تھے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نمازوں کیلئے اٹھنا باعثِ نجات اور فخر سمجھتے تھے اور نزول وحی کے روح پرور نظاروں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے مثلاً سیدنا عبد اللہ ابن عباس، سیدنا عبد اللہ ابن عمر، اور دوسرے بزرگ جو آنحضرت صلعم سے اس وقت فیض حاصل کر چکے تھے جب کہ سیدنا حسین ابھی دنیا میں تشریف ہی نہ لائے تھے۔

بلکہ آپ تو آنحضرت صلعم کی رحلت کے وقت بھی ابھی معصوم بچے تھے لہذا سیدنا حسین کا اپنے بزرگوں و مخلص دوستوں اور ہمدرد بھائیوں کے مشورہ کو ٹھکرا کر اسلام میں تفرقہ ڈالنے والے اور سیدنا علی کے قاتلوں اور سیدنا

حسن پر حملہ کر کے آپ کو زخمی کرنے اور آپ کا مال لوٹنے والوں پر اعتبار کرنا اور خلافت کی طلب کیلئے کوفے جانا آپ کی ایک عظیم اجتہادی غلطی تھی جس کے ارتکاب سے بزرگوں اور دانش وروں نے آپ کو منع کیا لیکن آپ نے عام مشوروں اور نصیحتوں کو ٹھکرا دیا اور آخر کار ایسے اقدامات کا جو انجام ہوا کرتا ہے وہی ہو کر رہا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹۴﴾

سیدہ زینب کو طلاق

سیدہ زینب نے ابن جعفر کو اپنے بھائی کا ساتھ دینے کیلئے بار بار مجبور کیا اور خود بھی ساتھ جانے کے لئے بضد ہوئیں تو سیدنا عبداللہ بن جعفر نے اپنی نیک اور صالح اور جوان بچوں والی بیوی کو تو اپنا گھر ویران کر کے بھیج دیا یعنی طلاق دے دی لیکن اپنے امیر و امام یزید کے خلاف قدم اٹھانے کو گناہ سمجھتے ہوئے ساتھ دینے سے جواب دے دیا

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹۲﴾

اسلام کے منافی اقدام

اہل بصیرت اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے جس سے جانی مالی اور عزت جیسی چیزوں کے نقصان کا اندیشہ ہو یا مذہب کے بگڑ جانے کا خطرہ ہو ان اقدار کے ختم ہو جانے کا خطرہ

ہو جو مذہب نے ضروری اور اہم قرار دی ہوں تو اس سے روکنے اور صحیح راستہ بتانے والے عوامی قسم کے انسان نہیں ہوا کرتے بلکہ یہ ایک خاص اور بلند مقام کے مالک ہوا کرتے ہیں ایسے لوگ جب کسی شخص کو کسی کام سے روکیں تو وہ یقیناً غلطی پر ہوگا۔ سیدنا حسینؑ کا خلافت حاصل کرنے کے لئے دین میں تفرقہ ڈالنے والے کوئی سبائیوں کے بلانے پر کوفے جانا نہ صرف غلط تھا بلکہ اسلام اور اسلامی مملکت اور جمیع مسلمانوں کے مفاد کے بھی سراسر منافی تھا تاریخی حالات و واقعات کے غیر جانبدارانہ مطالعہ سے ہر شخص اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ سیدنا حسینؑ کا خروج ایک بہت بڑی سیاسی غلطی تھی

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹۳﴾

خالص دنیاوی مسئلہ ناکام جدو جہد

یہ مسئلہ اسلام سے کسی طرح بھی تعلق نہ رکھتا تھا اور خالصتاً ایک دنیاوی اور سیاسی قصہ اور تخت و تاج کے حصول کے لئے ایک ناکام جدو جہد سے زیادہ کچھ بھی نہ تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس موقع پر جمیع مسلمانوں میں سے کسی ایک کا دل بھی آپ کے لئے نہ پیسا اور کوئی ایک ذمہ دار شخص بھی اسلام کے ان دونوں متبرک شہروں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ سے ساتھ نہ نکلا۔

﴿صفحہ نمبر ۲۹۳﴾

حسینؑ جہاد کے لئے نہیں صحابی سے

لڑنے گئے تھے

سیدنا حسینؑ کا صحابی رسول پاک سے لڑنے کے لئے نکلنا وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ سیدنا حسینؑ کو فہ کو جہاد کرنے گئے تھے وہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کونسا کفر گڑھ تھا جسے آپ فتح کرنے نکلے تھے اس وقت تو کوفہ میں خالص اسلامی حکومت تھی جس کے سربراہ رسول پاک کے رحمدل صحابی نعمان بن بشیر اور قاضی القضاہ سیدنا علی کے خاص قاضی شریح تھے۔ الخ

لہذا ایسے مسلمانوں کے خلاف سیدنا حسینؑ کا لڑنے کو نکلنا کس طرح جائز تھا۔۔۔ اور پھر سیدنا حسینؑ کو خلافت حاصل کرنے کے لئے اسلام اور اپنے خاندانی دشمنوں کے جھانسنے میں آکر کوفہ جانا اور راستے میں ہی ان کے ہاتھوں قتل ہو جانے کو جہاد کا نام دینے والے بتا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کا آپس میں جھگڑا ہو جائے تو اسے کیسے جہاد قرار دیا جاسکتا ہے۔ جب مسلمانوں کے آپس میں کسی کو جہاد قرار نہیں دیا جاسکتا تو پھر حکومت وقت کے ساتھ سیدنا حسینؑ کے اس جھگڑے کو کس طرح جہاد قرار دیا جاسکتا ہے۔

﴿صفحہ نمبر ۲۹۷﴾

نرالی منطق

بلکہ قرآن کریم کے اصول اور اس کے حکم کے مطابق

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين
اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جو لوگ حق
پر ہیں ان کا ساتھ دو۔

﴿سورة توبہ ۱۱۹﴾

اگر آپ اس اقدام میں حق پر تھے تو ان تمام مسلمانوں اور آنحضرت
صلعم کے ساتھیوں کو جو بھی اس وقت حیات تھے معہ سیدنا حسینؑ کے بیچا بن
عباس اور بہنوئی ابن جعفر اور بھائی محمد بن حنفیہ اور دوسرے تمام رشتہ داروں کو
جنہوں نے کربلا جانے میں آپ کا ساتھ نہ دیا سب کو کافر قرار دینا پڑے گا
صرف اسی صورت میں ہی آپ کے جھگڑے کو جہاد کا نام دیا جاسکتا ہے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹﴾

ایک سوال

کہا جاتا ہے کہ سیدنا حسینؑ نے دین حق کو بچانے اور ایک ظالم حاکم
کے خلاف جہاد کے طور پر یہ قدم اٹھایا تھا یہ بہت بڑا دعویٰ ہے جسے کسی نے
آج تک ثابت نہیں کیا اور بلا سوچے سمجھے اس خیال کا چرچا کیا جا رہا ہے کہ
آپ کی شہادت ہی سے اسلام زندہ ہوا۔

کیا اس خیال کے لوگ بتا سکتے ہیں کہ جب کو فیوں کا فریب حق

ایقین بن کر سیدنا حسین کے سامنے آ گیا تو انہوں نے مایوس ہو کر کہا بلا سے اجازت چاہی تو کیا اس وقت دین حق کو بچا لیا گیا تھا؟

کیا مایوس ہو کر نا کام واپس ہونے کی خواہش سے دین حق کی حفاظت کا فریضہ پورا ہو گیا تھا اور اس واپسی سے اسلام زندہ ہو چکا تھا اور بقول سبائیوں کے دین حق میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں جو آپ نے واپسی کا قصد کیا۔

اور کیا مفروضہ ظالم کو نیست و نابود کر دیا گیا تھا۔ وہ مشن جو آپ مکہ مکرمہ سے لے کر نکلے تھے پورا ہو گیا تھا اور دین حق کی مخالفت کرنے والا اب کوئی باقی نہیں رہا تھا؟

جو آپ واپس جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے اور جس کے خلاف جہاد کرنے نکلے تھے کیا وہ یکدم مومن ہو گیا تھا۔ جو اسکے ماتحت جہاد پر بھیجے جانے کی درخواست کر رہے تھے؟

اور کیا وہ اب نیک و انصاف پسند اور خلیفہ برحق ہو گئے تھے جو ان کی پناہ میں جا کر اپنا فیصلہ چکانے کو کہہ رہے تھے۔

اہل حق کا فرض ہے کہ ان تمام باتوں پر انصاف اور دیانت داری سے غور فرمائیں بفرض محال امیر المؤمنین یزید میں کسی قسم کا نقص تھا تو سیدنا حسین کو کوفہ کی طرف رخ کرنے کے بجائے دمشق پر حملہ آور ہونا چاہیے تھا یا اس سے بھی نزدیک بصرہ پر جہاں ابن زیاد گورنر تھا حملہ کر کے داد شجاعت

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۸۹﴾

آخری تان اللہ سے لڑائی

دراصل دمشق اور بصرہ کو چھوڑ کر کوفہ جانے کا قصد اس لئے کیا گیا تھا کہ سیدنا نعمان بن بشیر آنحضرت صلعم کے بردبار اور رحمدل صحابی وہاں کے گورنر تھے جو مسلمانوں پر سختی کرنا گوارا نہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے کوفی آپ کی نرم دلی کا فائدہ اٹھا کر بار بار سیدنا حسین کو ایسے شخص کا مقابلہ کرنے کے لئے کہتے تھے اس کا مقابلہ جو خود دین کے حق میں شیدائی تھے۔

سنت نبوی کے مطابق ہر فیصلہ کر رہے تھے اور قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر بات کرنا گناہ سمجھتے تھے شیعہ نبوت کے پروانے تھے اور آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق (جس کی پیروی کرو گے راہ پا جاؤ گے) کے زمرہ میں داخل تھے اور پھر آنحضرت صلعم کی اس حدیث کو جو میرے اصحاب کو برا کہے گا وہ مجھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو برا کہے گا کے مطابق ماننا پڑے گا کہ جو میرے اصحاب کے ساتھ لڑنے نکلا وہ میرے بلکہ اللہ تعالیٰ سے لڑنے نکلا دراصل سیدنا حسین حصول خلافت کے سلسلہ میں کوفیوں سے امداد حاصل کر کے سیدنا نعمان بن بشیر کو کوفہ سے مار بھگانے کے بعد اپنی خلافت قائم کرنا چاہتے تھے لیکن کوفیوں کی غداری کی وجہ سے آپ کو ناکامی کا

خرافات کا

یہ

نمونہ

اس شراکتیز اور پر فتن کتاب میں امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شان اقدس میں اور بھی بے شمار طریقوں سے شدید گستاخیاں کی گئی

ہیں جنہیں ہم بوقت ضرورت نقل کرتے ہی رہیں گے۔

ملعون خارجی کی ان خرافات سے بھی جو نقل کفر کفر نباشد کے تحت اب تک نقل کی جا چکی ہیں۔ قارئین کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہ لوگ کس قدر دریدہ دہن اور گستاخ ہیں اور کس کس طریقہ سے حقائق کو توڑ مروڑ کر اپنی ازلی شقاوت اور جہلیخ خباثت کا مظاہرہ کرتے ہیں ہم آئندہ اوراق میں انشاء اللہ العزیز ان کی تمام تر فریب کاریوں اور شاطرانہ چالوں کو بے نقاب کر کے آپ کو بتائیں گے کہ ان لوگوں نے کس کس طریقہ سے تاریخ اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔

فی الحال آپ ارض پاک میں خارجیوں کے باوا آدم ملعون عباسی کی خرافات کے نمونے ملاحظہ فرمائیں حقیقت یہ ہے کہ موجودہ خوارج نے جس قدر بھی خرافات اپنے نام سے شائع کی ہیں اسی دشمن اہل بیت کی کتاب کا چر بہ در چر بہ ہیں۔

خلافت معاویہ و یزید

کے اقتباسات

غلط اقدام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور احکام شریعت کی تصریحات سے واضح ہے کہ امیر المومنین یزید کے خلاف حضرت حسین کے اقدام خروج کا مطلق جواز نہ تھا۔ جیسا کہ بعد میں خود آپ نے اس سے رجوع کر کے ثابت کر دیا صحابہ کرام جو ان سے ملے انہیں طرح طرح سے سمجھایا اور اس غلط اقدام سے باز رکھنے کی کوششیں کیں۔

﴿خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۸۶﴾

شدید مخالفت

خود ان کے سوتیلے بھائی محمد بن علی (ابن حنفیہ) اور ان کے بہنوئی حضرت عبداللہ بن جعفر نے اس اقدام کی شدید مخالفت کی تھی حضرت ابن جعفر امیر یزید کے خسر بھی تھے

﴿صفحہ نمبر ۹۱﴾

گرفتار کر لیا

بین کا ایک سرکاری قافلہ امیر المومنین کی خدمت میں یمن کا محاصل لے کر جا رہا تھا حضرت حسین نے اسے گرفتار کر لیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۱﴾

خروج کی تیاری

مکہ میں حضرت حسین چار مہینے سے زیادہ عرصے تک مقیم رہے اور

اس تمام مدت میں عراقیوں کی تحریرات اور ان کے وفود آتے جاتے رہے
خروج کی تیاریاں ہوتی رہیں مگر حکومت نے کوئی اعتراض نہیں کیا
﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۹۲﴾

حضرت حسین نے بیعت کر لی تھی

تیسرے شعر کے مضمون سے ثابت ہے کہ حضرت حسین نے امیر
معاویہ کی زندگی میں ہی امیر یزید کی ولیعہدی کی بیعت کر لی تھی
﴿صفحہ نمبر ۹۲﴾

☆ لغزش

☆ خطائے ذہنی ہلاکت

☆ عہد شکنی باغی

یہی کیفیت اخلاف کی (حسین) کے متعلق ہے جو ان کو ایک
ظالمانہ جرم کا کشتہ خیال کرتے ہیں ایرانی شدید تعصب نے اس تصویر میں
خدوخال بھرے اور (حضرت حسین) کو بجائے ایک معمولی قسمت آزما کے
جو ایک انوکھی لغزش و خطائے ذہنی اور قریب قریب غیر معمولی حب جاہ کے
کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رواں دواں ہو ولی اللہ کے روپ میں
پیش کیا ہے۔

ان کے ہم عصروں میں اکثر و بیشتر انہیں ایک دوسری نظر سے دیکھتے تھے وہ انہیں عہد شکن اور بغاوت کا قصور وار خیال کرتے تھے اس لئے کہ انہوں نے حضرت معاویہ کی زندگی میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی تھی اور اپنے حق اور دعویٰ خلافت کو ثابت نہ کر سکے تھے

﴿حوالہ عیسائی مورخ صفحہ نمبر ۹۵﴾

کوئی ساتھی نہ بنا

قطع نظر اس امر کے کہ حضرت حسین نے امیر یزید کی ولایت عہد کی بیعت مثل دیگر صحابہ اور تابعین کرام کے کی تھی یا نہیں

یہ حقیقت ثابت ہے ان کے اس اقدام کی تائید میں مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ یا حجاز کا ایک متنفس بھی سوائے ان کے نوجوان عزیزوں کے ساتھ نہ ہوا

﴿صفحہ نمبر ۹۹۶﴾

کسی بھائی نے ساتھ نہ دیا

ان کے اپنے گھر کی بھی یہ کیفیت تھی کہ حضرت علی کے مجملہ پندرہ صاحبزادوں کے اس زمانہ میں حیات تھے صرف چار اپنے بھائی کے ساتھ گئے اور گیارہ برادران حسین نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۹۶﴾

صاف انکار

محمد بن حنفیہ جو فرزند ان علی میں علم و فضل و رع و تقویٰ میں امتیازی شان رکھتے تھے جسمانی قوت اور شجاعت میں اپنے باپ کے صحیح جانشین تھے اس مہم میں ان کا ساتھ دینے کے لئے بہت زور ڈالا یہاں تک کہ اگر خود ساتھ نہیں دیتے تو اپنی اولاد کو بھی کہہ دیں کہ میرے ساتھ چلیں مگر انہیں نے صاف انکار کر دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۶﴾

خروج کے مخالف

حضرت حسین کے ایک دوسرے بھائی عمر الاطراف بن علی بن ابی طالب بھی حضرت حسین کے اقدام خروج کے مخالف تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۹۹﴾

کوئی بزرگ ساتھ ہی نہ بنا

حضرت حسین کے مقام خروج کے وقت جیسا کہ پہلے ضمناً ذکر ہو چکا ہے حجاز و عراق و دیگر ممالک اسلامیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی بزرگ و مقدس ہستیاں موجود تھیں مگر کسی صحابی نے بھی متفق علیہ خلیفہ کے خلاف خروج میں حضرت حسین کا ساتھ نہیں دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۰۰﴾

خاندان نبوت نے یزید کی بیعت کر لی

غرض یہ کہ خاندان نبوت کے یہ سب افراد خلیفہ وقت (یزید) کی بیعت پر مستقیم رہے حضرت حسین کے صاحب زادے اولی الامرا میر المؤمنین کی حمایت میں سب لوگوں کے ساتھ تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۰۸﴾

تین سال کا حسین

حضرت فاطمہ کی شادی کے بعد غزوہء احد ہونا بھی بعض روایات سے ثابت ہے اس اعتبار سے حضرت حسن و حضرت حسین کی رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت چار اور تین سال کے ہوتے ہیں۔

سخت مزاج ☆ تخت کابھو کا

حضرت حسین کا امیر یزید سے بیعت نہ کرنا اور کوئی سبائیوں کی دعوت پر خروج کا اقدام حضرت موصوف کا انفرادی فعل تھا یہ بھی واقعات سے ثابت ہے کہ ان دونوں بھائیوں حسن و حسین کی مزاجی کیفیت یکساں نہ تھی دونوں کے نکتہ نظر میں نمایاں فرق تھا آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت حضرت حسن کی عمر چھ سات سال کی تھی حضرت حسن ہمیشہ جتھہ بندی سے علیحدہ رہے اور صلح و مصالحت کے لئے کوشاں برخلاف اس کے ان کے

چھوٹے بھائی کا واقعہ خود انہی کی زبانی اصحاب تاریخ نے بیان کیا ہے۔

حضرت حسین فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر فاروق جب اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ میرے نانا کے منبر سے اتر جائیے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۱۰﴾

حسین کی غلطی کا وبال امت پر پڑا

حضرت حسین نے اپنے خروج میں خطا و غلطی کی جس سے امت میں اختلاف و افتراق کا وبال پڑا اور آج کے دن تک محبت و الفت کے ستون کو جھکا لگا۔

﴿بحوالہ محمد الحضری خارجی صفحہ نمبر ۱۱۶﴾

حسین گو نانا کی کوئی بات یاد نہ تھی

ابن عباسؓ اہل بیت نبوی صلعم کے اکابر میں سے تھے اور ان سب میں تفسیر قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے ایسے ذی مرتبت و اعلم و اعقل اہل زمانہ بزرگ نے جو متفق علیہ خلیفہء وقت کی بیعت میں خود بھی بطیب خاطر داخل تھے اور دوسروں کو بھی جماعت سے وابستگی کی اور تفرقہ سے محترز رہنے کی ہدایت فرماتے۔

اولی الامر کی اطاعت اور اس کے خلاف خروج جواز و عدم جواز کے

بارے میں احکام شریعت حضرت حسینؑ کو یقیناً اسی طرح بتاتے اور سمجھاتے تھے جس طرح دوسروں کو سمجھاتے اور بتاتے تھے۔

کیونکہ یہ چھوٹے نواسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت پانچ ساڑھے پانچ سال کے اتنے صغیر السن اور کم عمر تھے کہ ان کو اپنے مقدس اور بادی برحق نانا کے نہ حالات و معمولات کی کوئی بات یاد نہ تھی نہ زبان مبارک سے سنا ہوا اسلامی سیاست کا کوئی ارشاد یاد۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۰﴾

فریضہ حج ترک کر دیا

معمولی حالات میں تاریخ روانگی کا فرق قابل لحاظ نہ ہوتا لیکن یوم حج سے ایک دن پہلے حضرت حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کا جن کی تعداد سو نفوس کے لگ بھگ تھی فریضہ حج ترک کر کے مسافت بعیدہ کے لئے چل پڑنا ضرور استعجاب کا موجب تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۸﴾

کذا بین

اگر کردار خلیفہ میں کوئی ایسی برائی تھی۔ کیا اس کو معزول کرنا یا اس

کے خلاف خروج کرنا احکام شریعت کے اعتبار سے جائز تھا جیسا کہ کذاذہبی
 باور کرانا چاہتے ہیں تو اس کا بہترین موقع مکہ معظمہ میں تھا جہاں مملکت اسلامی
 کے گوشہ گوشہ سے دیندار مسلمانوں کا اجتماع عظیم موجود تھا نہ کہ صحرا و بیابان کی
 تمیں منزلیں طے کر کے کوفہ میں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۵﴾

حسب نسب کوئی چیز نہیں

مسلمانوں کے حقوق اور ذمہ داریاں یکساں ہیں رشتہ اور نسبتی
 تعلقات کی کوئی تخصیص سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نسبتاً ہاشمی و مطلبی
 ہیں لیکن قرآن میں متعدد جگہ اس کی تحدید کی ہے کہ آپ کو صرف رسالت
 کے زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے

﴿صفحہ نمبر ۱۵۳﴾

آپ کی ذات و لاصفات کو پابندیوں میں نہیں لایا جا سکتا نہ آپ
 نے اپنے خاندان کو اس کی اجازت کہ آپ سے تعلق رشتہ کی بنا پر وہ امت پر
 مسلط ہونے کی کوشش کریں

﴿خلافت معاویہ و بیزید صفحہ نمبر ۱۵۴﴾

سب افراد ملت کے حقوق یکساں ہیں ایک کو دوسرے پر نسبتاً کوئی
 فضیلت نہیں۔

﴿ص ۱۵۴﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی قطعی طور سے ثابت کر دیا ہے کہ حقوق و فرائض میں ہر امتی کی حیثیت یکساں ہے آپ کے نسبتی رشتہ کے چھ حقوق ایسے ہوتے جن کی پاسداری آپ کی عظیم دعوت اور شریعت کے تحت فرض ہوتی تو یقیناً اس کا کچھ نہ کچھ ظہور تو آپ کی زندگی میں ہوتا۔

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ ۱۵۶﴾

سادات کے لئے صدقہ کیوں حرام ہوا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں اتنا اہتمام تھا کہ آپ کے رشتہ داروں پر صدقہ اور زکوٰۃ کا مال لینا حرام قرار دے دیا۔
اتوام عالم کا شعار ہمارے سامنے ہے کہ کس طرح لوگ نسلی برتری کی بنا پر عوام کے صدقات کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور اپنی بارگاہ میں نذر نیاز اس کا نام دیتے ہیں۔

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۱۵۸﴾

حکومت اسلامیہ کے مستقل ذرائع آمد میں بیوہاشم کا کوئی امتیازی

حصہ نہیں

﴿صفحہ نمبر ۱۵۸﴾

بنو ہاشم اور ہندو

خمس اور نے کا یہ حصہ کوئی امتیازی حیثیت نہیں رکھتا اور بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب اس کو اپنا حق نہیں سمجھ سکتے جیسا کہ مثل برہمنوں کا ہندوؤں میں ہے۔ اسلام میں امتیاز پست و بالا کا تصور نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کہ آپ نے سیاسیات اسلامیہ میں رشتہ کی بنا پر ہاشمیوں کے متولی ہونے کا سد باب کر دیا اور ادنیٰ درجہ میں بھی کوئی بات قولاً یا فعلاً نہیں کی جسے بعد کے لوگ حجت پکڑ سکیں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۵۹﴾

سخت مخالفت

حضرت عبداللہ بن جعفر کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت دس اور گیارہ برس کے درمیان تھی یعنی سن تمیز میں شرف صحابیت حاصل تھا تیرہ حدیثیں ان سے مروی ہیں وہ حضرت حسین کے خروج کے سخت مخالف تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۶۶﴾

عون و محمد سو تیلے بیٹے

اور اگر یہ دونوں خود اپنی طبیعت سے یا اپنے عزیزوں کے جبر سے قافلہ کے ساتھ چلے گئے تو سیدہ زینب کے سوتیلے بیٹے تھے اپنے بیٹے نہیں

﴿صفحہ نمبر ۱۶۷﴾

حسین کا سن تمیز

اتنی چھوٹی عمر سن تمیز کی نہیں ہوتی بعض آئمہ نے تو ان کے بڑے بھائی حضرت حسن کو جوان سے سال بھر کے قریب بڑے تھے، زمرہ صحابہ کی بجائے تابعین میں شمار کر لیا ہے

﴿صفحہ نمبر ۱۷۰﴾

جوش انتقام

برادران مسلم کے جوش انتقام نے مجبور کیا کہ سفر جاری رکھیں۔

﴿خلافت معاویہ ویزید﴾

یہ حضرات جوش انتقام سے اگر اس درجہ مغلوب نہ ہوتے کہ صورت حال کا صحیح جائزہ بھی نہ لے سکے اور اس قتل کا جو سیاسی مناقشہ کے حالات میں واقع ہوا تھا ذاتی جھگڑا قرار دے دیا۔

حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجیہ الوداع کے خطبہ میں ابن عم ابن ربیعہ ابن حارث بن عبدالمطلب کا خون بھی معاف کر کے ذاتی انتقام لینے کی رسم کو مٹا دیا تھا افسوس ان کی ضد نے معاملہ کو نازک تر بنا دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۸۹﴾

پناہ گزین بھولا گورنر

مدینہ کے ضرورت سے زیادہ سرلیج الاعتقاد اور بھولے گورنر کی نگرانی سے بچ کر حسین بمعیت عبداللہ بن زبیر مکہ کی سرزمین میں پناہ گزین ہوئے تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۹۴﴾

نا عاقبت اندیش اور شیخی باز

حسینؑ کے دور اندیش دوستوں نے لاکھ منت سماجت کی کہ ایسی خطرناک مہم کے اندر نا عاقبت اندیشانہ اپنے آپ کو جو کھم میں نہ ڈالیں مگر حسینؑ نے جب جاہ کی مہلک ترغیبات پر کان دھرنے کو ترجیح دی اور ان لاتعداد خطوط کی فخریہ طور پر نمائش کرتے رہے اور ان کی تعداد جیسا کہ شیخی سے کہتے تھے کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے مساوی تھی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۹۵﴾

مروان کی حسین سے محبت

اس مکتوب کے الفاظ ہی ظاہر کر رہے ہیں کہ حضرت حسینؑ کی ذات سے حضرت مروان کو کیسی الفت تھی

﴿صفحہ نمبر ۱۹۹﴾

یزید کے ہاتھ میں ہاتھ

جب حضرت حسینؑ کو مدعیان وفاداری کے دعادی کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی اور خروج پر آمادہ کرنے والوں کا پتہ چلا کہ کہاں ہیں اور کیا ہوئے تو آپ نے جان لیا کہ امیر المومنین یزید کی خلافت پر تمام امت متفق ہو چکی ہے اور جماعت کے فیصلے یا عمل کا استحقاق ممکن ہی نہیں تو آپ نے دمشق جانے کے لئے باگ موڑ دی تا کہ آپ اپنے ابن عم یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں

﴿صفحہ نمبر ۲۰۴﴾

بہر حال حضرت حسینؑ کی طہارت طینت کی برکت تھی کہ آپ نے بالآخر اپنے موقف سے رجوع کر لیا

﴿صفحہ نمبر ۲۰۵﴾

حضرت حسینؑ کی یہ سعادت کبریٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خروج الجماعت کے شر سے محفوظ رکھا اور بالآخر اس کی توفیق ارزانی فرمائی کہ جماعت کے فیصلے کی حرمت کو کو برقرار رکھنے کا اعلان کر دیں اقدام خروج میں آپ نے غلطی کی تھی مگر آخر پر وہی کیا جو آپ برادر بزرگوار حضرت حسنؑ کے منشا کے مطابق خیر خواہوں اور ہمدردوں کی رائے کے موافق اور کتاب و سنت کی روشنی میں واجب تھا

قتل حسین جائز تھا

امیر المومنین یزید جو متفق علیہ خلیفہ تھے جن کا پرچم تمام عالم اسلام پر لہراتا تھا اس کے مجاز کیوں نہیں کہ اپنے خلاف خروج کرنے والوں کا مقابلہ کریں حضرت علی مرتضیٰ کی تلوار حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ زوجہ محترمہ حبیبہ رسول صلوٰۃ اللہ علیہا کے خلاف بے نیام ہو سکتی ہے تو حضرت حسین کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھائی جا سکتی۔

ایک خطرناک مکالمہ

یزید نے محمد حنفیہ کو بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر ان سے کہا حسین کی موت پر خدا تمہیں اور مجھے اجر عطا فرمائے بخدا حسین کا نقصان جتنا تمہارے لئے بھاری ہے اتنا ہی میرے لئے بھی ہے اور ان کی موت سے جتنی اذیت تمہیں ہوئی ہے اتنی ہی مجھے بھی ہوئی ہے۔ اگر ان کی موت کا معاملہ میرے سپرد ہوتا اور میں دیکھتا کہ ان کی موت کو اپنی انگلیاں کاٹ کر اپنی آنکھوں میں دے کر مال سکتا ہوں تو بلا مبالغہ دونوں ان کے لئے قربان کر دیتا مگر انہوں نے میرے ساتھ بڑی زیادتی کی اور خونی رشتہ ٹھکرا دیا تھا تم کو ضرور معلوم ہوگا کہ ہم پبلک میں عیب جوئی حسین کی کرتے ہیں بخدا یہ اس لئے نہیں کہ عوام میں خاندان علی کو عزت و حرمت حاصل نہ ہوئی بلکہ اس سے

ہم لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ حکومت و خلافت میں ہم حریف کو برداشت نہیں کر سکتے۔

یہ باتیں سن کر ابن الحنفیہ نے کہا کہ اللہ تمہارا بھلا کرے اور حسین پر رحم فرمائے اور ان کے گناہ معاف فرمائے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ ہمارا نقصان تمہارا نقصان اور ہماری محرومی تمہاری محرومی ہے

﴿بخوالہ بلاذری صفحہ نمبر ۲۰۸﴾

معرکہء کربلا حضرت زین العابدین کی نظر میں

حضرت حسین کے ناکام اقدام خروج پر ہر فریق نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے اظہار خیال کیا۔ لیکن ان کے صاحب زادے حضرت علی بن الحسین زین العابدین کا اس بارے میں جو رویہ رہا۔ اس سے بخوبی ثابت ہے کہ ان کے اہل خاندان اس واقعہ کو ایسا سیاسی اقدام سمجھتے تھے جو مناسب نہ تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۲۰۹﴾

میدان کربلا

کربلا کی سرزمین سرسبز و شاداب زمین تھی اس میں متعدد پانی کے چشمے بہتے تھے اس کے علاوہ ذرا سی زمین کھودنے سے آب زلال و گوار یہاں با آسانی حاصل ہو سکتا ہے

﴿صفحہ نمبر ۲۱۷﴾

جب کربلا کی صحیح وجوہ اس کے محل وقوع اور حسینی قافلہ کے موقع پر
دس محرم سے پہلے نہ پہنچ سکنے کی مندرجہ بالا ناقابل تردید واقعات و حالات کو
پیش نظر رکھا جائے تو محرومی آب کی یہ سب فرضی داستانیں بے حقیقت اور
وضعی ثابت ہوتی ہیں

آیت تطہیر میں حسینؑ شامل نہیں

انتم یرید اللہ لیزمب عنکم الرجس
اہل البیت ویطہرکم تطہیرا

اس آیت میں ازواج نبی کے جن بیوت یعنی گھروں کا ذکر ہے وہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکونہ گھر تھے وہی تو مہبط وحی تھے۔ وہیں
تو آیات قرآنی کا نزول ہوتا تھا۔ وہی تو فرشتوں کے اترنے کی جگہ تھے۔ ان
ہی بیوت میں آپ کے ساتھ سکونت رکھنے والی آپ کی ازواج مطہرات ہی تو
تھیں جن کو اہل بیت کہہ کر آیت تطہیر میں مخاطب کیا گیا ہے۔ آپ کے
مسکونہ گھروں میں نہ آپ کے چچا عباس رہتے تھے اور نہ ہی آپ کے داماد علی
اور نہ ہی ان کی بیٹی اور نہ ہی ان کی اولاد۔

صاحب روح المعانی نے صحیح کہا ہے کہ اہل بیت البیت میں الف
لام عوض مضاف الیہ کے آیا ہے یعنی بیت النبی اور اس سے مراد صاف طور پر
مٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے گھر تھے نہ کہ قرابت و نسب کے گھرانے۔

﴿مقدمہ خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۳۶﴾

غرضیکہ آیت تطہیر محض اور صرف ازواج مطہرات کے بارے میں ہے اور جس کے بارے میں ہے اور جس سے پاکی کا وعدہ ان ہی امہات المؤمنین سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دوسرے نسبتی قرابت دار کو خواہ وہ بچا ہو یا داماد ر جس سے پاک کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی وعدہ فرمایا ہے اور نہ اس آیت کا اطلاق ان میں سے کسی پر ہے اور نہ ہو سکتا ہے

﴿صفحہ نمبر ۷۳﴾

آیت مباہلہ میں حسین شامل نہیں

سید رشید رضانے تفسیر لقرآن میں آیت مباہلہ کے سلسلے میں وضعی روایتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان روایتوں کا منبع و مصدر شیعہ ہیں ان روایتوں کی اشاعت حتی الامکان کی گئی ہے یہاں تک کہ اہل سنت میں سے بھی کثیر تعداد متاثر ہوئی مگر ان روایتوں کو وضع کرنے والوں میں اس آیت پر تطبیق عمدگی کے ساتھ نہیں کی کوئی عرب نساء کا لفظ اور کلمہ اپنی زبان پر اس طرح نہیں لاسکتا کہ مراد اسکی اس لفظ سے بیٹی سے ہو خاص کر جب اس بیٹی کے شوہر بھی موجود ہوں اور نہ ان کی لغت میں اس لفظ کا یہ مفہوم پیدا ہو سکتا ہے۔

اور اس سے بعد بات یہ ہے کہ **انفسنا** سے مراد علی کی ذات سے لی جائے علاوہ بریں یہ بات یہی ہے کہ نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی نہ انکی بیویاں تھیں اور نہ ان کے بیٹے اور اولاد نہ مباہلہ ہوا نہ مباہلہ کی شرائط کہ عیسائی جب تک اپنی بیویوں اور بیٹوں کو نجران سے نہ بلا لیتے پوری ہوتیں تو آپ اپنی ازواج مطہرات اور اپنے فرزند ابراہیم کو ساتھ لیتے نہ کہ بیٹی اور نواسوں کو جن پر اس آیت کے لفظ **نساء** و **ابناء** ناکا اطلاق نہیں ہو سکتا جیسا کہ مفتی محمد عبیدہ اور علامہ رشید رضا نے فرمایا ہے **نساء** کا لفظ کوئی عرب بیٹی کے لئے استعمال نہیں کر سکتا اور ابن کا لفظ نواسہ کے لئے نہیں ہو سکتا

﴿مقدمہ خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۳۸﴾

خارجی اپنے آقا و مولا یزید کے

حضور میں

کتاب رشید ابن رشید کے اقتباسات

امیر المومنین سیدنا یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ و صلی اللہ امیر المومنین یزید

﴿رشید ابن رشید صفحہ اول﴾

اجماع ہوا اصحاب کا خلافت یزید پر
اب کلمہ اختلاف اپنا یا نہ جائے گا

امیر و امام تھے وہ اصحاب رسول کے
رحمت کا یہ نشان مٹا یا نہ جائے گا

سالار فوج مغفور لھم کا مرتبہ
کوئی بھی ہو کسی سے گھٹا یا نہ جائے گا

محبوب اہل بیت ہیں ابن معاویہ
پرچم کسی سے ان کا گرایا نہ جائے گا

ابن سبا کی نسل سن لے یہ واشگاف
نام یزید ان سے مٹایا نہ جائے گا

﴿ کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۳ ﴾

صحابہ کا امام

صحابہ کرام کے بعد امیر المؤمنین یزید کی ذات اس کی بہت ہی زیادہ
مستحق ہے کہ آپ کو رضی اللہ تعالیٰ کہا اور لکھا جائے صحابہ کرام کی شان و بزرگی
کے پیش نظر اور ان کے بزرگوں کے مرتبے اور عزت کی خاطر ان کے امیر و
امام (یزید) کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا بے حد لازمی ہے ورنہ ان بزرگوں کی
شان میں گستاخی ہوگی۔

محد ثین پر تہمت

اس حقیقت اور پر تمام محدثین اور اہل حق متفق ہیں کہ امیر المومنین یزید نے جہادوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پھر ان آیات اور آنحضرت کی بشارت مغفور لهم کے پیش نظر کیوں نہ صحابہ کرام کے امیر کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جائے۔

﴿ کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۴۲-۵ ﴾

اقبال پر بہتان

اس کتاب کے صفحہ نمبر ۷ پر جلی قلم سے ایک عنوان لکھا ہے حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اور واقعہ کربلا پر پھر شہر لکھا ہے:-
 ذرا سی بات تھی اندیشہء عجم نے اسے
 بڑھا دیا اسے فقط زریب داستاں کیلئے

﴿ اقبال ﴾

یزید حق پر تھا

امیر المومنین یزید حق پر اور سیدنا حسینؑ کے قتل سے راضی تھے تمام صحابہ جو اس وقت دنیا میں تشریف فرما تھے۔ سب نے بخوشی یزید کی بیعت قبول کی تھی اس وقت کے تمام مسلمان مع حسینؑ اور ابن زبیر اور خاندان

نبوت کا ہر فرد امیر المومنین یزید کو نیک کردار اور دیندار سمجھتا تھا۔

حضرت علی اور یزید کا موازنہ

سیدنا علی کی خلافت پانچ سال کے قریب ہے اور امیر المومنین کی

خلافت بھی تقریباً چار سال ہے اگر ان دونوں خلفاء کے عہد خلافت کا پچھتم انصاف مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہو سکے گا کہ آیا باعتبار اجتماع اتحاد و اخوت کے نیز بلحاظ تحفظ نفوس مسلمین اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیوں کے ملت اسلام کو سیدنا علی کے زمانہ کی خانہ جنگیوں اور اندوہناک خون ریزیوں سے تقویت پہنچی یا امیر المومنین یزید کے حسن انتظام سے۔

﴿کتاب مذکورہ ۲۲-۲۳﴾

اس سے آگے چل کر لکھا ہے!

کہ بدیں جبہ اگر کوئی شخص میری اس تالیف سے سیدنا علی اور امیر یزید کی شان کا تقابل سمجھے تو وہ تعصب سے کام لے گا۔

آل رسول

امیر المومنین یزید اور تمام تابعین عظام اور تبع تابعین اور باقی تمام نیک مسلمان جو گزر چکے ہیں اور جو آنے والے ہیں سب آل میں داخل ہیں جب آپ کہیں گے اللھم صلی علی محمد و آل محمد تو یہ سب کے

ئے نیک سفارش ہوگی۔

گستاخ

جو لوگ صحابہ کرام کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی صحابہ کرام کے امیر (یزید) کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

﴿ کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۳۸ ﴾

بیعت یزید کرنے والے

سیدنا عباسؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا جعفر طیارؓ، سیدنا علیؓ بلکہ سیدنا حسینؓ ان سب بزرگوں کی اولاد نے امیر المومنین یزید کی بیعت کی۔ اور حکومت کے کام میں ہر قسم کا تعاون فرمایا اور دنیاوی فوائد حاصل کئے یہ بزرگ امیر کے خلاف کسی قسم کی گستاخی سننے کو تیار نہ تھے۔

﴿ کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۳۸ ﴾

واقعہ کر بلا

کوفیوں اور مسلم بن عقیل کے بھائیوں کے ناقبت اندیشانہ جذبے سے یہ دل دہلا دینے والا واقعہ پیش آیا جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فتنوں کے سیلاب بہا دیئے۔

﴿ کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۳۹ ﴾

سبیل سکینہؓ

حیدرآباد، پرنٹ نمبر ۸۰۱

یزید پاک

امیر المومنین یزیدؓ جن کو اللہ تعالیٰ نے رہبر اعظم محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے پاک فرمایا ہے

﴿صفحہ نمبر ۲۲﴾

یزید پر اعتراض کا مطلب

امیر المومنین یزید پر اعتراض کرنے کا واضح طور پر مطلب یہ ہے کہ
ہم صحابہ پر اعتراض کر رہے ہیں

﴿صفحہ نمبر ۷۸﴾

صحابہ پر بہتان

یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم نوازی ہے کہ اس نے اسلام کی
بہتری کیلئے صحابہ کرام کے دلوں میں یہ بات پیدا کر دی ہے کہ آئندہ سیدنا
معاویہ کے بعد خلافت کا اگر ابھی سے فیصلہ کر دیا جائے تو یہ بہت ہی بہتر ہوگا
ان حالات کے مد نظر آنحضرت صلعم کے جانشینوں نے یزید کو ولی عہد کے لئے
منتخب فرمایا۔

﴿کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۸۳﴾

یزید کی ولی عہدی ابن کثیر سے دھوکا

بن عہدی کے سلسلہ میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ تمام اسلامی دنیا نے متفقہ طور پر امیر یزید کی بیعت کر کے ثابت کر دیا تھا کہ امت مسلمہ امیر المومنین یزید کی خلافت پر خوش تھی۔

لکھتے ہیں کہ تمام اسلامی علاقوں میں لوگوں نے بلا کسی اختلاف کے بیعت کی اور وفود ہر جگہ سے توحید بیعت کے لئے امیر یزید کے پاس حاضر ہوئے۔

﴿صفحہ نمبر ۸۰ جلد نمبر ۸ البدایہ والنہایہ﴾

اسے بے ایمانی اور بے حیائی کی انتہا کہہ لیجئے کہ اصل عبارت کا ایک جملہ بھی نہیں لکھا اور ترجمہ جو جی میں آیا لکھ دیا اور جو جی میں آیا نتیجہ نکال لیا۔

یزید سب سے افضل

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ امیر یزید کے انتخاب پر متفق تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۹۱﴾

امیر المومنین یزید کا خلیفہ ہونا ضروری تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۲﴾

امیر المومنین یزید اس وقت کے تمام لوگوں سے علم و حلم اور رائے

میں افضل تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۹۳﴾

مسلمانوں کی بہتری اور رفاہیت امیر یزید کو خلیفہ بنانے میں ہی تھی

﴿صفحہ نمبر ۹۳﴾

امیر المومنین یزید کو نامزدگی پر شرعی حجت قائم ہو چکی تو اس پر

اعتراض کیوں۔

﴿صفحہ نمبر ۹۴﴾

امیر المومنین یزید کو خلیفہ نامزد کرنے میں صحابہ کرام نے اتفاق فرمایا

اور کسی نے بھی اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۴﴾

یزید نہ ہو تا تو تبلیغ اسلام ختم ہو جاتی

ان حالات سے ثابت ہوا کہ امیر المومنین یزید کے علاوہ کسی

دوسرے کو مسند خلافت پر لایا جاتا تو قوم میں وہ خانہ جنگی ہوتی کہ جمل صفین

کی دل دہلا دیئے والی خانہ جنگیوں سے بھی زیادہ مسلمان قوم تباہ و برباد ہوتی

اور اسلام کی تبلیغ کے تمام ذرائع مسدود ہو کر رہ جاتے۔

﴿صفحہ نمبر ۹۵﴾

یزید کی شان میں قرآن

امیر المؤمنین یزید کی امارت اللہ تعالیٰ کا انعام تھا اللہ تعالیٰ نے
قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے

وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصلحت
يستخلفنهم في الارض الى آخر الاية

ترجمہ !

اللہ تعالیٰ نے وعد فرمایا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور
نیک کام کئے انہیں یقیناً اللہ تعالیٰ حکومت عطا فرمائے گا۔ (النح)
﴿صفحہ نمبر ۹۷﴾

امہات المؤمنین پر بہتان

آنحضرت ﷺ اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواج مطہرات امیر یزید کی
خلافت پر متفق تھیں۔

اصحاب عشرہ مبشرہ پر بہتان

اصحاب عشرہ مبشرہ بھی امیر یزید کی خلافت پر خوش تھے سیدنا سعد بن
ابی وقاصؓ آپ آنحضرت صلعم کے ماموں ہیں آپ نے سیدنا علیؓ کی بیعت نہیں
کی لیکن امیر یزید کی ولیعهدی سے اتفاق کیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۹﴾

ابو ایوب انصاری پر بہتان

سیدنا ابو ایوب انصاریؓ آپ جلیل القدر صحابی اور میزبان رسولؐ پاک ہیں اور قسطنطنیہ کی مغفور فوج میں امیر یزید کی قیادت میں شریک تھے امیر یزید کی ولیعہدی پر متفق تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۰۰﴾

اقبال کا ایک شعر

انہیں فتوحات کی خوشی میں ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم اپنے سابقوں اسلاف کا نام فخریہ طور پر لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بجز ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

(آگے چل کر لکھا کہ) اس کا سہرا امیر المومنین یزید کے سر ہے

کیونکہ یہ مہم آپ ہی کی خلافت آپ ہی کی خواہش اور آپ ہی کے مقرر کردہ جرنیل کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۱۹﴾

واقعہ کربلا سبائیوں کی شرارت ہے

امیر المومنین یزید کی مدت خلافت پونے چار سال ہے جس میں واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے سوا کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ جس میں حادثہء کربلا خانہ جنگی یا بغاوت کسی صورت بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ اسلام دشمن سبائیوں کی

شرارت کا نتیجہ تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۰﴾

واقعہ حرہ اہل مدینہ کی شرارت ہے

رہا واقعہ حرہ تو اس میں کوئی بھی ذمہ دار بزرگ شامل نہ تھا سیدنا علی کے خاندان سے ایک فرد بھی اس کی تائید میں نہ نکلا۔ نہ ہی کوئی بنی عباس اور نہ کوئی فاروقی و ہاشمی اس فتنہ میں مبتلا ہوا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۱﴾

اس ہنگامہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی معمولی جانی نقصان ہوا بقول جلال الدین سیوطی کے کل تین سو ساٹھ مسلمان واقعہ حرہ میں مارے گئے اہل نظر جانتے ہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک شہر (مدینہ منورہ) کے چند ہزار لوگوں کی شرارت کو بغاوت یا جنگ کا نام نہیں دیا جاسکتا ان دونوں حادثوں میں زیادہ سے زیادہ چھ سو کے قریب مسلمان کام آئے

﴿خلافت معاویہ یزید﴾

حصہ دار

آپ کے عہد میں اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا ہی چلا گیا اور اسلام کامیابی سے دنیا میں پھیلتا ہی چلا گیا اور یہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کی مرضی تھی۔

سیدنا ابو ایوب انصاریؓ آپ جلیل القدر صحابی اور میزبان رسولؐ پاک ہیں اور قسطنطنیہ کی مغفور فوج میں امیر یزید کی قیادت میں شریک تھے امیر یزید کی ولیعہدی پر متفق تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۰۰﴾

اقبال کا ایک شعر

انہیں فتوحات کی خوشی میں ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم اپنے سابقوں اسلاف کا نام فخریہ طور پر لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

(آگے چل کر لکھا کہ) اس کا سر امیر المومنین یزید کے سر ہے

کیونکہ یہ مہم آپ ہی کی خلافت آپ ہی کی خواہش اور آپ ہی کے مقرر کردہ

جر نیل کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۱۹﴾

واقعہ کربلا سبائیوں کی شرارت ہے

امیر المومنین یزید کی مدتِ خلافت پونے چار سال ہے جس میں

واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے سوا کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ جس میں حادثہء کربلا خانہ

جنگلی یا بغاوت کسی صورت بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ اسلام دشمن سبائیوں کی

شرارت کا نتیجہ تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۰﴾

واقعہ حرہ اہل مدینہ کی شرارت ہے

رہا واقعہ حرہ تو اس میں کوئی بھی ذمہ دار بزرگ شامل نہ تھا سیدنا علی کے خاندان سے ایک فرد بھی اس کی تائید میں نہ نکلا۔ نہ ہی کوئی بنی عباس اور نہ کوئی فاروقی و ہاشمی اس فتنہ میں مبتلا ہوا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۱﴾

اس ہنگامہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی معمولی جانی نقصان ہوا بقول جلال الدین سیوطی کے کل تین سو ساٹھ مسلمان واقعہ حرہ میں مارے گئے اہل نظر جانتے ہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک شہر (مدینہ منورہ) کے چند ہزار لوگوں کی شرارت کو بغاوت یا جنگ کا نام نہیں دیا جاسکتا ان دونوں حادثوں میں زیادہ سے زیادہ چھ سو کے قریب مسلمان کام آئے

﴿خلافت معاویہ یزید﴾

حصہ دار

آپ کے عہد میں اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا ہی چلا گیا اور اسلام کا میاں بی سے دنیا میں پھیلتا ہی چلا گیا اور یہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کی مرضی تھی۔

آپ کے عہد کی فتوحات نے ثابت کیا کہ امیر المومنین یزید دین حق کو دنیا میں پھیلانے کے پورے پورے حصہ دار ہیں

﴿صفحہ نمبر ۱۲۲﴾

پیدائشی جنتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر میری امت کی جو پہلی فوج جہاد کرے گی وہ مغفور ہے امیر یزید اس فوج کے سالار تھے۔ اسلئے آپ پیدائشی جنتی ہیں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۱۳﴾

امیر المومنین

تمام صحابہ جو اس وقت دنیا میں حیات تھے سب نے امیر خلافت کی بیعت کی اور امیر کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کیا۔

﴿صفحہ ۱۳۱﴾

حق بجانب

امیر المومنین یزید وہ خوش قسمت انسان ہیں کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک ادنیٰ غلام ہونے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسی صفت سے نوازا جس پر آپ بجا طور پر فخر کرنے پر حق بجانب ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ آپ کے نائبوں کے دست حق پرست پر

خلافت کی بیعت کر کے ان کو اپنا امیر و امام تسلیم کرنے والوں میں ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو ان بزرگوں سے کسی طور پر بھی افضل ہو لیکن امیر المؤمنین یزید کی بیعت کر کے آپ کو امیر و امام تسلیم کرنے والوں میں بہت ہی بلند مقام رکھنے والی اکثر ذیشان ہستیاں موجود تھیں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۲﴾

افسانہ تراشی

امیر المؤمنین یزید دین حق کے خادم اور امت مسلمہ کے خلیفہ بنے اور لوگوں پر خدا کے حکم کو نافذ کیا۔ دنیا کی اصلاح میں حصہ لیا اور اسلام کو دنیا میں پھیلا یا گویا اللہ کے بندوں کو فیض پہنچایا۔ اسلامی سرحدوں کو وسیع کیا لہذا قرآن کریم کے اصول کے مطابق فلاح و نجات پانے والے وہی لوگ ہیں جو حق کا بول بالا کرتے ہیں رہا کر بلا کے مظالم اور بد اعمالیوں کا معاملہ تو یہ کوئی تفرقہ بازوں کی افسانہ تراشی ہے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۲﴾

مدینہ منورہ سے یزید کی محبت

اہل نظر کیا یزید کے ایسے سلوک سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ آپ کو مدینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حد سے زیادہ انس اور محبت تھی وہ لوگ جو آپ پر ہتھتیں لگاتے ہیں انصاف سے کہیں کہ امیر المؤمنین یزید کو

مدینہ رسول اور اہل مدینہ سے کس قدر محبت تھی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۶۹﴾

باپ نے جان دے دی بیٹے نے بیعت کر لی

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتا ہے کہ آپ نے امیر المومنین یزید کی اہلیت اور صلاحیت اور ان کے حسن سلوک و پدرانہ شفقت اور ملی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے بیعت خلافت کی تھی۔ کو فیوں کا کردار آپ کے سامنے تھا اس لئے انہیں ساری عمر منہ نہ لگایا حالانکہ کوفی جناب زین العابدین کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے حد سے زیادہ زور صرف کرتے رہے یہ سب باتیں تاریخ اسلام سے اچھی طرح ثابت ہیں۔۔۔ آپ نے امیر المومنین یزید سے خلافت کی بیعت کر کے ہر طرح سے تعاون فرمایا اور واقعہ حرہ میں بلوایوں سے علیحدہ رہے اور بغاوت سے پہلے امیر المومنین کو ہر بات سے باخبر رکھا اور اپنے آپ کو باغیوں سے ہر طرح سے علیحدہ رکھا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۷۷﴾

عمر بقرہ دعائیں دیتے رہے

مزید لکھا ہے!

بلکہ امیر المومنین یزید کا حسن سلوک اور پدرانہ برتاؤ دیکھ کر عمر بقرہ

دعائیں دیتے رہے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۷۵﴾

یزید کی تعظیم

ثابت ہوتا ہے کہ علی بن حسینؑ (امام زین العابدین) امیر یزید سے نہایت تعظیم اور عزت سے پیش آیا کرتے تھے۔

رشتہ داری

امیر المومنین یزید اپنا پیوند ابی طالب کے گھر بھی جوڑنے میں کامیاب رہے مثلاً سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب آنحضرت صلعم کے منہ بولے بیٹے اپنی دختر نیک اختر سیدہ ام محمد کا نکاح امیر المومنین یزید سے کرتے ہیں۔

ہرد لعزیزی

امیر المومنین یزید کو عوام میں مقبولیت اور ہردلعزیزی حاصل تھی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۵۷﴾

خلیفہ برحق

جس نے خانہ کعبہ پر دیبائے خسروی کا غلاف چڑھانے کی مبارک رسم کی ابتداء کی وہ امیر المومنین یزید ہی تھے ان کے خلیفہ برحق ہونے میں

کوئی کسباتی ہے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۶۴﴾

عبد اللہ بن جعفر طیار پر بہتان

آپ سیدہ زینب بنت علی کے خاوند ہیں جو واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ ابن جعفر نے امیر المومنین یزید سے پہلے ولیعہدی کی پھر خلافت کی بیعت کی اور آخری دم تک اس پر مستحکم رہے آپ نے ایک دفعہ امیر المومنین یزید سے واقعہ کربلا کے بعد فرمایا تھا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں؛

﴿صفحہ نمبر ۱۶۹﴾

عیسا ئیوں کا یزید

یزید حد درجہ حلیم و کریم سنجیدہ و متین غرور اور خود بینی سے مبرا اپنی ذات میں زبردست رعایا کے محبوب تزک و احتشام شاہی سے متنفر عام شہریوں کی طرح سادہ زندگی بسر کرنے والے مہذب انسان تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۷ بحوالہ عیسائی مورخ﴾

مجسمہء خصائل

امیر یزید کی ذات میں بہت اچھی خصالتیں حلم و کرم فصاحت و شعر گوئی اور شجاعت و بہادری کی تھیں نیز حکومت کے معاملات میں بہت عمدہ رائے رکھتے تھے۔

نا محمود عباسی کے قصیدے یزید کی شان میں

قارئین کو ہم بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ابن یزید کی کتاب رشید ابن رشید کے تمام تر حوالہ جات جو آپ ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں نا محمود عباسی کی کتاب خلافت معاویہ و یزید کے صفحہ نمبر ۴۵ سے صفحہ نمبر ۷۶ سے اخذ کئے ہیں صرف انداز تحریر جاہلانہ ہے باقی سب کچھ وہی ہے جو عباسی نے لکھا ہے۔

اس لئے ہم ان حوالہ جات کا دوبارہ اعادہ نہیں کریں گے البتہ جب ان پر بحث ہوگی تو پھر یہ سب کچھ سامنے لانا ہی پڑے گا یہاں پر عباسی کے شان یزید (لعین) میں لکھے ہوئے عربی قصائد کے کچھ حصہ کا ترجمہ پیش کریں گے اور یہ ترجمہ بھی اسی کا ہے جن سے قارئین کو معلوم ہو جائے گا کہ ان لوگوں کی نگاہ میں خدا اور رسول کے بعد اگر کوئی مقام ہے تو وہ یزید پلید

کے لئے مخصوص ہے، چونکہ ان قصائد کا ہر جملہ بذات خود ایک عنوان ہے اس لئے متعدد عنوانات قائم کرنے کی بجائے صرف یہی ایک عنوان رکھا جاتا ہے

قصیدے یزید کے

☆۔ ہم نے عید کی خوشی سے اس قدر لطف اٹھایا جس طرح امیر یزید نے سخاوت و بخشش سے۔

☆۔ کیا مشک کی خوشبو یزید کے شیریں اور خوشبودار اخلاق سے زیادہ خوشگوار ہے۔

☆۔ غیر مغلوب یزید میدان جنگ سے اموال غنیمت ہی لیکر لوٹتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ثناء آپ لوگوں کے حق میں عفو و مغفرت کی بشارت دی ہے۔

☆۔ وہ لوگ جن کی ساری خطائیں دوزخوں (دجلہ و فرات) میں دھل گئیں۔

☆۔ آپ لوگوں نے کفرستان کو منور کرنے کے باعث اپنے اوپر فردوس واجب کر لیا۔

☆۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے امیر یزید کی قیادت میں

جہاد کیا۔

☆۔ ان پاک طینت مجاہدین میں حضرت حسین بھی تھے۔

☆۔ تمام بڑے بڑے ائمہ وقت نمازوں اور مقدموں میں ہمیشہ

امام و فیصل بناتے۔

☆۔ یزید سے بڑھ کر مظلوم کوئی نہیں۔

☆۔ یہاں تک کہ تمام لوگوں نے بے چون و چرا تہہ دل سے آپ

کی ولی عہدی کی بیعت کی۔

☆۔ زمین کی ولی عہدی کے دس سالہ دور میں آپ نے سارے

فخر کمالات حاصل کر لئے۔

☆۔ ایک جماعت ان کی فطری خوبیوں سے بیزار ہو کر بے وفائی

پر آمادہ ہو گئی۔

☆۔ آپ عرب کے پرہیزگار شہسوار اور قوم کے محبوب ہیں۔

☆۔ آپ کی خلافت میں شک کرنے والا خلفائے راشدین کی

خلافت میں شک کرنے والے کے مشابہ ہے۔

☆۔ ان کے والد محترم نے جمہوریت سوزی کے اندیشہ سے ان

کی ولایت کو پسند کیا۔

☆۔ اس شہسوار عرب کی ولایت میں اڑھائی سو سے زیادہ صحابی

تھے۔

☆۔ امیر المومنین یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مساویانہ برتاؤ فرماتے تھے۔

☆۔ ان کے عزائم پہاڑ کی طرح اٹل اور ہمتیں فضا کی طرح وسیع تھے۔

☆۔ اپنے پرہیزگار آباؤ اجداد کی طرح داد و دہش میں بحرِ تلامح کے مشابہ ہیں۔

☆۔ آپ کے پاس وفود آتے اور گلہائے مراد سے دامن بھر پور واپس لے جاتے۔

☆۔ جبکہ غشی الطبع خراٹے بھرتے ہیں وہ ہشیار جاگتار ہوتا ہے۔

☆۔ تحمل اور بردباری پھول اور مقابلے میں زمانے کی طرح تیز رفتار۔

☆۔ درحقیقت بنو حرب کے تم ہی پر امید فرد ہو جنہوں نے بڑے بڑے لوگوں کے خواب جھٹلا دئے۔

☆۔ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے خاندان اور صحابیوں سے عاشق کی طرح سے محبت تھی جو محبت کے حق کو پورا کر دیا کرتا ہو۔

☆۔ اس لئے آپ حضور کے گھر کے پڑوسیوں پر قربان تھے۔

☆۔ بڑوں کے بادشاہ یزید کی طرح دنیا دینہ پر قربان ہو جائے (اور میں بھی) اس مسند نشین شیر کی طرح اس بہترین سر زمین پر قربان

ہو جاوں۔

☆۔ آپ کے پاس بیوہ اور مکاتب غلام اور لونڈیاں پناہ پاتے

تھے۔

☆۔ بنو سہم، بنو جحج، اور بنو عدی آپ پر قربان تھے۔

☆۔ امیر المومنین اپنے ہاتھوں سے ڈول کی طرح علی ابن حسین

رضی اللہ عنہ کو نوازا کرتے تھے اور علی بن حسین (زین العابدین) بھی یزید

سے حد درجہ مانوس تھے اور دشمنوں کی پراسرار شراکتوں کی اطلاع آپ کو پہنچایا

کرتے تھے۔

☆۔ امیر المومنین یزید بچوں والی ماں کی طرح ان لوگوں سے لاڈ

پیار کرتے تھے۔

☆۔ امیر المومنین لوگوں کو اتنا کھلاتے پلاتے اور دلجوئی کرتے کہ

لوگ انہیں کمزور سمجھنے لگے۔

☆۔ چچلاتی دھوپ میں امیر المومنین کا صحت پر در سایہ پناہ بخش تھا۔

☆۔ بزرگان صحابہ کی طرح آپ حد درجہ خوددار پر وقار کریم النفس

اور شریف الطبع تھے۔

☆۔ امن و جنگ ہر حالت میں آپ بزرگی و شرافت کی بہترین

مثال تھے۔

☆۔ آپ پر لعن طعن کرنے والوں کے ساتھ محمدی منافقوں جیسا

برتاؤ ہونا چاہئے۔

☆۔ قلب مومن کے نور ایمانی کی طرح اے امیر المؤمنین یزید آپ ہمیشہ منور رہیں گے۔

☆۔ آپ نے بحیثیت امیر لوگوں کو تین دفعہ حج کرایا، آپ پر امیر و غریب سب قربان ہوں۔

☆۔ آپ زبردست عالم، فقیہ اور حافظ قرآن تھے۔ آپ نے پاک نصوص سے روایتیں کی ہیں۔

☆۔ آپ سنگین سے سنگین معاملات میں حلم و بردباری کے پیکر تھے۔

☆۔ آپ نے بدترین جھوٹ کرنے والوں کو بھی ہلاکت کی سزا دینا گوارا نہیں فرمائی، بلکہ آپ نے ابن حسان و ابن ہبلن جیسے جھوٹوں کے عطیات دگنے کر دیئے۔

☆۔ آپ وقت مقابلہ شیر رحم دل انصاف پرور اور موتیوں کی بارش کرنے والے ہیں۔

☆۔ اعمال میں تقویٰ کی فضیلت کی طرح آپ حکومت کے سربراہوں میں افضل ترین ہیں۔

☆۔ آپ امت اور امور مملکت کے بہترین منتظم اور مدبر ترین انجینئر ہیں۔

- ☆ پاکیزہ نفسوں کی طرح آپ زہد و تقویٰ کا ایثار کرتے۔
- ☆ تعجب ہے کہ صحابی جیسی شخصیتوں کو فاجر بنا دینا دین کی بنیاد قرار پاتا ہے۔

﴿ماخوذ، خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۵۳۶ تا ۵۶۰﴾

حیدرآباد علیحدگی آباد پوسٹ نمبر ۱۰۱

تین کانے

ہمارے سامنے خوارج اور نو اصب کے متعدد ٹریکٹ اور کتابچے بکھرے پڑے ہیں جن کا ایک ایک جملہ عداوت اہلبیت کا غماز ہے اور ایک ایک لفظ سے بغض و کینہ کی بو آتی ہے ہماری تحقیق کے مطابق یہ تمام تر متعصن مواد نامحمود عباسی کی شراغینز کتاب خلافت معاویہ و یزید سے ہی حاصل کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ ان تمام جہلا کی تحریروں کو سامنے لایا جائے، کیونکہ ان سب میں ایک ہی ابلیسی روح کارفرما ہے۔ البتہ دو کتابیں مزید ایسی ہیں جن کی چند عبارات پر توجہ دینا ضروری سمجھا گیا ہے اور اس کی کچھ وجوہات بھی ہیں ان میں سے ایک کتاب کا نام رشید ابن رشید ہے جس کے کئی حوالے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس کے مصنف یا مولف نے خود کو ابو یزید کی کنیت سے متعارف کرایا ہے حالانکہ یزید پلید سے اس کی والہانہ عقیدت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ خود کو ابن یزید لکھتا۔

بہر حال ہم اس کی اس بھول چوک کو معاف کرتے ہیں اور خود اسے

ابن یزید ہی کے نام سے یاد کریں گے۔

اگرچہ اس کی کتاب کا متعدد بہ حصہ نامحمود عباسی ہی کی تحریروں کا چربہ ہے تاہم اس نے کچھ خوفناک اضافے بھی کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے اسلاف خوارج کی طرح قطعی طور پر بے محل اندھا دھند قرآن مجید کی مقدس آیات نقل کرتا چلا گیا ہے اور پوری کتاب میں ایک آیت بھی ایسی نہیں پیش کی گئی جس سے اسکے استدلال کو تقویت ملتی ہو بہر حال یہ انکشاف ہم کسی دوسرے مقام پر کریں گے کہ کس طرح خارجی اپنے ابتدائی دور میں قرآن مجید کی آیات مقدسہ کو بلاوجہ اور بے محل پیش کیا کرتے تھے۔ اور کس طرح اس نے اپنے آباء اجداد کی تقلید میں قرآن کریم کو کھلونا بنانے کی کوشش کی ہے علاوہ ازیں اس نے ترجمان اہلسنت علامہ اقبال کے کلام کو بھی کہیں کہیں گواہ بنانے کی کوشش کی ہے اور خاص بات اس میں یہ ہے کہ اس کتاب پر خارجی و بابیوں اور خارجی دیوبندیوں کے چند مولویوں کے بھی تصدیقی دستخط ہیں۔

دوسری کتاب جس کے چند نمونے ہم پیش کرنے والے ہیں کا نام سادات بنو امیہ ہے اور اس مولف کا نام محمد سلیمان ہے یہ کتاب اس نے کسی محب اہل بیت کی تردید میں لکھی ہے اور اندازتحریر انتہائی کریمہ اور سوقیانہ ہے ہم اس کتاب کو زیر بحث کبھی نہ لاتے اگر اس کا تعارف نامحمود عباسی نے نہ لکھا ہوتا۔

چونکہ فتنہ عداوت اہلبیت کا محرک محض عباسی ہے اور پاکستان و ہندوستان میں یہی پہلا فتنہ انگیز اور مرکز شرف و فساد ہے اس لئے بالواسطہ یا بلا واسطہ ہمارا مخاطب یہی رہے گا اس کو فتنہ باز اول ہم محض قیاسی طور پر ہی نہیں کہہ رہے بلکہ اس کی اپنی عبارت ہی سے مترشح ہوتا ہے کہ پاکستان میں عداوت آل رسول اور جماعت یزید پلید کا بیڑا اول اول اسی ملعون نے اٹھایا تھا چنانچہ یہ اپنی تلبیسات میں رقم طراز ہے کہ ہزہائی نس سر آغا خان نے اپنی ایک تحریر میں فرمایا تھا کہ !

پاکستان بنا ہی یزید کیلئے ہے

دنیاۓ اسلام کی صدیوں کی تباہی کے بعد پاکستان بحیثیت سب سے پہلی عظیم ترین اسلامی مملکت کے عالم وجود میں آیا ہے اس لئے یہ موزوں ترین وقت ہے کہ اسلامی تاریخ کے اس عظیم الشان دور یعنی ہنوا میہ کے درخشاں دور صد سالہ کی سچی تاریخ لکھ کر پبلک کے سامنے پیش کی جائے، مصر و شمالی افریقہ میں تو اس قسم کی تالیف کی اس سے بہت کم ضرورت ہے کیونکہ مصر اور شمالی افریقہ کے (مسلمانوں) نے اس تشکیلی دور کی عظمت کو فراموش نہیں کیا۔

﴿خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۵۹-۶۰﴾

آگے چل کے لکھا ہے راقم الحروف کو اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہے

اور مدت دراز ہے اس دور کے بعض اہم واقعات کی تحقیق و تفتیش میں ہمت مصروف رہی محترمی ڈاکٹر عبدالحق بابائے اردو کی فرمائش سے کتاب الحسین پر مختصر تبصرہ رسالہ اردو۔ جنوری ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا پھر یہ تبصرہ رسالہ تذکرہ کراچی میں دو سال تک شائع ہوتا رہا اور اس سلسلہ میں بارہ قسطیں راقم الحروف کی شائع ہوئیں چند ہی قسطیں شائع ہونے پر پاکستان اور بھارت کے ہمت افزا اور ستائشی خطوط بکثرت آنے شروع ہو گئے جن میں سے اکثر میں یہ تقاضا تھا کہ ان مضامین کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔

﴿خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۶۳﴾

۔ (شمالی افریقہ وغیرہ چونکہ خوارج و نواصب کا شروع ہی سے مرکز رہا ہے اس لئے وہاں اس کتاب کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ (مصنف)

مختصر یہ کہ پاکستان میں فتنہ خارجیت کا بانی نامحمد عباسی ہی کو قرار دیا جاسکتا ہے اور یہی پہلا شخص ہے جس نے بذریعہ تحریر اظہار بغض اہلبیت کا بیڑا اٹھایا اور باقی اس کی تمام تر ذریت اس کی مقلد ہے۔

ہم پوچھتے ہیں؟

بات دور نکل جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم تلمیذ ابلیس پر یہ سوال بڑی وضاحت سے کرتے کہ پاکستان اسی لئے معرض وجود میں آیا تھا کہ یہاں صدیوں کے بعد فتنہ خارجیت کو پینے کا موقع مہیا ہو جائے گا۔

کس قدر ڈھٹائی اور بے حیائی ہے کہ جو ملک صرف اور صرف عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبانِ اہل بیت کرام کی بے مثال قربانیوں سے منصفہ شہود پر آیا اس میں اہلبیتِ رسول پر گستاخانہ حملوں اور زبانِ درازیوں کا اہتمام کیا جائے۔

جس ارضِ مقدس کے حصول کیلئے جذبہِ حسینیت کے نام پر مسلمانوں کو مجتمع کیا گیا ہو اس مقدس سر زمین کے حاصل ہو جانے پر جذبہِ حسینیت کو کچل دینے کے پروگرام مرتب کئے جائیں، نواسہ رسول کو نگلی گالیاں دی جائیں جس کی شہادت کے اثرات نے اہل اسلام کو ذوقِ شہادت کی لذات و کیفیات سے آشنا کیا اس کو باغی کا خطاب دے کر اس پر طعن و تشنیع کے تیر برسائے جائیں۔ (معاذ اللہ)

یہ سب تمہاری فریب کاری اور خرافات ہے۔ یاد رکھو پاکستان کی تاریخ کو بنوامیہ کا دور کوئی درخشندگی نہیں دے سکتا۔ تم لوگ یزید پلید کے فرضی کارنامے بیان کر کے پاکستان کی بنیادیں ہلا دینا چاہتے ہو ارضِ مقدس کی بہاریں خونِ شبیر کی رنگینیوں کی مرہون منت ہیں۔

کیا تم اور تمہاری ذریت ایک لمحے کے لئے بھی یہ ثابت کر سکتی ہے کہ پاکستان کو یزید کی قصیدہ خوانی اور اس کے عظیم کارناموں کو بیان کر کے حاصل کیا ہے؟

کیا تم لوگ اہل پاکستان کو یہ باور کرا سکتے ہو کہ مملکت خدا داد پاکستان امام حسین علیہ السلام کو باغی اور سرکش قرار دے کر حاصل کی گئی ہے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو جو ملک بنو امیہ کی تاریخ روشن ہونے سے پہلے دنیا کے نقشہ پر بصد حسن و رعنا کی جلوہ گر ہوتا ہے۔ تو اس کو یک بیک اس صد سالہ روشن ترین تاریخ کی تاریخ کی ضرورت کیوں محسوس ہونے لگی۔

جس میں خاندان نبوت کو اجاڑا گیا اور گلستان نبوت کے ہر پھول کو مسل دیا گیا۔ مدینۃ الرسول کو تاراج کیا گیا۔ بیت اللہ شریف پر منجھنیقوں سے پتھر برسائے گئے۔ کعبۃ اللہ پر آگ کی بارش کر کے غنائف کعبہ کو جلایا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر کو حرم محترم کے احاطہ میں ذبح کر دیا گیا۔

(اور پھر محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد جیسے جاں باز مجاہدین اسلام کو بھی تہ تیغ کر دیا گیا۔

بنو امیہ کی روشن تاریخ بیان کرنا تھی تو عمر بن عبدالعزیز کے دور کی بات ہوتی ہے اور ان کی اصلاحات کو سامنے لا کر دنیا کو بتایا ہوتا کہ انہوں نے کس مجاہدانہ انداز سے عوام الناس کو بنو امیہ کی چیرہ دستیوں اور ننت نئے مظالم سے محفوظ کیا۔

اصلی مجرم

بات پھر درود جا رہی ہے اس لئے انہیں الفاظ پر اکتفاء کرتے ہوئے ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں اصل بات یہ تھی کہ پاکستان میں کارخانہ خارجیت کو متحرک کرنے والا پہلا شخص نامحمد عباسی ہے، جس کا اندازہ قارئین کو اس کے اپنے بیان سے بھی ہو گیا ہوگا اور ویسے بھی یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ باقی تمام تر کتابچے اسی مبغوض کی کتاب کے چر بے ہیں

(ب) ہم جس کتاب کے چند اقتباسات ہدیہ قارئین کرنا چاہتے ہیں اس کے متعلق ہم بتا آئے ہیں کہ اس کا نام سادات بنو امیہ ہے۔ اور اس کا تعارف اسی نامحمد عباسی کا لکھا ہوا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تعارف کے چند جملے ہدیہ قارئین کر دیئے جائیں تاکہ آئندہ اوراق میں آنے والے متعدد واقعات کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

چور کا گواہ قاتل

اس سے پیشتر کہ ہم سادات بنو امیہ کے مولف کی اہلیت کرام کی شان میں کی گئی گستاخوں اور شان یزید پلید میں لکھے گئے قصائد کی فہرست ہدیہ قارئین کریں اس تعارف کے چند جملے پیش خدمت کرتے ہیں جو اس کتاب اور مولف کے بارے میں نامحمد عباسی نے تحریر کیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے !

جواں سال و جواں ہمت مصنف محمد سلیمان سلمان کو خدا جزائے خیر

دے کہ انہوں نے اپنی اس تصنیف میں غایت تحقیق سے روایتاً و اثباتاً تمام اتہامات اور بہتان تراشیوں کا پردہ اس طور سے چاک کر دیا کہ تاریخ کی بھی سکت ان اکاذیب میں باقی نہ رہی تاریخ کے اوراق ابن الوقت بہر و پیوں، زندیقوں اور روافض کی نشان دہی کرتے ہیں جو اپنے ذلیل مقاصد سے سنیت کا چولہ پہن کر لوگوں کو گمراہ کرتے رہے ہیں

﴿سادات بنو امیہ۔ تعارف عباسی﴾

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے باوجود شوکت و قوت کے حضرت امیر معاویہ کو خلافت سپرد کی تھی تو ان کے چھوٹے بھائی (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) نے کیوں امیر یزید کی وعید سے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے باضابطہ ولی عہد تھے اور تمام مسلمان ان کی وعید میں شامل تھے، منکر ہو کر یہ مصیبتیں کیوں اپنے سرمول لیں جس کا رونما یہ رافضی روتے ہیں۔

﴿سادات بنو امیہ۔ تعارف عباسی﴾

نامحمود عباسی کی ان چند سطور کا تذکرہ یہاں اس لئے ضروری تھا کہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ یہ کتاب بھی اسی ناہنجار کے ایمان پر لکھی گئی ہے، اور اسی کے شیطانی ذوق کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ بہر حال۔ اب ہم اس کتاب کے چند ملے جلے اقتباسات ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

حدیثوں کا کارخانہ

سیاسی رقابت

حضرت امیر معاویہ، یزید، مروان کے خلاف جو احادیث گھڑی گئیں ان کا منشا سیاسی رقابت تھی۔

بنو عباس نے پولیشکل اعراض کی تکمیل اور سیاسی جذبات کی تسکین کیلئے اپنے سیاسی حریفوں کے خلاف کذاب اور کرایہ کے چچوں سے خرافات تصنیف کرائیں جنہیں سبائیوں نے اور بے خبر فریب خوردہ مسلمانوں نے ان خرافات کو حدیث اور افسانوں کو تاریخ سمجھ کر قبول کر لیا جب حدیث اور سیر کی روایات کا یہ حال ہے تو تاریخ کی حقیقت ہی کیا ہے۔

﴿سادات بنو امیہ۔ صفحہ نمبر ۲۵﴾

ہماری تاریخ

بہر حال یہ ہماری تاریخ نہیں البتہ بحث و مذاکرہ اور درس و مطالعہ کے لئے کثیر مواد ضرور ہے۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۲۸﴾

سب اہل بیت باغیوں کا ٹولہ ہے

تاریخ سے معمولی تعلق رکھنے والے حضرات بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ اولاد علی رضی اللہ عنہ پر فخر کرنے والے اور انسا اہلبیت کا فخر یہ نعرہ

لگانے والے علویوں نے ہمیشہ اپنی ہی اہل بیت کو اپنے دماغ میں رکھ کر دوسروں کو امارت اور حکومت کا نا اہل تصور کرتے ہوئے حکومتِ وقت کے ساتھ باغیانہ انداز میں بغاوت کی ہے۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۵۲﴾

حسینؑ کو شہید کہنا جرم ہے خاندانِ رسول کو ننگی گالیاں

ہمارے پڑھے بے پڑھے سنی حضرات جن کے دماغوں میں ایک ہزار سال سے ایک فتنہ پرداز گروہ نے ان باغیوں کی اہلیت اور اہلبیت اور مظلومیت کا روٹا روڑ کر یہ کوٹ کوٹ کر بھردیا ہے، یہ علویوں کا خروجِ حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت نہ تھی بتائیے کہ یہ حکومت کرنے کا اور اہلبیت ہونے کا خناس جو علوی دماغوں میں گھسا ہوا تھا۔

میں پوچھتا ہوں علویوں نے کوئی پرمٹ حکومت کی ٹھیکیداری کا اللہ کے رسول سے حاصل کیا تھا اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ انسا اہلبیت رسول اللہ کے باغی مدعیان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر الزمان سے کہیں یہ بھی سنا تھا کہ نسلی نسبی غرور میں ہمیشہ سرشار رہنا اور جب تک رسول کی نسل سے ایک تنفس بھی دنیا میں باقی نہ رہے خبردار کسی کو تختِ حکومت پرنا جمنے دینا اور بغاوت کرتے رہنا حق تمہارا ساتھ دے گا مگر تاریخ گواہ ہے کہ

حق کے ان باغیوں کا ساتھ دینے کی بجائے اُنے حق انہیں کے گلے پڑ گیا اور ان جھوٹے مدعیوں اور باغیوں کو اپنے کیفر کردار کی سزا ملی اور موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ جن کے لئے شہید کئے گئے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ نعوذ باللہ امیر وقت کا باغی اگر قتل کیا جاتا ہے جس کی سزا سارے ادیان میں یہی قتل ہے اس کو شہید کہا جائے یہ غضب نہیں تو اور کیا ہے

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۵۲﴾

اہلیت کو قتل کرنا جائز ہے

اس لئے جمہور علمائے اہل اسلام نے اتفاق کیا ہے کہ خلیفہ خواہ اہل ہو یا نا اہل لیکن اگر اس کی حکومت قائم ہے تو جو اس پر خروج کرے گا اس کا حکم باغی ہوگا خواہ کتنا ہی افضل اور جامع ہو اس سے لڑنا اور اس کی جماعت کو قتل کرنا جائز ہے۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۵۲﴾

شہید نہیں باغی کہو

حسین پر اللہ کا عتاب ہوا تھا

جن کے لئے آپ نے شہید ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے وہ اس حکم کے مطابق باغی تھے یا نہیں۔ اگر تھے اور یقیناً تھے تو کیا باغی شہید ہوتا ہے ؟ اور وہ عند اللہ با ثواب ہوگا ؟ سن لیجئے کہ باغی کے لئے حکم ہے کہ

اس کو اور اس کی جماعت کو قتل کر کے ویسے ہی گڑھے میں ڈال کر دبا دیا جائے یا ویسے پڑا رہنے دیا جائے چیل کووں اور دوسرے درندوں کے لئے کیونکہ عند اللہ معتبوب کی یہی سزا ہے

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۵۵﴾

قتل حسین ہزاروں انسانوں کے قتل سے بہتر

جب بنو امیہ کی حکومت قائم ہوئی تو صحابہ کرام کو اپنے طرز عمل میں ذرا بھی تذبذب نہیں ہوا۔ اور پوری یکسوئی کے ساتھ اس پر عمل کیا اور اسی پر اجماع امت کی مہر لگ گئی مصلحت و حکمت اس حکم کی ظاہر ہے اگر روز اول سے ہی ان دعویداروں کا دروازہ بند نہ کر دیا جاتا تو کوئی بہتر سے بہتر اسلامی حکومت بھی خروج اور شورش سے محفوظ نہ رہ سکتی۔

نتیجہ یہ نکلتا کہ ہمیشہ کشت خون کا بازار گرم رہتا اس لئے ایسے شخص کا خروج باغیانہ خروج ہے وہ باغی ہے اور ایسے انسان کا قتل ہزاروں انسانوں کے قتل سے زیادہ بہتر ہے۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۵۵﴾

اہلبیت رسول کیلئے جہنم کی سزا

بنو امیہ کی حکومت کے خلاف خاندان رسالت کی شورش اور بغاوتوں کی کہانی آپ خارجیوں کے زبانی ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ سب آپ

پڑھ ہی چکے ہیں کہ ان بغاوتوں اور خروج کی سزا جو کہ اہل بیت رسول کے لئے عند اللہ ہے۔ وہ خارجیوں کے عقیدہ کے مطابق کتنی ہولناک اور اذیت ناک ہے۔

خانوادہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر جی بھر کے کوسنے کے باوجود ملعون خارجی کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا چنانچہ یہ سب کچھ لکھنے کے بعد اب وہ ایسی روایات کو اہل بیت کے خروج پر چسپاں کرنے سے بھی باز نہیں آیا جن کے مطابق تمام خانوادہ رسول کو جہنمی قرار دے دیا جائے (معاذ اللہ) چنانچہ اہل بیت رسول کے خروج و بغاوت کا ذکر کرنے کے بعد وہ استدلال کے طور پر اس خروج کی دنیاوی سزا کے بعد آخری سزا کے طور پر یہ روایت پیش کرتا ہے۔

جاہلیت کی موت

جس نے جماعت کا ساتھ چھوڑ دیا اور خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہو گیا اور اسی حالت میں بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔ اگر کوئی شخص اپنے امیر کو ایسی بات کرتے دیکھے جو اسے پسند نہ آئے تو چاہیے کہ صبر کرے اور اس کی اطاعت سے باہر نہ ہو کیونکہ جو کوئی سلطان اسلام کی اطاعت سے باشت بھر بھی باہر ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

بچاؤ کی کوئی صورت نہیں

جس نے خلیفہ کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا یعنی اطاعت نہ کی تو قیامت کے دن وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ اور اس کے لئے بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی اور جو مسلمان دنیا سے اس حالت میں گیا کہ خلیفہ کی بیعت و اطاعت کے حلقہ سے اس کی گردن خالی ہوئی تو یقین کرو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

دوزخ کا ٹھکانہ

جو خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہوا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۵۶﴾

کیا جہنم آل رسول کے لئے ہی بنایا گیا ہے

قارئین!

اندازہ فرمائیں کہ جن مقتدر اور برگزیدہ ہستیوں کو جنت الفردوس کا

مالک و مختار قرار دے دیا گیا ہو۔

جن پر جہنم کی آگ حرام قرار دی جا چکی ہو۔

جن میں بعض کو جنت کے نوجوانان جنت کی سرداری کا منصب عطا

فرما دیا گیا ہو۔

جن کا جنتی ہونا اور جنت میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے مکان میں رہنا منصوص ہو ان ساکنان جنت الفردوس پر ان روایات کو منطبق کرنا اور ان کو ان وعیدوں کا مصادیق قرار دینا جو دوزخیوں کے لئے آئی ہیں حقیقت کا منہ چڑانا نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا کوئی صحیح الدماغ انسان ان خرافات کو تحقیق کا نام دے سکتا ہے؟

ہرگز نہیں۔ یہ تحقیق نہیں حقائق سے روگردانی ہے۔ جہنم آل رسول کے لئے نہیں آل رسول کے دشمنوں کے لئے ہے۔

یہ کیسے پرور اور بغض و عناد کے پیکر بوقت ضرورت یہ کلیہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جن لوگوں کی عظمت قرآن و حدیث سے منصوص ہے ان کے خلاف اگر کوئی تاریخی روایت یا حدیث موجود ہو تو اہل اسلام کو چاہیے کہ اسے مسترد کر دیں۔

لیکن یہ کس قدر ظلم عظیم ہے کہ جب اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ آتا ہے تو خود ہی اس کلیہ کے پرچے اڑا دیتے ہیں اور اندھا دھند ایسی روایات کو ان کے حق میں نقل کرتے چلے جاتے ہیں جن کو کسی بھی صورت میں ان کے حق میں ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

سادات بنو امیہ کے خارجی مصنف کی ہفوات و خرافات اور اہلبیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کھلی بغاوت اور بغض و عناد کی واضح ترین تصویر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

یہ محض چند اوراق سے اخذ کیا ہوا نمونہ تھا۔ کتاب کے باقی حصہ میں

وہ سب کچھ موجود ہے جو نامحمد عباسی اور ابن یزید کی کتابوں کے اقتباسات کی صورت میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

بہمیں معلوم ہے کہ ان تحریروں کے اعادہ پر مجبان اہل بیت کرام کی دل آزاری یقیناً ہوتی ہوگی مگر ان کی خرافات کا جواب بغیر ان کو سامنے لائے ہوئے کس طرح دیا جاسکتا ہے؟

- تاہم ہم نے کافی اختصار سے کام لیتے ہوئے محض نمونہ پیش کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے اور اب اس کے محض تین حوالے اس مقام پر درج کرنے کے بعد ہم ان تمام تر خرافات کا ابطال کرنے کے لئے نصوص شرعیہ اور تاریخی حقائق کی روشنی میں مضبوط ترین استدلال پیش کریں گے تاکہ حقیقت پسند حضرات حق و باطل میں امتیاز کر سکیں،
یہ تین حوالے یہ ہیں:-

حسین کس شمار میں ہے

اگر سوائے نبی کے کوئی معصوم ہوتا تو حضرت بتول سے یہ نہ فرمایا جاتا کہ فاطمہ نیک عمل کرو یہ نہ سمجھنا کہ میرا باپ نبی ہے۔
سنو میں قیامت کے دن تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا پھر بھلا نواسے اور دیگر حضرات کس شمار میں ہیں۔

فیصلہء خداوندی

شیعی پروپیگنڈہ کے تحت یزید کو فاسق و فاجر اور قاتل حسین تصور کر لینے کے بعد ان لوگوں کا جی کسی طرح نہیں چاہتا کہ یزید کی مغفرت کا فیصلہ خداوندی ٹھنڈے دل سے تسلیم کر لیں۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۶۸﴾

ایں گلے دیگر شگفت

حضرت حسینؑ ابن علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے یزید سے زیادہ خدا ترس، شب بیدار خدا سے ڈرنے والا اور اپنی جنگی مہارت سے مجاہدین کو لڑانے والا اور کسی کو نہیں دیکھا۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۷۲﴾

جوابات

خارجیوں کی اس لائق آتش دان تحقیق سے جو باتیں ثابت ہوتی ہیں

وہ یہ ہیں۔

نمبر ۱۔ واقعہ کربلا شیعہ مورخین کا من گھڑت ہے۔

نمبر ۲۔ امام حسینؑ پر کوئی ظلم نہیں ہوا اور نہ ہی آپ کا پانی بند کیا

گیا کیونکہ آپ دو محرم کو نہیں بلکہ دس محرم کو کربلا پہنچے تھے اور جاتے ہی لشکر

یزید پر حملہ آور ہو کر قتل ہو گئے۔ نیز یہ کہ کربلا میں تو جگہ جگہ چشمے جاری تھے

کیونکہ ارض کر بلا کوئی ریگزار نہیں بلکہ سرسبز و شاداب لالہ زار ہے۔

نمبر ۳۔ امام حسین نے یزید کی بیعت نہ کر کے سخت غلطی کی تھی

مگر وقت شہادت آپ نے اس غلطی سے رجوع کر لیا اور یزید کی بیعت کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

نمبر ۴۔ یزید انتہائی رحمدل، عابد، زاہد، متقی، پرہیزگار، عالم

دین، محدث، اور خلیفہ برحق تھا اس کے برعکس، امام حسین لالچی، لیرے، ضدی، جذباتی، بے علم، بے دین، اور باغی تھے اور اپنے حسب و نسب پر مغرور تھے۔ حالانکہ حسب نسب کوئی چیز نہیں۔

نمبر ۵۔ یزید کی بیعت کو تمام صحابہ نے برضا و رغبت قبول کیا تھا

اور امام کے خروج کے سخت خلاف تھے اور دین میں تفرقہ انگیزی سے سخت منع کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ یزید کے تقویٰ و طہارت کے پورے طور پر معترف تھے مگر امام حسین کو سخت کے لالچ نے جرم بغاوت سے باز نہ رہنے دیا۔

نمبر ۶۔ یزید پیدائشی جنتی تھا کیونکہ حضور نے قسطنطنیہ پر جہاد

کرنے والوں کے جنتی اور مغفور ہونے کی بشارت دی ہے۔

نمبر ۷۔ امام حسین اپنے نانا کے وصال کے وقت ۳۔۴ سال

کے تھے انہیں اپنے نانا کے ارشادات کا کیا پتہ ہو سکتا ہے جبکہ یزید نے متعدد صحابہ کی صحبت سے علم دین حاصل کیا تھا نیز یہ کہ مجاہدین کے حق میں آنے

وہی آیات میں یزید شامل ہے مگر آیت تطہیر اور آیت تطہیر اور آیت مباہلہ میں حضرت حسین شامل نہیں ہیں۔

نمبر ۸: واقعات حرہ بہت معمولی قصہ ہے، جسے عالی

رافضیوں نے بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے اور اس کے بھی ذمہ دار مدینہ منورہ کے شرارتی لوگ ہیں یزید نہیں۔

ان آٹھ موٹی موٹی باتوں کے علاوہ خارجیوں کے دیگر سینکڑوں

کذبات ہیں جن کا جواب ضمناً انہیں ابواب میں دیا جائے گا۔

انشاء اللہ العزیز

باب دوم

آئینہ تاریخ

کیا واقعہ کر بلا شیعہ مؤرخین کا من گھڑت ہے؟

ایک طویل مگر انتہائی ضروری بحث

ہم قارئین کرام سے اس خشک مگر انتہائی ضروری بحث کی طوالت کی معذرت بھی طلب کرتے ہیں اور یہ بھی باور کرانا چاہتے ہیں کہ بغیر اس معلوماتی مضمون کے نہایت یکسوئی سے مطالعہ کرنے کے آپ خارجیوں کی پیدا کی گئی الجھنوں سے گلو خلاصی نہیں کرا سکیں گے۔

ان کے دامن فریب کی کڑیاں کا محض یہی ایک ذریعہ ہے کہ سب سے پہلے آپ پر یہ منکشف ہو جائے کہ جن متعدد بھاری بھاری عبارتوں سے استشہاد کرتے ہوئے انہوں نے تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس و مطہر خاندان کو حدفِ تنقید بنایا ہے ان عبارات کو وضع کرنے والے کون لوگ ہیں۔ اگر ان لوگوں کے عقائد جمہور اہل اسلام کے مطابق ہیں تو پھر ان کی عبارات کو سمجھنے کی کوشش کرنا پڑے گی اور اگر وہ لوگ جمہور علمائے دین کے نزدیک قابلِ گرفت ہیں اور ان کی تصنیفات پہلے ہی محلِ نظر ہیں تو ان پر اعتماد و یقین کر لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں ہم نامحمود عباسی کے ان ماخذ کے مولفین کا تعارف کرا دینا از حد ضروری سمجھتے ہیں۔ جن پر اس نے اپنی شرانگیز تالیف کی بنیاد رکھی ہے۔

اگرچہ یہ بحث طویل بھی ہے اور خشک بھی،

تاہم بقول اقبال !

زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاتی

لہذا اب آپ ان ان مورخین و مصنفین کا تعارف حاصل کریں جنہیں اساس تاریخ و تحقیق ٹھہراتے عباسی نے شہزادہ گلگوں قبا سید الشہاب اہل الجنہ سیدنا امام حسین علیہ السلام پر طعن و تشنیع کے تیر برسائے اور یزید پلید عنید شدید کی مدحت سرائی اور منقبت خوانی کی ہے۔

ساڑھے چار غیر شیعہ اور ثقہ مورخ

ہمارے قارئین ساڑھے چار کے ہندسہ کو شاید طنز و مزاح سے تعبیر کریں مگر حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ جن خارجیوں کی کتابیں زیر بحث ہیں ان کے مطابق فی الواقع ساڑھے چار مورخ یا مصنف ہی حق گو ثقہ اور غیر شیعہ ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے۔

﴿ نمبر ۱ ﴾ ابن حزم ثقہ اور غیر شیعہ

﴿ نمبر ۲ ﴾ ابن تیمیہ ثقہ اور غیر شیعہ

﴿ نمبر ۳ ﴾ ابن خلدون اثنا ثقہ اور غیر شیعہ اثنا غیر ثقہ اور شیعہ

﴿ نمبر ۴ ﴾ ابن کثیر اثنا ثقہ اور غیر شیعہ اثنا غیر ثقہ اور شیعہ

﴿ نمبر ۵ ﴾ ابو بکر ابن عربی اثنا ثقہ اور غیر اثنا غیر ثقہ اور شیعہ

﴿ نمبر ۶ ﴾ البلاذری ثقہ اور غیر شیعہ

مندرجہ بالا مصنفین جو تعداد میں چھ اور ثقاہت وغیرہ کے لحاظ سے ساڑھے چار بنتے ہیں کی کتابوں کے حوالوں سے ہی زیادہ تر مواد حاصل کر کے عباسی وغیرہ نے اپنی سرائیکز کتابوں کی بنیاد رکھی ہے

تمام علمائے امت میں یہی عناصر سنیہ ان لوگوں کے معیار پر پورا اتریں گے اور ان میں بھی تین بیچارے تو ایسے ہیں جو کبھی غیر شیعہ اور ثقہ ہوتے ہوئے بھی کوئی سچی بات نقل کرنے کے جرم میں ثقاہت کے زینہ سے چھلانگ لگا کر رافضیوں کی صف میں آکھڑے ہوتے ہیں۔ بہر حال مناسب یہی ہے کہ قارئین ان عناصر سنیہ کے اجزائے ترکیبی سے روشناسی حاصل کریں۔ چنانچہ عباسی کے پہلے مہرے پورے غیر شیعہ اور ثقہ مصنف کا تعارف پیش خدمت ہے۔

ابن حزم

خارجی عباسی نے اس شخص کی کتاب جمرۃ الانساب کی متعدد عبارتیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں جن کا مقصد صرف یہ ہے کہ خاندان رسول ہاشمی میں یزید پلید کی شادیاں کرائی جائیں اور یہ ثابت کیا جائے کہ فلاں فلاں شخص اہلبیت رسول سے خارج ہے اور فلاں فلاں شخص اہل بیت رسول میں شامل ہے۔

اس کے بعد ابن تیمیہ ہے جو خارجی عباسی کے نزدیک قطعی طور پر

ثقہ اور غیر شیعہ ہے اس کی کتاب منہاج السنہ کے اقتباسات جو خلافت معاویہ و یزید میں نقل کئے گئے ہیں، سینکڑوں سطور پر مشتمل ہیں۔

ان دونوں کے بعد پھر ابن خلدون، ابن کثیر وغیرہ کا نمبر ہے۔ بہر حال بات ابن حزم کی ہو رہی تھی۔ اس کے متعلق پہلے ہم اس کے مداح خاص ابو زہرہ مصری کی کتابوں کے چند حوالے پیش کریں گے۔

کیونکہ وہابی، خارجی ابو زہرہ مصری کی تحقیق کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی متعدد تصانیف کے ترجمے بھی انہوں نے کئے ہیں اور اس کی تحقیق کو خراج تحسین بھی پیش کیا ہے جس کی تفصیل ابن تیمیہ کے تعارف میں پیش کی جائے گی۔

قاضی ابو زہرہ مصری ان لوگوں کے بیشتر عقائد سے ذہنی ہم آہنگی کا اقرار کرتے ہیں تاہم ان کے بے لاگ تبصرے ایک محققانہ ذہن کی ترجمانی کرتے ہیں۔

بہر حال ابن حزم کا عقیدہ و مقام اس کے مداح کے قلم سے بیان کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ قارئین کو صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں دقت نہ ہو۔

خارجی اور ابن حزم

خوارج اولین لوگ تھے جنہوں نے ظواہر کتاب و سنت سے وابستہ

رہنے کی بنیاد ڈالی اور یہ امر خوارج اور ابن حزم کے مابین مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔

خوارج کے تذکرہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابن حزم نے کتاب و سنت کی تشریح و توضیح میں خالص ظاہری مسلک اختیار کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علی (علیہ السلام) کے بارے میں لا حکم الا للہ کہہ کر خوارج نے ظاہری انداز فکر کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۱۹۰﴾

ظاہری مسلک

ابن حزم نے ظاہری مسلک و منہاج کو اس لئے اختیار کیا کہ اس سے اجتہاد کا دروازہ چوہٹ کھل جاتا ہے۔ الخ اور یہ ان کا انداز دیگر علمائے مجتہدین سے جداگانہ نوعیت کا ہے۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲۰۷﴾

ابن حزم کی تکفیر بازی

ایک بات جو عام طور سے ابن حزم کے متعلق مشہور ہے اس کی طرف اشارہ ناگزیر ہے اور وہ اختلافی مسائل میں اس کی تلخ بیانی ہے۔ بلاشبہ دوسروں کے افکار بیان کرنے میں اس کا لہجہ تند و تیز ہے یا اس کے الفاظ میں سبک سری اور خفت کا مظہر ہے مثلاً جہاں تکفیر کا موقعہ نہیں ہوتا وہ

وہاں دوسروں کی تکفیر سے گریز نہیں کرتا جو سبک سرنہیں ہوتا اسے وہ عیب سے
 داغدار کرتا ہے اور دوسرے فقہاء کی نسبت ایسی تعبیرات سے وہ احترام نہیں
 کرتا۔ ﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲۹۶﴾

تنگ ظرفی

وہ ایک شدید بیماری میں مبتلا ہوا تھا جس کی بنا پر اس کے مزاج میں
 چڑچڑاہٹ اور قلّت صبر کے عوارض پیدا ہو گئے تھے۔ ﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲۹۷﴾

نگا خارجی

ابن حزم حضرت معاویہ کی غلطیوں کا ذمہ دار حضرت علی کو ٹھہراتا ہے
 حالانکہ حضرت امیر معاویہ نے دین میں تفریق پیدا کی تھی۔ ﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۷۶﴾

جمہور فقہاء کا مخالف

ابن حزم طہارت کے ایک مسئلہ میں جمہور فقہاء کے خلاف
 ہے وہ جنبی، حیض دار اور نفاس والی عورت کیلئے قرآن کو چھونا اور پڑھنا جائز
 قرار دیتا ہے، بے وضو کیلئے تلاوت قرآن تو بالاولیٰ جائز ہوگی
 ﴿حیات ابن حزم﴾

حکومت کے زیر سایہ

ابن حزم نے اندلس میں ظاہری فقہ کا درس لیا اس کے شیوخ اس کی حمایت و مدافعت کا فریضہ انجام دیتے تھے، یہ اساتذہ اس دور کی حکومت میں بھی بڑا اثر و رسوخ رکھتے تھے اور داؤد بن علی کے مذہب کی مدافعت میں بھی انہوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا،

ابن حزم کا استاد نامہ

داؤد بن علی کے متعلق فاضل محقق رقمطراز ہے کہ فقہ ظاہری میں ابو سلیمان بن داؤد، علی بن خلف، جو بغداد میں سکونت پریر تھا اور نسبتاً اصیبانی تھا ابن حزم کا پیشرو تھا

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲۸۳﴾

داؤد پہلا شخص تھا جس نے ظاہری نصوص سے احتجاج کیا

﴿صفحہ نمبر ۲۸۶﴾

داؤد ظاہری کا ایک ہم عصر لکھتا ہے۔

كان عقله اكثر من علمه

یعنی اس کی عقل اس کے علم سے زیادہ تھی

﴿تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۳۷۱﴾

چونکہ اسے اپنے معتقدات پر کامل یقین تھا لہذا وہ دانش مند ہونے

کے باوجود یہ کہا کرتا تھا کہ قرآنِ حادث اور منقوت سے

امام احمد بن حنبل کو جب پینہ چلا تو اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے۔

داؤد اہلی نوجوان تھا امام احمد بن حنبل نے اسے سخت ناپسند کیا

کیونکہ یہ وہی بات تھی جس کی مخالفت میں آپ قید و بند کی صعوبتیں جھیل چکے

تھے داؤد آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کرنا چاہتا تھا مگر امام احمد ایسے

شخص سے ملاقات کے خواہاں نہ تھے۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۸۲﴾

کھل کھلا

سعود بن سلیمان جس کا ذکر ابن حزم استاد کی حیثیت سے کرتا ہے

ابن حزم کا بڑا محبوب و مطلوب تھا، ابن حزم کے زمانہ میں اس فقہ کو حکومت کی

بھی سرپرستی حاصل تھی، اسلئے ابن حزم اپنی طاقت سے بھی زیادہ کھل کھلا۔

خارجیت ورثے میں ملی ہے

ان میں نمایاں ترین شخصیت منظر ابن سعید تھا وہ اعلانیہ

ظاہری فقہ کی حمایت کرتا تھا خلیفہ ناصر اور اندلس کے عوام اس کو بڑی قدرو

منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے انہیں ممتاز فقہا میں مسعود بن سلیمان تھا جس

سے ابن حزم نے استفادہ کیا مسعود بن سلیمان کے بعد فقہ ظاہری کا یہ ورثہ

ابن حزم کی طرف منتقل ہو گیا۔

۸ حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۹۶

ان واضح تصریحات کے بعد قارئین کو یہ حقیقت سمجھ لینے میں قطعاً کوئی دشواری نہیں کہ ابن حزم اس کے اپنے مداحوں کی نظر میں بھی مانا ہوا خارجی تھا اور تمام عمر اپنے علم سے خارجیوں ہی کے نظریات کی تقویت کا سامان پیدا کرتا رہا اب اس شخص سے جو بلا جھجک حضرت معاویہ کی غلطی کو بھی حضرت علی کی غلطی قرار دیتا ہو، یہ امید کس طرح کی جاسکتی ہے کہ وہ اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں مخلص ہوگا اور یزید لعین کی حمایت و نصرت میں زمین آسمان کے قلابے نہیں ملائے گا

۱۲) آپ ابن حزم کے متعلق دیگر علمائے امت کے رہبر کس ملاحظہ فرمائیں۔

یہ مضمون ہم فوائد جامعہ برجالہ نافعہ کتاب سے نقل کر رہے ہیں جسے مشاہیر امت کی کتابوں کے ماخذ سے ترتیب دیا گیا۔ ملاحظہ ہو،
علی نام ابو محمد کنیت اور ابن حزم عرف ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے
سے علی بن احمد بن سعید بن حزم الاموی الیزیدی۔

مورخ اندلس ابومروان بن حبان کا بیان ہے
کان ابن حزم حامل فنون من حدیث و فقه و
نسب و ادب مع المشاركة فی انواع التعالیم
القديمة و کان لا یخلو فی فنون من غلط

بجراتة فى السوال على كل فن-

ترجمہ!

ابن حزم فنون حدیث و فقہ انساب و ادب کا جامع تھا اور دیگر اصناف علوم میں بھی اس کو مناسبت تھی مگر وہ کسی فن میں بھی غلطی سے خالی نہیں گواں نے اپنی بیباکی کی وجہ سے ہر فن میں سوال اٹھائے ہیں۔

﴿فوائد جامعہ برعجالہ نافعہ صفحہ نمبر ۲۶۲﴾

فتمان عليه فقهاء عصره واجمعوا على تضليله وشنعوا عليه وحذروا اكابرهم من قبيله وفهوا عوامهم عن الاقتراب منه ففتقوا يعصونه وهو مصر على طريقه حتى كمل له من تصانيفه وقر بعير لم يتجا وزاكثرها عتبة بابہ لزهد العلماء فيها حتى لقد احرق

ترجمہ!

اس زمانہ کے فقہاء اس پر پل پڑے اور اس کی گمراہی پر اتفاق کر لیا اور اس کو بہت برا بھلا کہا اور ان کے اکابر نے ان کو اس کے قبیل سے بچایا اور عوام کو اس کے پاس جانے سے روکا، چنانچہ وہ برابر اس کی مخالفت کرتے رہے، اور وہ اپنے طریقہ پڑاٹل ہو گیا یہاں

تک کہ اس کی تصنیف ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ہو گئیں۔ اور بیشتر اس کے دروازے سے باہر نہ نکل سکیں کیونکہ علماء کو ان کتابوں سے بیزاری تھی حتیٰ کہ وہ جلادی گئیں۔ ﴿ فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۶۳ ﴾

مما یزید فی بغض الناس له تعصبہ لینی امیہ ما فیہم ویا قیہم واعتقادہ بصحۃ امامتہم حتیٰ نسب الی النصب۔

ترجمہ!

اس کے متعلق بغض کی زیادتی کا سبب اس کا سلف و خلف بنو امیہ کی بے جا حمایت کرنا ہے اور اس کا ان کی امامت کی صحت پر اعتقاد رکھنا ہے اسی وجہ سے اس کو ناصبی تک کہا گیا ہے۔

﴿ فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۶۳ ﴾

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں

وکان ابن حزم کثیر الوقیعہ فی العلماء بلسانہ وقلمہ فا ورثہ ذالک حقدافی قلوب اهل زمانہ والعجب کل العجب منه انه کان ظاہریا حائرا فی الفروع لایقول من القیاس لا الجلسی ولا غیرہ وادخل علیہ خطاء کبیرا فی نظره وتصرفہ وکان مع هذا اشد الناس

تاویلا فی باب الاصول و آیات الصفات
واحادیث الصفات

- ﴿البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۹۳﴾
﴿نوائد جامعہ باعجالہ نافعہ صفحہ نمبر ۲۶۲﴾

ترجمہ!

ابن حزم زبان و قلم دونوں سے علماء کی شان میں بہت گستاخ تھا۔ اسی بات نے اس کے معاصروں کے دل میں اس کی طرف سے کینہ پیدا کر دیا تھا اور اس بات پر سخت تعجب ہے کہ وہ ظاہری تھا اور فروغ میں بھی اس کی یہی روش تھی۔ وہ قیاس جلی اور خفی سے بھی کوئی بات نہیں کہتا تھا۔

یہ وہ بات ہے جس نے علماء کی نظر میں اس کا رتبہ گھٹا دیا تھا اور اسی چیز نے اس کے فکر و نظر کو بڑی بڑی غلطیوں میں ڈالا۔ بایں ہمہ وہ اصل کے باب میں باری تعالیٰ کی صفات میں اور آیتوں اور حدیثوں میں سب سے زیادہ تاویلیں کرتا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری لکھتے ہیں۔

انتقل الی مذهب الظاهر وتعصب له وصف

فیه ورد علی مخالفیہ وکان واسع الحفظ جدا
 الا انه لثقه حافظته کان یهجمہم کا القول فی
 التعدیل والتجریح وتبیین اسماء الرواة فیقع له
 من ذالک اوہام شنیعة وما یعاب بہ ابن حزم
 وقوعہ فی الائمہ الکبار باقبح عبارة وشنع رد
 وقد وقعت بینہ وبين ابی الولید الباجی
 مناظرات و مناقرات قال ابو العباس بن
 العریف الصالح الذاهد لسان ابن حزم وسیف
 الحجاج شقیقان

﴿لسان المیزان جلد چہارم صفحہ نمبر ۱۹۸﴾

مصنف علامہ ابن حجر عسقلانی

﴿فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۶۵﴾

ترجمہ!

اس نے ظاہری مذہب اختیار کیا اور سخت
 ظاہری بن گیا اس میں اس نے کتابیں لکھیں اور اس
 کی مخالفت کرنے والوں کی تردید میں قلم اٹھایا
 زبردست حافظ تھا بلکہ وہ اپنے حافظہ کے بل بوتے پر
 بہت سی باتیں کہہ گزرتا تھا۔

مثلاً جرح و تعدیل میں کلام کرنے اور راویوں
 کے نام بیان کرنے میں اس سے بڑے ادہام ہوئے

ہیں اور وہ باتیں جن کی وجہ سے ابن حزم پر نکتہ چینی ہوئی ہے۔

وہ اس کا بڑے بڑے ائمہ کرام کی شان میں برے الفاظ لکھنا اور ناشائستہ طریقہ پر تردید کرنا ہے۔ اس کے اور ابو ولید باجی کے درمیان مناظرے اور مباحثے ہوئے ہیں ابن عریف صالح کا بیان ہے کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار ایک ہی درجہ کی چیز ہیں یا دونوں سگی بہنیں ہیں۔ امام عبد الوہاب شمرانی ابن حزم کے متعلق فرماتے ہیں۔

واليحذر كل الحذر من مطالعة كتب ابن حزم
الظاهري الا بعد التصلع من علوم الشريعة لا
سيما ما فيها مما يتعلق باصول الدين وقواعد
العقائد والمعاني والحقائق لانه لم تكن يد في
هذه العلوم وانما اخذها بالفهم فلم يحسن
كلامه فيها

﴿لطائف المنن صفحہ نمبر ۳۳۰﴾

ترجمہ!

ابن حزم ظاہری کی کتابوں کے مطالعہ سے مکمل طور پر کلی احتراز کرنا چاہیے البتہ جب علوم شریعت میں

کمال حاصل ہو جائے خاص طور پر علوم شریعت کی ان باتوں میں جن کا تعلق اصول دین عقائد معانی اور حقائق سے ہے کیوں کہ اس کو ان علوم میں پوری دستگاہ حاصل نہ تھی ان کو اس نے محض اپنی سمجھ سے نکالا ہے اسی وجہ سے ان میں اس سے اچھا کلام نہیں ہوا

مولفہ امام عبد الوہاب شعرانی

ابن حزم کے عقیدہ کی آخری کڑی بھی ملاحظہ فرمائیں

خدا کا بیٹا

ابن حزم کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے اگر قدرت نہ مانو گے تو عاجز ہوگا

﴿سبحان السبوح صفحہ نمبر ۳۷﴾

انه تعالیٰ قادر ان يتخذ ولد اذ لولم يقدره

لکان عجزاً

* الفصل بين الملل وانحل *

امام مالک کاذب

صدق رسول الله وكاذب مالک اول من فاس

ابليس

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲﴾

ابن حزم ابن خلدون کی نظر میں

اب آخر پر ان اصحاب سے میں سے ہی ایک کی زبان سے دوسرے کا تعارف ملاحظہ کریں۔ ابن خلدون نے لکھا ہے خارجیوں کا بھی یہی حشر ہوا ان میں سے فقہ میں ہر ایک کی کتابیں اور عجیب و غریب رائے ہیں آج ظاہریہ کا مذہب بھی مٹ مٹا گیا ہے کیونکہ اس کے امام ختم ہو گئے اور جو یہ مذہب اختیار کرتا ہے اس پر جمہور کی وجہ سے لعن طعن پڑتی ہے اب یہ مذہب کتابوں میں ہے کہیں اور نہیں بہت سے طلبہ جو ان کے مذہب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور ان کی کتابوں سے انکی فقہ اور مذہب سیکھنا چاہتے ہیں وہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اور اس سے جمہور کی مخالفت اور ان کے مذہب سے انکار بھی لازم آتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ وہ اس مذہب کی وجہ سے بدعتیوں میں شمار کر لئے جائیں۔ کیونکہ وہ اساتذہ کی چابی کے بغیر کتابوں سے علم نقل کر رہے ہیں۔ ابن حزم نے ایسا ہی کیا تھا حالانکہ حفظ حدیث میں ان کا بہت ہی اونچا مقام ہے۔ یہ ظاہریہ مذہب کی طرف لوٹ گئے اور اس میں ہوشیار اور ماہر ہو گئے کہ اپنے زعم میں ان کے اقوال میں اجتہادی درجہ حاصل کر لیا اور امام داؤد کی مخالفت بھی کی اور بہت سے مسلمان اماموں پر بھی لے دے کی علماء کو ان کا یہ رویہ برا معلوم ہوا اور انہوں نے اس مذہب کی پوری تفصیل سے تردید کی اور

برائی بیان کی اور ان کی کتابوں کا بائیکاٹ کر دیا اور بازاروں میں ان کی خرید و فروخت بند کر دی، بلکہ کبھی کبھی انہیں پھاڑ بھی دیا جاتا۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۹۸﴾

بہر حال! نامحمود عباسی کا پہلا ثقہ اور غیر شیعہ مورخ یزیدی بھی ہے اور خارجی بھی اور بقول جمہور علمائے امت ناصبی بھی ہے اور تین علی بھی۔ بنو امیہ کا ناجائز حمایتی بھی ہے اور جمہور آئمہ اسلام کا گستاخ بھی بلکہ اس کی کتابوں کی تعلیمات کا اکثر حصہ باطل عقائد پر مبنی ہے اور اس کی تصنیفات جلا دینے کے قابل ہیں اور بقول علمائے امت اس نے انساب وغیرہ علوم پر بھی کام کیا ہے مگر وہ اس معاملہ میں جاہل بھی ہے اور کاذب بھی، خاص طور پر راویوں اور نسب کے معاملہ میں وہ شدید غلطیوں کا ارتکاب کرتا ہے ان حالات میں اگر اس کی کتاب جمہور الانساب خارجی عباسی کے معیار پر پوری اترتی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

بلکہ ابن حزم کے نزدیک تو بنو ہاشم اور خاندان علی کرم اللہ وجہہ الکریم مع حضرت علی کے مجموعہ اغلاط اور بنو امیہ کا ہر فرد فرشتہ ہے۔

ان حالات میں اس کی تصنیفات کے خود ساختہ بیانات پر کس طرح اعتماد کیا جاسکتا ہے جبکہ علمائے امت ان کے مطالعہ سے بھی منع کرتے ہیں۔ قارئین کرام ہمارے اس موقف کی یقیناً حمایت کریں گے کہ اس قسم کے کھلم کھلے خارجی اور ناصبی کی تحریروں کو زیر بحث لا کر اوراق سیاہ کرنا

سوائے ترضیع اوقات کے اور کچھ نہیں ہے۔

اسلئے ہم خلافت معاویہ و یزید کی ان تمام تحریروں کو باطل قرار دیتے ہیں جو اس نے جہمۃ الانساب کے خارجی مصنف ابن حزم کے حوالہ سے پیش کی ہیں البتہ ہم دیگر کتب انساب و تواریخ سے اس کی خود ساختہ عبارتوں کی تردید ضرور کریں گے۔

اب اس کے بعد نامحمود عباسی کے نزدیک ثقہ اور غیر شیعہ دوسرے مصنف ابن تیمیہ کے بارے میں بھی بالوضاحت تعارفی مضمون ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا ثقہ اور غیر شیعہ مصنف

ابن تیمیہ

جیسا کہ ہم سابقہ اوراق میں بتا چکے ہیں کہ نامحمود عباسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر خانوادہ رسول کی توہین و اہانت کرنے کے لئے جس شخص کا سہارا لیا ہے وہ ابن تیمیہ ہے اس کی کتاب منہاج السنۃ پر ہی اپنی کتاب کا دار و مدار رکھا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق بھی تفصیل سے بتا دیا جائے کہ اس کے عقائد و نظریات کیا ہیں۔ اور جمہور علمائے امت کے نزدیک اس کی تعلیمات کا کیا مقام ہے۔

چنانچہ ہم سابقہ ترتیب کے مطابق پہلے اس کے خاص عقیدت مند اور ہمنوا قاضی ابوزہرہ مصری کی چند تحریریں مختلف کتب سے پیش کریں گے

اور بعد ازاں دیگر مشاہیر اسلام کی آراء پیش خدمت کی جائیں گی اور یہ سب کچھ اس لئے بتا رہے ہیں کہ قارئین بھی اس کا تعین کر سکیں اور خود کو خارجیوں کے دامن فریب سے بچاسکیں۔

آپ اندازہ کریں کہ جب ایک شخص کو شیخ الاسلام فقہیہ عصر اور امام امت کے القاب سے متعارف کرایا جائے گا تو اس کی بات میں کچھ نہ کچھ وزن ضرور محسوس ہوگا بلکہ اس کی باتیں خلاف حقیقت بھی نظر آئیں گی تو اس کی شوکت و جلالت کے پیش نظر اس کو آسانی سے مسترد نہ کر سکیں گے۔ اور جب آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شخص انتہائی لچر اور کاذب اور اس کے عقائد کا جمہور علمائے امت نے ابطال کیا ہے تو آپ اس کی غلط بات کو غلط کہتے ہوئے قطعاً نہیں ہچکچائیں گے۔ بس اسی ایک الجھن کو دور کرنے کے لئے ہمیں ان لوگوں کے عقائد کے مکروہ چہروں کو ننگا کرنے کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی اور آپ بھی طوعاً و کرہاً ان حنظل کے ٹکڑوں کو نگل ہی لیں گے حالانکہ خشک بحث سے مجھے خود بھی شدید کوفت ہوتی ہے۔

بہر حال آپ ابو زہرہ مصری کی ابن تیمیہ کے متعلق حقیقت افروز تحریریں ملاحظہ کریں گے بلکہ اس سے پہلے ہم آپ کو ابو زہرہ کا تعارف کرانا بھی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس کی بات میں وزن پیدا ہو سکے۔ اور یہ تعارف بھی خارجیوں و ہابیوں کی طرف سے ہی پیش کریں گے۔

ابو زہرہ کی کتاب حیات ابن تیمیہ؛ کا مثنوی متعصب و ہابی عطا اللہ

حنیف بھوجیانی اس کتاب کے پہلے صفحات پر رقم طراز ہے۔

وہابی ابو زہرہ کے حضور میں

شیخ ابو زہرہ کی اس کتاب کا اپنا خاص مقام ہے۔ اس کی بڑی خصوصیات سے ایک یہ ہے کہ دور حاضر کی مقتضیات کے مطابق مخصوص اغراض سے پھیلائے ہوئے اس مغالطے کا کامیاب جواب ہے کہ اسلامی ملکوں میں دستور اسلامی کے نفاذ میں مانع صرف یہ امر ہے کہ اسلامی فقہ نئی پیدا شدہ ضروریات کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔ اس کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ شیخ الا سلام (ابن تیمیہ) کی دعوت توحید و سنت کو سمجھنے کے لئے اس سے مبسوط سیرت آج تک نہیں لکھی گئی۔

محترم شیخ ابو زہرہ مصر کے مشہور اہل قلم، وسیع المطالعہ، تقید مذہبی سے آزاد فقیہ، اور امام غزالی کے طرز متکلم اسلام ہیں۔ وہ گو خالص مسلک اہل حدیث سے براہ راست زیادہ واقف نہیں مگر اہل حدیث ہی کی طرح تقلیدی جمود کے مخالف اور سارے شعبہ ہائے زندگی میں احیاء و نفاذ اسلام کے متمنی اور داعی ہیں۔ ﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۹﴾

آپ مصر و شام کے ان علماء سے ہیں جو وہاں کے دشمنان حدیث تجدیدہ ملحد فرقہ کی سرگرمیوں کے خلاف مصروف جدوجہد عمل ہیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۰﴾

استاد ابوزہرہ فواد یونیورسٹی قاہرہ میں لاء کالج کے طلبائے درجہ عالیہ کے مخصوصین فقہ کو اسلامی قانون پڑھاتے ہیں۔ فقہ ابن تیمیہ سے شدید تاثر بلکہ عقیدت کے باعث اس کی تصویر پیش کرنے میں مصنف کافی حد تک کامیاب ہیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۲﴾

آدھا جعفری آدھا وہابی

رئیس احمد جعفری ندوی لکھتے ہیں یہ کتاب یہ کتاب شیخ ابوزہرہ کی مایہ ناز کتاب کا ترجمہ ہے مصر کے اہل علم میں ابوزہرہ مرتبہ، خاص پر فائز ہیں۔ ابوزہرہ نے متعدد عنوانات پر گراں مایہ کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی ہر کتاب تلاش و تفتیش، حسن تالیف اور حسن بیان، عبارت کی روانی، شگفتگی، معلومات کی وسعت اور تحقیق و تدقیق کا شاہکار ہے

وہ متعدد علوم کے حامل ہیں ادب و محاضرات تاریخ و سوانح منطق و فلسفہ فقہ و کلام ہر موضوع پر ماہرانہ اور مجتہدانہ نظر رکھتے ہیں تفسیر و حدیث سے بھی بقدر ضرورت واقفیت ہے انہوں نے متعدد اکابر و اعظم رجال کے حالات و سوانح کافی تحقیق و تدقیق کے ساتھ قلم بند کئے ہیں۔

اور جہاں مورخانہ کاوش سے ان کے احوال و سوانح مرتب کئے ہیں وہاں ایک دیدہ و در کی حیثیت سے ان کے فلسفہ۔ ان کی دعوت، ان کے

پیام، ان کے عمل اور ان کے کردار اور صفات کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے اور بے لاک نقاد کی حیثیت سے جلال و عظمت کے تمام آداب و رسوم ملحوظ خاطر رکھنے کے باوجود بڑی صفائی سے نکتہ چینی کا حق بھی ادا کیا ہے۔

ان کی مدح گستری قصیدہ کارنگ اختیار نہیں کرتی۔ ان کی نکتہ چینی فردہ گیری تک نہیں پہنچتی رائے میں ان کی غیر جانبداری سلیم الفکری، نظر کی وسعت اور مطالعہ کی قدر و قیمت ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے

ان کی تحریر ایک آئینہ ہے۔ صاف و شفاف، بے زنگ، بے داغ جس میں تصویر کے تمام خدو خال واضح اور نمایاں طور پر نظر آتے ہیں خوبی کا کوئی گوشہ نظر سے اوجھل نہیں ہوتا کوتاہی کا ہر پہلو سامنے آ جاتا ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۲۸﴾

وہابیوں اور ندویوں کے اس واضح ترین تعارف کے بعد پہلے ہم قاضی ابوزہرہ مصری کی چند کتابوں میں سے ابن تیمیہ کا تعارف پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ابن تیمیہ جب اپنے ایک عقیدت مند کی نظر میں اس قدر خوفناک عقائد اور نظریات کا داعی ہے تو عام منصف مزاج علماء و محققین کی نگاہوں میں اس کا کیا مقام ہوگا

چنانچہ ہم ابوزہرہ مصری کے بعد دیگر ان مشاہیر اسلام کی بھی چند تحریریں پیش کریں گے جن کی جلالت علمی مسلم ہے تاکہ تمام تر شکوک و

شبهات کا ازالہ ہو جائے

ابن حزم اور ابن تیمیہ کا تعلق

ابن تیمیہ ساتویں صدی کے آخر اور آٹھویں صدی کے اوائل میں آئے اور اسی دعوت کا آغاز کیا جسے ابن حزم جیسا نا بغضہ روزگار اپنے عصر و عہد میں شروع کر چکا تھا۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۱۳﴾

تصنیفی شاگرد

جب ابن تیمیہ کی خصوصی دعوت یہ تھی کہ صالحین کو وسیلہ بنانا جائز نہیں تو خوب جان لینا چاہیے کہ اس کا اولین داعی ابن حزم تھا۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۱۴﴾

ابن حزم پہلا شخص تھا جس نے صوفیاء کو اپنی کڑی تحقیق کا نشانہ بنایا اور ابن تیمیہ آیا تو اس نے ابن حزم سے بھی سخت تنقید کی

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۳۱۸﴾

بنا برائیں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ابن حزم کی تصانیف کے واسطے سے اس کا شاگرد تھا۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۳۱۹﴾

عقیدہ تجسیم خداوندی

فاضل محقق ابو زہرہ مصری لکھتے ہیں۔ ابن تیمیہ کی تصریحات کا یہ

خلاصہ ہے کہ کتاب وسنت میں ذات باری تعالیٰ کے متعلق جو بھی مذکور ہے مثلاً فوق تحت، استوی العرش یا اس کا چہرہ اور ہاتھ خدایٰ محبت اور بعض اسے بلا تاویل جوں کا توں مان لیا جائے۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ حنابلہ نے چوتھی صدی ہجری میں بعینہ انہیں خیالات کا اظہار کیا تھا اور انہیں سلف کی جانب منسوب کیا تو علماء ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا کہ اس سے خدا کی تجسیم و تشبیہ لازم ہے۔

﴿المذاہب الاسلامیہ صفحہ نمبر ۲۶۴﴾

جمہور اہل اسلام کا مخالف

ابن تیمیہ روضہ نبوی کی زیارت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ازراہ تبرک روضہ نبوی کی زیارت جائز نہیں مسئلہ زیر نظر میں ابن تیمیہ کا موقف جمہور اہل اسلام کے خلاف ہے بلکہ ان کے نظریات کے خلاف ایک زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔

قبور صلحا اور ان کی منت و زیارت کے مسئلہ میں ہم ان کے شدید مخالف ہیں۔ ابن تیمیہ نے جس اساس پر تبرک روضہ نبوی کی زیارت کو ممنوع قرار دیا ہے۔ وہ صنم پرستی کا خوف ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خوف بے محل ہے اس لئے کہ زیارت ممنوع توحید کے باعث تقدیس ہے۔

﴿المذاہب الاسلامیہ صفحہ نمبر ۲۸۳﴾

ابو زہرہ کی پریشانی

تجسیم و تشبیہ باری تعالیٰ کے مسنہ میں ابن تیمیہ کے مسلک سے پریشان ہو کر ابو زہرہ کہتے ہیں۔

ابن تیمیہ کے اصل الفاظ ہم نے پیش کر دیئے اور ہم یہ کہنے پر اپنے تئیں مجبور پاتے ہیں کہ ہماری عقل اللہ کے آسمان کے اوپر ہونے، اسکی طرف اشارہ حسیہ کرنے۔ اس کے عرش پر مستوی ماننے اور جسمیت سے تنزیہ یہ مطلق اور حوادث سے عدم مشابہت کے مابین تطبیق دینے سے قاصر ہے۔ حیرت ہے کہ امام صاحب ان لوگوں پر سخت برہمی کا اظہار فرماتے ہیں جو ان نصوص کی تاویل کرتے ہیں۔ لیکن اس برہمی اور سخت گفتاری اور انکار شدید کے باوجود نعیم جنت کے سلسلہ میں تمام اسماء وارودہ کو مجازی قرار دیتے ہیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۴۱۳-۴۱۴﴾

روضہ رسول سے عداوت

غرض ابن تیمیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ صالحین اور انبیاء کی قبروں کی زیارت کو جائز نہیں سمجھتے اور عمومی حکم سے تربت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتے بلکہ اسے عموم میں داخل کرتے ہیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۰۲﴾

ابن تیمیہ کے اس مسلک کی جمہور معاصرین کی طرف سے سخت مخالفت ہوئی بلکہ جمہور کے بہت بڑے گروہ کی طرف سے آج تک مخالفت کا سلسلہ جاری ہے۔ ﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۰۴﴾

جہاں تک عموماً زیارت قبور منصالحین کا تعلق ہے ہمارا میلان امام صاحب کی رائے کی طرف ہے لیکن جہاں تک زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق ہے ہمیں اس کی رائے سے پورا پورا اختلاف ہے۔ کیونکہ قبر نبی کی زیارت حقیقت و وحدانیت کا شعور پیدا کرتی ہے۔ اور اس کے معنی کی تقدیس کا جذبہ ابھارتی ہے کیونکہ رسل سے جو تقدیس وابستہ ہوتی ہے وہ ان کی فکر و ہدایت پر ہوتی ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۰۷﴾

ہم اس معاملہ میں ابن تیمیہ کے مخالف ہیں کہ وہ حصول برکت کے لئے زیارت قبر رسول اور وہاں دعا و مناجات کا مخالف ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۱۰﴾

حکومت کی سرپرستی

حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شیخ تقی الدین (امام ابن تیمیہ) سے فقہاء کی ایک جماعت جلا کرتی تھی اس لئے حکومت کی نگاہ میں وہ وقار و اجلال کے حامل تھے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۰۰﴾ بحوالہ البدایہ والنہایہ ۱۲-۱۳۷ ﴿﴾
 امام صاحب نے صوفیہ کی جماعت سے بھی ٹکرائی تھی وہ امام صوفیہ
 اور فلیسوف اکبر محی الدین عربی پر بھی اعلانیہ نکتہ چینی اور تنقید کرتے تھے۔ اور
 حکام وقت کو ترغیب دیتے تھے کہ وہ ان شعبہ گروں کے مکروہ فریب کو توڑ
 دیں۔

یہ لوگ نائب السلطنت کے پاس فریاد کناں پہنچے اور استدعا کی کہ
 امام صاحب کو ان پر نکتہ چینی سے روک دیا جائے۔
 نائب السلطنت نے امام صاحب سے پوچھ پگچھ کی۔ آپ نے فرمایا
 ان لوگوں کی یہ استدعا قبول نہیں کی جاسکتی۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۰۱﴾

بد زبان، بد اخلاق

اس جگہ ہم اس بات کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں کہ امام صاحب اپنے
 اخلاق اور اپنی زبان کے اعتبار سے ذرا گرم مزاج تھے کبھی کبھی ان کی زبان پر
 سخت اور درشت الفاظ جاری ہو جاتے۔

﴿حیات ابن تیمیہ ۱۰۲﴾

نا محمود صفت

ان میں ایک صفت ایسی تھی جسے غیر محمود کہا جاسکتا ہے۔ وہ حدت

قول یعنی گفتگو کے دوران درشت لہجہ پھر یہ تیزی طبع بعض دفعہ بات کو دلیل و حجت سے نکال کر صحن کی منزل میں پہنچا دیتی ہے۔
اسی طرح اپنے اکثر مخالفین کو امام صاحب بدعتی قرار دیتے ہیں۔

جھگڑالو

اصل بات یہ ہے کہ اس شدت وحدت کا سبب جدل ہے اس لئے کہ ہر مجادلہ آسانی سے منازلہ بن جاتا ہے اور نزال یعنی حرب و پیکار اور مقابلہ میں لہجہ سخت ہو جاتا ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۹۲﴾

امام ذہبی کا خیال ہے کہ یہی درشت گوئی امام صاحب کے دشمنوں اور مخالفوں میں اضافے کا سبب بنی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۹﴾

خارجیوں کا ہمنوا

بنا برائیں معلوم ہوتا ہے کہ ان فرقوں کا ذرا تفصیل سے ذکر کیا جائے جن سے امام صاحب کو برسر پیکار ہونا پڑا۔ اس سلسلہ میں ہم خوارج کا ذکر نہیں کریں گے کیونکہ ان سے امام صاحب کی کوئی آویزش نہیں ہوئی گو ضمننا ان کے بعض نظریات سے بھی امام صاحب نے بحث کی ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۲۵۹﴾

ابن تیمیہ کا اصل مقصد چونکہ ہر حال میں جمہور اہل سنت کے عقائد کی مخالفت تھا اس لئے وہ خارجی نظریات رکھنے کے باوجود اپنی مقصد براری کے لئے شیعوں کے فقہی مسائل پر بھی اپنے فتویٰ کی بنیاد رکھ لیتا اس لحاظ سے تو بقول عباسی یہ بھی نصف شیعہ اور غیر ثقہ ہو سکتا ہے مگر عباسی کی نظر میں یہ صرف اس لئے غیر شیعہ ہے کہ اہل بیت رسول کے معاملہ میں اس کی خارجیت میں کوئی جھول پیدا نہیں ہوتی۔ بہر حال ابوزہرہ لکھتے ہیں پھر وہ علم کے اس درجہ پر فائز ہوئے کہ بعض مسائل میں جملہ مذاہب اربعہ کی مخالفت پر مجبور ہو گئے اور دوسرے مذاہب کی حتیٰ کہ شیعہ مذہب تک کی بعض رائیں قبول کر لیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۳۳۵﴾

محقق ابوزہرہ مصری کے ان چند حوالوں کے بعد ہم دیگر محققین اور مشاہیر اسلام کے ابن تیمیہ کے مسلک کے بارے میں چند وضاحتی نوٹ نقل کرتے ہیں

ابن تیمیہ ابن حجر مکی کی نظر میں

ذلیل اور گمراہ کندہ

ابن تیمیہ عبد خزلہ اللہ و افعلہ و اعماہ
واصمہ و اذلہ و بذلک صرح لائمة الذین
بینوا فساد احوالہ و کذب اقوالہ و من اراد

ذالك فعليہ بطلانہ كلام الامام المجتهد
المتفق على امامة وجماله وبلوغه مرتبة
الاجتهاد ابى الحسن سبكي وولده التاج
والشيخ امام العزبن جماعة واهل عصرهم
وغيرهم من الشافعية المالكية والحنفية ولم
يقصرا اعتراضه على المتأخرى الصوفية بل
اعتراض على مثل عمر بن الخطاب وعلى
ابن ابى طالب رضى الله عنهما كما ياتى
والحاصل ان لا يقام الكلامه وزن بل يرمى فى
كل عصر ويعتقد فيه ان مبتدع ضال ومضل
جاهل ضال عامله بعدله واجارنا من مثل
طريقة وعقيدة وفعله آمين

﴿فتاوىٰ حدیثیہ مطبوعہ مصر صفحہ نمبر ۹۹﴾

﴿مولفہ امام ابن حجر مکی﴾

ترجمہ

ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ نے اسے رسوا کیا۔ اندھا کیا اور
بہرہ کیا اور ذلیل کیا وہ ایسا ذلیل شخص تھا کہ اس کے
مفسدانہ اور جھوٹے اقوال کے متعلق علمائے دین نے
صراحتاً بیان کیا ہے اس کے متعلق مزید معلومات
حاصل کرنا ہوں تو امام ابوالحسن سبکی جن کی امامت
وجلالہ پر سب کا اتفاق ہے اور جو مقام اجتہاد پر فائز

تھے اور ان کے بیٹے تاج الدین سبکی اور امام العزیز بن
 جماعت اور ان کے ہم عصر علمائے کرام اور ان کے
 علاوہ دیگر علمائے کرام شافعیہ مالکیہ حنفیہ وغیرہ کے
 کلام کا مطالعہ کریں ابن تیمیہ نے یہی نہیں کہ صو
 فیائے متاخرین پر اعتراض کئے بلکہ اس شیخ حضرت عمر
 فاروق اعظم اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ
 عنہما کو بھی بدف تفہید بنایا ہے جس کا بیان آگے آئے
 گا۔ الحاصل اس کے کلام کو کہیں قیام نہیں اس نے محض
 ایسی قیاس آرائیوں اور تنگ بندیوں سے کام لیا ہے
 جن کا کوئی سرپیر ہے اور نہ ہی وزن ہے اس کے متعلق
 یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ بدعتوں کے جاری کرنے
 والا جاہل اور غالی ہے اس کے عقائد اور طریقے اور
 افعال جو ہم میں سے جاری کرے اللہ تعالیٰ اسے اپنی
 رحمت سے دور کرے (آمین)

ابن تیمیہ کی بھیانگ تصویر

اب ہم قارئین کرام کے سامنے ابن تیمیہ کی وہ تصویر لاتے ہیں جو
 مشاہیر اسلام نے اس کے عقائد کے بارے میں کھینچی ہے۔ ملاحظہ ہو

مضمون درج ذیل ایک طویل مکتوب سے اخذ کیا گیا ہے جو مشہور
 حدیث اور ناقد شیخ محمد زاہد کوثری نے ذخائر القصر کے حوالہ سے، السیف
 الصیقل، میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے عبدالنافع بن عراق کی تبدیلی مسلک کا
 سبب بیان کرتے ہوئے ابن تیمیہ کے متعلق جو تحریر کیا ہے اس کا اردو ترجمہ
 فوائد جامع سے نقل کیا جاتا ہے۔
 لکھا ہے کہ:-

حافظ صلاح الدین علانی نے ان اصولی و فروعی مسائل کا ذکر کیا ہے
 جن میں ابن تیمیہ نے اختلاف کیا ہے چنانچہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن
 کے اندر اس نے اجماع کے خلاف کیا ہے بعض وہ ہیں جن میں مذہب راجح
 کے خلاف کیا ہے ان میں سے ہی طلاق یمین یعنی وہ طلاق جو قسم کے ساتھ
 وابستہ ہوتی ہے اس کے متعلق اس نے لکھا ہے کہ جس چیز پر قسم کھائی جاتی
 ہے۔ اس کے واقع ہونے کے بعد وہ واقع نہیں ہوتی بلکہ قسم کھالینے والے پر
 قسم کا کفارہ واجب ہو جاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے اس مسئلہ میں فقہائے
 امت میں سے کبھی کوئی فقیرہ کفارہ کا قائل نہیں ہوا۔

اور اسی طرح طلاق اس طہر میں واقع نہیں ہوتی حالانکہ وہ اس سے
 پہلے اس مسئلہ میں مسلمانوں کا اجماع اس کے خلاف نقل کر چکا ہے نیز یہ بھی
 کہ جس نے اس کی مخالفت کی اس نے کفر کا کام کیا۔ پھر اس مسئلہ کے خلاف
 فتویٰ دیا اور بڑی خلقت کو اس مسئلہ میں پھنسا دیا۔

اور یہ بھی کہ اگر نماز کو قصداً چھوڑا جائے تو اس کی قضا جائز نہیں
 اور یہ بھی کہ اگر حائضہ طواف کعبہ کرے تو اس پر کفارہ واجب نہیں
 طواف اس کے لئے مباح اور درست ہے۔

اور یہ بھی کہ ٹیکس لینا اس سے حلال ہے جس نے زمین کو جاگیر میں
 دیا ہو۔

اور اگر تاجروں سے ٹیکس لئے جائیں تو زکوٰۃ کے عوض میں ان کی
 طرف سے کافی ہیں اگرچہ وہ زکوٰۃ کے نام سے نہ لئے ہوں اور نہ زکوٰۃ کے
 دستور کے مطابق لئے ہوں۔

اور یہ بھی کہ بہنے والی چیزیں چوہیا جیسے جانور کے مرنے سے
 ناپاک نہیں ہوتیں۔

اور یہ بھی کہ جنبی کورات میں نوافل تیمم سے پڑھنے چاہئیں اور ان
 نوافل کو فجر کے غسل تک موخر نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ وہ شہر میں ہو۔

اور یہ بھی کہ جس نے امیر کے لئے بچھونا بچھایا اور سفر کے اندر رات
 میں جنبی ہو گیا اور اس کو یہ ڈر ہے کہ اگر وہ فجر کو غسل کرے گا تو اس کا استاد یا
 افسر وغیرہ اس کو متہم کرے گا تو وہ فجر کی نماز تیمم سے پڑھ لے خواہ وہ غسل پر
 قادر ہو۔

اس قسم کے فروعی مسائل کو بیان کرنے کے بعد آگے چل کر لکھا ہے
 کہ ابن تیمیہ جن اصولی مسائل پر اکیلا ہے وہ حسن و قبح کا مسئلہ ہے جس کے

معتزلہ قائل ہیں تو یہ بھی ہو گیا اس کی حمایت اور پر کتاب لکھی اور اس کو اللہ کا دین قرار دے دیا اور ہر اس بات کو جو اس پر مبنی ہو اس کو لازم قرار دے دیا جیسا کہ اعمال میں موازنہ کرنا ہے۔

کیا یہی اچھا ہوتا کہ جس وقت اس نے عقل کا حکم مانا عقل سلیم کو حکم مان لیتا اپنی عقل کو جس کی خرابی سے ظاہر ہے حکم نہ بناتا جس سے اس نے ذات خداوندی اور صفات الہیہ میں کلام کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بالاتر ہے جو جاہل اس کے متعلق کہتے ہیں۔

اب آپ چند عبارات اسی مکتوب کی معہ متن ملاحظہ فرمائیں۔

خدا تعالیٰ حادث اور ہاتھ پاؤں کا محتاج ہے

واما مقالة في اصول الدين فمنهما ان الله
سبحانه محل للمحادث وانہ مر کب مفتقر
الى اليد العين والوجه والساق ونحوها افتقار
الکل الى الجزء

ترجمہ

اور مگر اس کے (ابن تیمیہ کے) اصول دین میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی ذات حوادث کے لئے محل ہے اور اللہ تعالیٰ مرکب ہے اس کو ہاتھ آنکھ چہرہ پنڈلی کی اسی طرح محتاجی ہے جس طرح کل کو جزو کی طرف

احتیاج ہوتی ہے۔

قرآن حادث و مخلوق ہے

وان القرآن محدث فی ذاته تعالیٰ واناالعالم
قدیم بالنوع ولم یزل مع اللہ مخلوق دائما
فجعلہ موجبا بالذات لا فاعلا بالاختیار

ترجمہ

اور یہ کہ قرآن ذاتہ حادث اور عالم قدیم بالنوع ہے
مخلوق ہو کر خدا کے ساتھ اس کا تعلق دائمی ہے چنانچہ
ابن تیمیہ نے اس کو موجب بالذات مانا ہے فاعل
بالاختیار نہیں۔

خدا کا جسم اور نقل مکانی

ومنها قوله بالجسمية والجهة وولانتقال
وصرح بعض تصانيفه بان الله بقدر العرش
لا اكبر ولا اصغر

ترجمہ

اور انہی میں سے اس کا اللہ تعالیٰ کے لئے جسم و جہت
اور انتقال مکانی کا قائل ہونا ہے اور اس نے اپنی بعض
تصانیف میں بالصرحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی قدر

ہے جس قدر عرش ہے وہ عرش سے نہ بڑا ہے نہ چھوٹا۔

خدا کا علم محدود ہے

وصف جزافی ان علم الله لا يتعلق بما لا
يتناهي كنعيم اهل الجنة وانه لا يحيط بغير
المتناهي

ترجمہ

اور ابن تیمیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ہے کہ
اللہ تعالیٰ کا علم لامتناہی امور سے تعلق نہیں رکھتا جیسا
کہ جنتیوں کی کچھ نعمتیں ہیں اور یہ کہ وہ لامتناہی کو محیط
نہیں

انبیاء معصوم نہیں

ومنہا ان الانبیاء غیر معصومین وان
نبینا علیہم والصلوة والسلام لیس لہ
جاه ولا یتوسل بہ أحد الا وان یکون مخطئا
وصنف فی ذالک عدہ اوراق

ترجمہ

اور ان ہی باتوں میں سے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام
معصوم نہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
لئے بزرگی اور بڑائی نہیں جو کوئی آپ سے وسیلہ

پکڑے وہ خطا کار ہے اور اس موضوع پر کئی اوراق کا
رسالہ لکھا ہے

گنبد خضریٰ کی زیارت گناہ ہے

وان نشاء السفر لزيارة نبينا صلى الله عليه
وآله وسلم معصية لا تقصر فيها الصلوة
وبالغ في ذلك ولم يقل به احد من المسلمين
قبله ه

ترجمہ

اور یہ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت
کے لئے سفر کرنا معصیت ہے اس میں نماز قصر نہیں
کی جا سکتی اور اس میں بڑا ہی غلو کیا ہے
حالانکہ مسلمانوں میں کوئی بھی اس سے پہلے اس کا
قائل نہیں ہوا۔

دوزخیوں کا عذاب

وان عذاب اهل النار ينقطع ولا يتابد (وجز
التقى السبكي في الرد عليه مطبوعه)
ومن افرادہ ايضا التوبة والا نجيل لم يبدل
الفاظهما بل هي باقية على ما انزلت وانما
وقع التعريف في تاويلهما وله فيه مصنف

آخر ما راثت واستغفر الله من كتابه مثل مثل هز
فضلاً عن ارتقاده (انتھی ما نقله ابن طولون
عن الصلاح العلائی)

﴿فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۴۹ تا ۲۵۱﴾

﴿بحوالہ السیف الثقیل فی الرد علی ابن زبیل، ص ۱۳۳ تا ۱۳۴﴾

ترجمہ!

اور یہ کہ اہل جہنم کا عذاب ہمیشہ ہمیشہ نہیں بلکہ منقطع ہو
جایگا (امام سبکی نے اس کی رد میں ایک رسالہ لکھا
ہے جو مطبوعہ ہے) اور اس کی (جمہور اہل اسلام)
سے علیحدگی ایک یہ بھی ہے۔ کہ تورات و انجیل کے
الفاظ میں تبدیلی اور تحریف نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ اسی
صورت میں موجود ہیں جن پر وہ نازل ہوئی تھیں۔ اور
تحریف صرف ان کی تاویل میں ہوئی ہے اور اس
موضوع پر اس کی ایک تصنیف ہے جو میں نے دیکھی
ہے۔ میں تو اس قسم کی باتوں کے لکھنے پر بھی اللہ سے
استغفار کرتا ہوں چہ جائیکہ ان پہ اعتقاد رکھنا ﴿یہاں
وہ مسائل جنہیں ابن طولون نے صلاح الدین علائی
سے نقل کیا ہے ختم ہوگئی﴾

یہ بھی دیکھیں

علامہ صلاح الدین علائی کی اس طویل عبارت کے بعد ابن تیمیہ کے تفردات جو ابن رجب نے بیان کئے ہیں ان کا اردو ترجمہ یہ ہے ضرورت کی صورت میں موزوں پر مسح کرنے کی کوئی مدت نہیں غیر معذور کو وقت کے فوت ہو نے نماز جمعہ یا عیدین کے وقت نکل جانے کا ڈر ہو تو وضو کے بجائے تیمم کرنا درست ہے اور یہ کہ نہ تو حیض کی کوئی کم سے کم مدت ہے اور نہ زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔ اور نہ ہی سن یا اس کی کوئی مدت ہے باکرہ کے لئے اس تہرار نہیں چاہے وہ بوڑھی ہو سجدہ تلاوت کت لئے وضو شرط نہیں بلا محلل کے گھوڑ دوڑ میں شرط لگانا جائز ہے۔ آخر یہ ہے۔

فکم له من شواذ ابن تیمیہ وقد ذکر ابن حجر
الہیثمی فی فتاویٰ الحدیثیۃ کثیراً من شواذ ابن
تیمیہ

یعنی اب اندازہ کریں کہ ابن تیمیہ کے کتنے تفردات ہیں اور اس کے بہت سے تفردات کو امام ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

بے جا حمایت

اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے

کافی رقم خرچ کر کے محمود آلوسی بغدادی کے بدنہاد اور ناخلف بیٹے نعمان آلوسی سے ایک کتاب ابن تیمیہ کی صفائی پیش کرنے کے لئے لکھوائی لیکن اس رسوائے زمانہ کتاب کو علماء نے اس کے منہ پر دے مارا کیونکہ وہ پوری کوشش باوجود جھوٹ کو بچ نہ بنا سکا۔

چنانچہ لکھا ہے۔

وقد حاول الشيخ نعمان الالوسي باشارة
صديق حسن خان الذي كان له به صلة مادية
متينة الردفي جلاء العينين مترخيا تبرئته
ساحة ابن تيمية من غالب تلك الشواذ لكن
سقط في يده حيث ففحت هذه اطرحلة من الد
عاية لابن تيميه بطبع كتب له

ترجمہ

شیخ نعمان آلوسی نے نواب صدیق کے ایما پر مالی امداد حاصل کر کے جلاء العینین میں ابن حجر کی کے رد کا ارادہ کیا اور ابن تیمیہ کے دامن کو اکثر شواذ و تفردات سے پاک کرنے کی کوشش میں بڑا زور لگایا مگر اسے ندامت اٹھنا پڑی کیونکہ ابن تیمیہ کی کتابوں نے اس کی بے جا حماست کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ کیونکہ جن باتوں کی اس نے تردید کی تھی ابن تیمیہ کی کتابوں میں

اس کی تصریح موجود تھی آخر یہ لکھا ہے اللہ تعالیٰ
دولت کے لالچ کو قتل کرے جو بھی اس کے ہتھے چڑھ
گیا اسے ذلالت ہی نصیب ہوئی۔ لکن قاتل اللہ
الضادة ما دخلت في شئ الا اقسدته)

﴿السیف الثقیل فی الرد علی ابن زبیل مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۲﴾

درج ذیل تاثرات بھی ابن تیمیہ کے خاص معتقدین کے ہیں
حیات ابن قیم مطبوعہ مصر میں جامعہ قاہرہ مصر کے اساتذہ عبد العظیم وغیرہ
باوجود ابن تیمیہ کے گروپ کے افراد ہونے کے اس کی طبعی شدت وحدت
اور اصل مسائل سے بر گشتگی کے متعلق جو تصویر کشی کرتے ہیں اس کا نمونہ
کتاب کے ترجمہ میں پیش کیا جاتا ہے۔

تکفیر بازی

ابن تیمیہ کی مخالفت اپنی انتہا کو اس وقت پہنچی جبکہ ۷۲۶ھ میں
آپ نے یہ اعلان کیا کہ مزارات کی زیارت کرنا اور اولیاء اللہ کا وسیلہ اختیار
کرنا حرام ہے ابن تیمیہ اس مخالفانہ تحریک کے پہلے پہلے راہنما تھے جس
کے ذریعے روحانی اور اہل ذوق حضرات کے خلاف اعتراضات اور تکفیر کے
تیر برسائے گئے ان کے بعد صوفیاء کے جو مخالف افراد آئے وہ سب ابن
تیمیہ کی راوی کا مزن رہے۔ ﴿حیات ابن قیم صفحہ نمبر ۲۵۵﴾

جوش و خروش

ابن تیمیہ کی بے باکی کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ وہ اپنے حریفوں کے ساتھ کس قدر ہمت اور دلیری سے بحث کرتے ہوں گے اور ان پر کس قدر شدت اختیار کرتے ہوں گے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے حریف پر کفر کا الزام لگانے سے بھی نہیں چوکتے ابن تیمیہ کی طبیعت میں جوش و خروش تھا اور ابن تیمیہ کی طبیعت میں سکون و اعتدال تھا۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۲۵۵﴾

تاریخ و رجال کے مشہور ماہر علامہ ذہبی ابن تیمیہ کے منہاج و مسلک سے شدید ترین متاثر ہیں اور انہوں نے ابن تیمیہ کے جو قصائد لکھے ہیں ان کے لئے متعدد صفحات درکار ہیں بائیں ہمہ قصیدہ گوئی کرتے کرتے وہ بھی لکھتے ہیں۔

انا لا اعتقد فيه عصمة بل انا مخالف له في
مسائل اصلية وفرعية فانه كان مع سعة علمه
وفرط شجاعته وسيلان ذهنه وتعظمه
لحرمات الدين بشرامن البشر تعترية حدة في
البحث وغضب وصدمة للمخصوم

﴿تاریخ الکبیر ذہبی صفحہ نمبر ۳۹۱﴾

﴿ فوائد جامعہ بر عجلالہ نافعہ صفحہ نمبر ۲۲۲ ﴾

میں اس کو معصوم نہیں سمجھتا بلکہ میں اصولی اور فروعی مسلوں میں اس کا مخالف ہوں۔ وہ اپنے علم کی زیادتی، شجاعت اور تندگی ذہن اور دین کی قابل احترام باتوں کی تعظیم کرنے کے باوجود ایک بشر تھا وہ دوران بحث گرم ہو جاتا اور غصے میں آپے سے باہر ہو جاتا۔ آگے چل کر علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ لوگ اس کے علم کا لوہا مانتے تھے مگر اس کے اخلاق و افعال سے ناراض تھے۔ متن ہے۔

ولکن یقمنون علیہ اخلاقاً و افعالاً

مندرجہ بالا تحریر میں ذہبی نے ابن تیمیہ کے ساتھ اپنے اصولی اور فروعی اختلافات کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے افعال و کردار اور بد اخلاقی کا نمونہ بھی واضح طور پر پیش کر دیا گویا کہ جو لوگ اس کی علمی قابلیت سے شدید متاثر اور متعدد عقائد میں اس کے ہم آہنگ ہیں وہ بھی اس کی تلبیسات اور حدت طبع پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

الغرض ابن تیمیہ کے متعلق ساتویں صدی سے لے کر اب تک کے تمام علمائے امت کی تحریروں کو اگر جمع کر دیا جائے تو ہزاروں صفحات پر مشتمل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

قارئین کو قطعی طور پو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ابن تیمیہ ایک متشدد اور متعصب شخص ہونے کے علاوہ ابن حزم خارجی کارو حانی شاگرد تھا اور ابن حزم کی اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کھلم کھلا دشمنی روز۔ روشن کی طرح ظاہر ہے

ان لوگوں کا جمہور اہل اسلام سے نہ صرف یہ کہ فروعی مسائل میں ہی اختلاف ہے بلکہ اصولی مسائل میں بھی بیسیوں اختلافات ہیں۔
 حتیٰ کہ یہ لوگ اللہ جل شانہ کی ذات اقدس کے متعلق بھی اس قسم کے عقائد رکھتے ہیں جو کفر صریح پر مبنی ہیں۔

علاوہ ازیں خلاصہ کاينات فخر موجودات نور مجسم شفیع معظم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبریٰ سے انکار ان لوگوں کی دین اسلام سے برگشتگی کی بدترین مثال ہے

اس سے بڑھ کر اور غضب کیا ہوگا کہ یہ لوگ قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ کا واضح ترین انکار کرنے کے باوجود بھی بعض لوگوں کے نزدیک شیخ السلام اور محقق بے بدل کے القابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔

بہر حال جو لوگ خدا اور رسول کے بارے میں اس قدر ٹکروہ عقائد کا اظہار کرتے ہوں ان کے نزدیک اسلام کی دیگر بلند پایہ اور عالی مرتبت ہستیوں کا کیا مقام ہوگا۔

آئندہ اوراق میں ہم ابن تیمیہ کی تحریروں کا قرآن اور حدیث اور

اقوال آئمہ سے بھی موازنہ کریں گے اور اس کی ان تحریروں کو بھی قارئین کے سامنے لائیں گے جن سے اہل بیت رسولؐ سے عداوت کا بھی اظہار ہوتا ہے اور وہ منشائے خدا اور رسول کے بھی خلاف ہیں۔ اب آپ ابن تیمیہ اور اسکی اس کتاب کے بارے میں جس کو عباسی نے اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لئے استعمال کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

ابن تیمیہ کی منہاج السنۃ اور شاہ عبدالعزیز

کلام ابن تیمیہ فی منہاج السنۃ وغیرہ من
 الکتاب موحش جدانی بعض المواضع لا
 سیمانی تقریظ حق اہل بیت وفی منع زیارۃ
 النبی علیہ السلام فی انکار الغوث والقطب
 والابدال وتحقیق الصوفیۃ وامثال ذالک
 وھذہ المواضع منقولۃ موجودۃ عندی وقد
 تصدی لرد کلامہ فی زمانہ جہا یدہ علماء
 الشام والمغرب وایمصر ثم ان ابن القیم
 تلمیذہ الرشید قد بالغ فی توجیہ کلامہ لکن
 لم یقبلہ العلماء حتی ان المخدم معین الدین
 السندی فی عمر سیدی الوالد طال رسالۃ فی
 ردہ واذا کان کلامہ مردود عند علماء اہل
 السنۃ فای طعن بلہتم فی ذالک فقط

﴿فتاویٰ عزیز یہ مطبع مجتہبی ۸۱-۲ مولفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی﴾

ترجمہ:-

ابن تیمیہ کے کلام سے جو منہاج السنۃ وغیرہ کتابوں میں پایا جاتا ہے نہایت وحشت ہوتی ہے۔ خصوصاً ان باتوں سے تو انسان متوحش ہو جاتا ہے جو اس نے اہل بیت کی تفریط کے طور پر لکھی ہیں یعنی اہل بیت کی تنقیص کی ہے نیز اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے منع کیا ہے اور غوث قطب و ابدال وغیرہ کا بھی انکار کیا ہے۔

صوفیاء کرام کی تحقیر کے سلسلہ میں اس نے بہت کچھ لکھا ہے اسی طرح اس کی بہت سی باتیں ہیں، علمائے شام، مصر اور مغرب نے ابن تیمیہ کا رد اس کے زمانے میں ہی لکھ دیا تھا۔

پھر اس کے بعد اس کے شاگرد ابن تیمیہ کے کلام کی توجیہات و تاویلات بیان کی ہیں مگر علمائے اہل سنت نے ان تاویلات کو قبول نہیں کیا حتیٰ کہ ہمارے مخدوم معین الدین سندھی نے بھی ہمارے والد صاحب کے زمانہ میں ابن تیمیہ کے رو میں ایک رسالہ لکھا۔

علمائے اہل سنت کے نزدیک ابن تیمیہ کا کلام باطل ہے۔

آخر پر ابن تیمیہ کے متعلق مورخ اسلام علامہ شبلی کا ایک تاثر ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے سراج الامة سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت میں درج کیا ہے چونکہ ابن تیمیہ سیدنا امام اعظم کو امام الامة سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد تسلیم نہیں کرتا اور اس ٹھوس حقیقت کا انکار صرف اس وجہ سے کرتا ہے کہ اس واقعہ میں اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف کا پہلو ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ کی اس بے باکی کا جواب دیتے ہوئے علامہ شبلی رقمطراز ہیں۔

ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے۔ اور اس وجہ سے کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاصر اور ہم عصر تھے۔ اس لئے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چٹھی ہے۔ امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت امام جعفر صادق سے کیا نسبت۔ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے۔

﴿سیرت نعمان صفحہ نمبر ۶۰۔ مولفہ مورخ اسلام علامہ شبلی﴾

ابن تیمیہ کی جہالتوں اور خباثوں کا باب انہی الفاظ پر بند کیا جاتا ہے قارئین خود ہی اندازہ کر لیں؟ کہ ایسے شخص کی کسی عبارت کو استدلال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے کہ نہیں۔

ہم ابن حزم ہی کی طرح اس کی خرافات کو بھی باطل قرار دیتے

ہیں اس کا کلام خام جمہور اہل اسلام کے نزدیک ہرگز ہرگز حجت قرار نہیں پا سکتا تاہم اس کی بعض تحریر یوں پر آئندہ اوراق میں قرآن و حدیث کی روشنی میں تبصرہ ضرور کریں گے اور یہ بھی بتائیں گے کہ اس قدر متشدد اور معتصب شخص بھی پورے طور پر عباسی کا ساتھ نہیں دے رہا۔ خاص طور پر یزید کے بارے میں اس کی انتہائی حمایت کرنے کے باوجود یہ متعدد باتیں ایسی لکھ گیا ہے جو عباسی کے خیالی قلعوں کو زمین بوس کر دینے کے لئے کافی ہیں۔

نصف غیر شیعہ

زور

ثقفہ مورخ ابن خلدون

ابن خلدون کون ہیں ؟

عباسی وغیرہ کے نزدیک علامہ ابن خلدون ثقفہ مورخ ہیں اور یہ کہ وہ عالی، راشی اور شیعہ، قسم کے بھی کوئی چیز نہیں ہیں۔ البتہ رشید ابن رشید کے چربہ ساز مولف ابن یزید کے خیال میں انہیں کبھی کبھی اہل بیت رسول سے عقیدت کا دورہ ضرور پڑتا ہے جس کی وجہ سے یہ وقتی طور پر یا تو ضعف بصارت کا شکار ہو جاتے ہیں اور یا بالکل ہی بصارت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں پورے ثقفہ اور غیر شیعہ قرار دینا مشکل ہے بلکہ یہ نصف ثقفہ اور غیر شیعہ اور نصف غیر ثقفہ اور غیر شیعہ ہیں۔
یعنی آدھے ثقفہ غیر شیعہ مورخ۔

بہر حال عباسی وغیرہ انہیں ثقفہ مورخ تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا مگر ان کے ساتھ ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہو گئی۔ ادبی سرقہ بازوں کے لئے اس قسم کی اصطلاحیں تو سنتے ہی آئے ہیں کہ فلاں شعر

چورا اور فلاں کہانی چور ہے اور یہ بھی عین ممکنات سے ہے کہ کوئی کسی کی پوری کی پوری کتاب چرانے اور پھر اپنے نام سے طبع کروانے جیسا کہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی متعدد تصانیف لوگوں نے اپنے نام سے متعارف کروائیں۔

لیکن علامہ ابن خلدون کے ساتھ بالکل ہی عجیب بات ہوئی۔ انہوں نے شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد اپنی تاریخ کے لئے چھ ایسے صفحات مرتب کئے جن میں امام عالی مقام امام حسین کی غلطیوں اور یزید پلید کی شان و عظمت اور پاکیزگی و فطرت کی تصویر کشی کی گئی تھی۔ لیکن اسے عباسی کی بد قسمتی ہی کہیے کہ علامہ ابن خلدون نے مسودہ کتاب کسی رافضی کو پڑھنے کے لئے دیا اور اس نے وہی چھ کے چھ صفحات نکال لینے میں وہ ہاتھ کی صفائی دکھائی کہ کسی کو کان و کان خبر نہ ہوئی۔

خدا جانے ابن خلدون پر اس خطرناک چوری کا کیا رد عمل ہوا مگر عباسی کا یوں کف افسوس ملنا اور ان مسروقہ اوراق پر اظہار تاسف کرنا ہم سے دیکھا نہیں جاتا اس لئے مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس پریشانی کو دور کرنا کوشش کی جائے چنانچہ حقیقت حال واضح کرتے ہیں۔

تاریخ ابن خلدون کے چند عربی اردو ایڈیشن ہم نے بھی دیکھے ہیں جن میں سے بعض کے حاشیہ پر یزید کی ولہیدی کے مقام پر نشاندہی کی گئی ہے کہ اس واقعہ کے چھ صفحات غائب ہو چکے ہیں۔

یہاں تک تو یہ بات درست ہے کہ ایسا واقعہ فاجعہ ہوا ضرور ہے خواہ ابن خلدون کے زمانے میں ہوا ہو یا ان کے بعد میں ہوا ہوگا کیونکہ اگر ان کی زندگی میں ہوتا تو وہ دوبارہ اس واقعہ کو قلمبند کر سکتے تھے۔

اگرچہ دور حاضر کے ایک اور خارجی نما مولف جس کی تمام تصانیف کو پڑھنے کے بعد اس کے نظریات کے متعلق صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ:-
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

لکھا ہے کہ یہ واقعہ ابن خلدون نے سرے سے لکھا ہی نہیں یہ پیشہ ور مورخ عباد اللہ اختر لکھتا ہے۔

شہادت امام حسین کا واقعہ تمام مورخین نے لکھا ہے لیکن ابن خلدون جو ایک محقق اور مورخ ہے خاموش ہے اس نے اس واقعہ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ (اے)

﴿خلافت اسلامیہ حصہ اول صفحہ نمبر ۸۱ مولفہ عباد اللہ اختر﴾

عباد اللہ اختر کی اس ریسرچ کو تو ہم اس کی تاریخ سے عدم واقفیت اور حقائق سے روگردانی کا نام دیتے ہیں اور اسے مشورہ دیتے ہیں کہ طبعی عمر کے ان آخری ایام میں اپنے نظریات کا اس طرح بیڑہ نہ غرق کرے اور مورخ بننے کے شوق سے توبہ کرے۔

البتہ خارجی عباسی کا غم غلط کرنے کے لئے اسے بتاتے ہیں کہ تاریخ ابن خلدون سے یزید کے متعلق اوراق چوری کرنے والا کوئی غالی شیعہ اور را

فضلی نہیں ہو سکتا ہمارے اس دعویٰ کی ٹھوس اور مضبوط ترین شہادت موجود ہے۔

اس لئے یقین رکھو کہ یہ واردات رافضیوں نے نہیں کی بلکہ یہ کسی تمہارے باوا جان ہی نے کی ہے اور اس کی واضح ترین اور انحصار الخاص دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن خلدون باوجود دیگر مؤرخین پر بے اعتمادی کا اظہار کرنے کے نہ دشمن اہل بیت ہیں اور نہ ہی تمہاری طرح یزید کو معصوم فرشتہ اور مجسمہ شرافت و پاکیزگی مانتے ہیں اور نہ ہی امام عالی مقام کی شہادت عظمیٰ کو شدید غلطی اور ہلاکت خیز گناہ قرار دیتے ہیں وہ اپنے مشہور مقدمہ میں جس کی بعض تحریروں سے تم لوگ بھی ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو میں بالوضاحت تحریر کرتے ہیں کہ امام عالی مقام سیدنا امام حسین حق پر تھے اور یزید پلید فاسق و فاجر بھی تھا اور امام حسین کی شہادت کا ذمہ دار بھی اگرچہ تمہیں یہ سب کچھ معلوم ہے تاہم قارئین پر حقیقت حال واضح کرنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام اور یزید پلید کا موازنہ کرتے ہوئے رجو کچھ بھی ابن خلدون نے مشہور مقدمہ تاریخ میں تحریر کیا ہے من وعن تحریر کر دیں۔

خلافت کے مستحق نظر انداز

حضرت معاویہ نے دوسروں کو چھوڑ کر یزید کو مصلحت کے تحت چنا تھا

کیونکہ بنو امیہ کے ارباب صل و عقد کا یزید کی ولی عہدی پر اتفاق تھا۔ کیونکہ اس وقت بنو امیہ اپنے سوا کسی اور کے لئے خلافت نہیں چاہتے تھے بنو امیہ قریش تھے انہیں تمام مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی اور یہی ارباب اقتدار تھے اس لئے انہیں میں سے ولی عہد چنا گیا اور جو بظاہر خلافت کے اہل تھے انہیں نظر انداز کیا گیا تا کہ مسلمانوں کے اتفاق اتحاد میں جو شارع کے نزدیک اہم ہے خلل نہ آئے

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۲۷﴾

عبد اللہ ابن عمر کی کنارہ کشی

اس میں (عبداللہ) ابن عمر نے اس لئے حصہ نہیں لیا کہ یہ اپنی پارسائی کی وجہ سے بڑے محتاط رہتے تھے اور جائز و ناجائز ہر چیز سے کنارہ کش رہا کرتے

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۲۸﴾

یزید کا فسق و فجور اور ذوق غنا

یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں چند مسائل ایسے بھی ہیں جن پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے مثلاً عہد خلافت میں یزید فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا تھا حضرت معاویہ کی شان عدالت دیکھتے ہوئے یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ آپ انتہائی عادل اور صاحب فضل تھے بلکہ یزید کو اپنی زندگی میں گانہ سننے پر

برابھلا کہتے رہتے اور اسے روکتے رہتے حالانکہ گانہ سننا دوسرے گناہوں کے مقابلہ میں کم ہے۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۲۹﴾

علامہ ابن خلدون کے اس صراحتی بیان کے بعد اب عباسی کو ان اوراق مسروقہ کا غم بھول جانا چاہیے جن میں اس کے زعم کے مطابق یزید لعین کو فرشتہ ثابت کیا گیا ہو گا علامہ ابن خلدون یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جو بظاہر خلافت کے اہل تھے انہیں مصلحت کی بنا پر نظر انداز کیا گیا تھا اور حضرت عبد اللہ ابن عمر کا یزید کی موافقت و مخالفت میں حصہ نہ لینا احتیاط کے طور پر تھا کیونکہ وہ ہر جائز و ناجائز کام کرنے سے کنارہ کشی کئے ہوئے تھے۔ بقول علامہ ابن خلدون حضرت عبد اللہ ابن عمر جانین میں کوئی کردار بھی قطعاً ادا نہیں کیا۔ لیکن تم یہ ثابت کرنا چاہتے ہو جیسے ابن فاروق اعظم یزید ہی کے ایجنٹ ہوں (معاذ اللہ) ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد اور آپ کی گوشہ نشینی جیسی خاموش زندگی کے بارے میں آئندہ اوراق میں بالوضاحت بیان کریں گے۔

یہاں تو صرف یہ بتانا تھا کہ ابن خلدون یزید کو فاسق و فاجر تسلیم کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ آپ نے مزید لکھا ہے کہ:-

یزید کی بیعت کی حقیقت

جب یزید فسق و فجور میں مبتلا ہوا تو صحابہ کرام نے اس کے بارے میں مختلف رائیں قائم کی کیں۔ کسی نے اس کی بیعت توڑ کر اس سے جنگ کا ارادہ کر لیا جیسا کہ امام حسین علیہ السلام اور عبد اللہ بن زبیرؓ نے اور ان کے ماننے والوں نے۔ لیکن بعض یہ سوچ کر جنگ سے باز رہے کہ اس سے ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا۔

اور ناحق لوگوں کا کثرت سے خون ہوگا علاوہ ازیں یزید کا مقابلہ بھی آسان نہیں تھا کہ اسے نبھایا جاسکے لیکن اس وقت یزید برسر اقتدار تھا اور اس کی حمایت میں بنو امیہ نگلی تلواریں لئے کھڑے تھے اور علاوہ ازیں قریش کے ارباب حل و عقد اس کی حمایت کے لئے تیار تھے اور مضر کا سارا قبیلہ جو سب سے زیادہ طاقت ور تھا یزید ہی کے ساتھ تھا۔ جس کے مقابلہ کی ان میں تاب ہی نہ تھی چنانچہ یہ لوگ بیعت توڑنے اور بغاوت سے رکے رہے اور اللہ سے اس کی ہدایت کی دعائیں مانگتے رہے یا پھر اس سے نجات کی۔

مسلمانوں کی جمہوریت اسی خیال کی تھی۔ دونوں جماعتیں مجتہد تھیں اور دونوں میں سے کسی کو برا نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ سب مسلمانوں کی خیر خواہی اور تلاش حق کے لئے کوشاں تھے۔ ان مقاصد میں ان کی مساعی لوگوں میں مشہور و معروف ہے حق تعالیٰ ہم کو ان کی پیروی کرنے کی توفیق

عطا فرمائے۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۰﴾

علامہ ابن خلدون کی اس صراحت کے بعد قاری کے لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا ہرگز مشکل نہیں کہ تاریخ ابن خلدون سے جو اوراق اڑائے گئے ہیں ان میں خوارج کے موقف کی ہرگز تائید موجود نہیں تھی بلکہ صاف ظاہر ہے کہ ان میں خوارج کی شدید ترین تکذیب و تردید بھی کی گئی ہوگی اور یزید پلید کی بھی پوری پوری خبر لی گئی ہوگی۔

اس لئے ان صفحات کا چورسوائے خارجیوں کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ہم چاہتے ہیں کہ خوارج کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی جائے چنانچہ مقدمہ ابن خلدون ہی سے اس مسئلہ پر واضح ترین عبارات ملاحظہ ہوں۔

شہادت حسینؑ کا ذمہ دار یزید ہے

یہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جیسے صحابہ کرامؓ نے اپنے اجتہاد سے امام حسینؑ کا ساتھ نہیں دیا اسی طرح آپ کی شہادت بھی اجتہاد سے واقع ہوئی ہے۔

حاشا وکلا یہ بات نہیں ہے آپ کی شہادت کی ذمہ داری محض یزید اور اس کے ساتھیوں پر ہے

﴿مقدمہ ابن خلدون صفحہ نمبر ۲-۳۶﴾

یزید فاسق تھا امام حسینؑ حق پر تھے

یہ نکتہ چینی بھی نہ کی جائے کہ یزید فاسق تھا اور صحابہ نے اس کی بغاوت جائز نہیں سمجھی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کے نزدیک اس کے افعال صحیح تھے۔ کیونکہ فاسق کے مسنون افعال ہی صحیح ہوتے ہیں۔ صحابہ کے نزدیک باغیوں سے جنگ کی ایک یہ بھی شرط ہے کہ ان سے امام عادل کے ساتھ مل کر جنگ کی جائے یہاں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔ اس لئے امام حسینؑ کی یزید سے جنگ اور یزید کی امام حسینؑ سے جنگ جائز نہ تھی بلکہ اس کے یہ کروت اس کے فسق میں اضافہ کا باعث ہوئے اور امام حسینؑ علیہ السلام کے مقدر میں شہادت تھی جس کا انہیں ثواب ملا کیونکہ آپ حق پر تھے اور اجتہاد کی روشنی میں لڑے۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۶﴾

یزید کا فسق متعین ہے

یزید کی غلطی اس کے فسق نے متعین کر دی ہے

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۶﴾

حسینؑ سے بڑھ کر کوئی امام عادل نہ تھا

اس سلسلہ میں ابن عربی مالکی نے اپنی کتاب العواصم من القواصم

میں جو لکھا ہے کہ حسین اسلامی شریعت کی رو سے قتل ہوئے سراسر غلط سے۔ ابن عربی سے یہ غلطی اس لئے ہوئی کہ وہ جنگ کے لئے امام عادل کی شرط بھول گئے۔ بھلا اس زمانے میں ہوا پرستوں سے لڑنے کے لئے امانت و عدالت میں امام موصوف سے بڑھ کر کون مستحق ہو سکتا ہے لہذا ان کی شہادت ہوئی ہے نہ کہ بغاوت کی راہ سے قتل ہوا۔

﴿مقدمہ ابن خلدون صفحہ نمبر ۲-۳۶﴾

امام حسین مجتہدوں کے امام تھے

دیگر صحابہ کرام جو حجاز میں اور شام و عراق میں یزید کے پاس تھے اور ان کے ماننے والے اس پر متفق تھے کہ یزید سے اگرچہ وہ فاسق ہے جنگ ناجائز ہے۔ کیونکہ جنگ باعث فتنہ و خونریزی ثابت ہوگی۔ چنانچہ وہ جنگ سے باز رہے انہوں نے اس سلسلہ میں نہ امام حسینؑ کی موافقت کا اظہار کیا اور نہ مخالفت کا اور نہ انہیں خطا کار و گنہگار گردانا کیونکہ امام حسینؑ نہ صرف مجتہد بلکہ مجتہدوں کے امام نمونہ تھے۔ یہ خیال کر کے گمراہ نہ ہو جانا چونکہ ان صحابہ نے امام حسینؑ کا ساتھ نہیں دیا اور ان کی مدد نہیں کی اس لئے یہ گنہگار ہیں کیونکہ صحابہ کی کثرت یزید ہی کے ساتھ تھی اور وہ یزید کی بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ خود امام حسینؑ اپنی فضیلت اور استحقاق خلافت پر کربلا میں انہیں صحابہ کرام کو بطور شہادت پیش کیا کرتے تھے

اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے فضل و استحقاق کے بارے میں جابر بن عبد اللہ، ابوسعید خدری، انس بن مالک، زید بن راقم، سہل بن سعد وغیرہ سے پوچھ لو۔ آپ نے اپنا ساتھ نہ دینے پر ان پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی اور نہ آپ نے ان سے مدد کی درخواست کی کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ انکا اجتہاد میرا ساتھ نہ دینے پر مجبور کر رہا ہے اور میرے اجتہاد کا تقاضا جنگ ہے۔

﴿مقدمہ ابن خلدون صفحہ نمبر ۳۶، جلد نمبر ۲﴾

ابن خلدون کی ان واضح ترین تصریحات اور حقیقت نگاری کی تصویر کشی کے بعد اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عباسی وغیرہ کی وہ تحریریں بھی ہدیہ قارئین کر دی جائیں جن میں علامہ ابن خلدون کے متعلق مختلف تاثرات پیش کئے گئے ہیں۔

مقدمہ ابن خلدون ہی کی چند تحریریں پیش کرنے کے بعد خارجی مصنف ابن یزید بٹ لکھتا ہے۔

ایک رُح

ابن بصیرت قارئین!

علامہ موصوف کی تحریر کے بار بار پڑھیں اور اس پر خوب اچھی طرح غور فرمائیں، علامہ صاحب نے تاریخ کو غلط رنگ میں پیش کرنے والوں کی نشاندہی کر کے واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ جو تاریخ آج ہمارے پاس

ہے وہ زیادہ تر غلط اور بے بنیاد ہے اور ان میں من گھڑت فیصلوں سے متاثر ہو کر اکثر مسلمان حقیقت سے دور جا چکے ہیں اور بعض بزرگوں کی غلط عقیدت و محبت میں انصاف اور دیانت سے ہٹ کر غلط باتوں کا شکار ہو گئے ہیں۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۷۴﴾

دوسرا رخ

علامہ ابن خلدون کے حقیقت نگار قلم کے چمکدار الفاظ جو ہم نے کتاب کے شروع میں درج کئے ہیں۔ علامہ موصوف کے ان الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل فقرے مقدمہ ابن خلدون میں کسی اور نے بڑھا دیئے ہیں اور نہیں تو اہل بصیرت حضرات کو ہر حالت میں اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ خود علامہ موصوف بھی علان حق کرتے کرتے اندھی عقیدت اور کوئی پراپیگنڈے کا شکار ہو کر رہ گئے۔

دیگر ان نصیحت اور خود را نصیحت

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۱۹﴾

یہ ہیں علامہ ابن خلدون کے متعلق دو ہرے ریماکس جاہل اور نقال مولف ابن یزید بٹ خارجی کے اب ذرا آپ پڑھے لکھے اور دھوکا باز خارجی عباسی کی قلابازیاں ملاحظہ فرمائیں۔ جو اس نے علامہ ابن خلدون

کے نام کو استعمال کرنے کے سلسلہ میں کھائی ہیں۔

منفرد مؤرخ

وضعی روایتوں اور مبالغات کو جو کتب تاریخ میں مذکور ہیں نقد و درایت سے جانچنے کی کوشش سوائے علامہ ابن خلدون کے کسی اور مؤرخ نے نہیں کی خصوصاً دوزاموی کے بعض مشہور واقعات :-

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۵۷﴾

پھر لکھتا ہے :-

البتہ ایک منفرد مثال علامہ ابن خلدون کی ہے جنہوں نے اپنے شہرہ آفاق مقدمہ تاریخ میں بعض مشہور روایات کو نقد و نظر کے معیار پر رکھنے کی کوشش کی۔

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۵۷﴾

شائد غلط نہ ہو؟

علامہ موصوف نے ولایت عہد کی بحث میں امیر یزید کی ولیعہدی کے متعلق جو بیان کیا ہے وہ اسی کتاب میں دوسری جگہ درج ہے۔ اس کے پیش نظر راقم الحروف استنباط شائد غلط نہ ہوتا وہی ایک مؤرخ ایسے ہیں جنہوں نے دیگر وضعی روایات کی طرح سانحہ کربلا کی موضوعات کو تاریخی معیار پر جانچنے کی کوشش کی تھی جس کی یاداش میں ان کی کتاب کے تمام

سنخوں میں تین ورق یعنی چھ صفحے جو اس حادثہ کے بارے میں تھے آج تک کسی بشر کو چاروانگ عالم میں دستیاب نہ ہو سکے۔

✽ خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۵۸ ✽

تین ورق گم نہ ہوتے تو

ابن خلدون شیعہ ہوتے

صرف دو خارجیوں کی ان مختصر عبارات سے ہی قارئین کو ٹھیک طور پر اندازہ ہو گیا ہوگا کہ درحقیقت ان کے معیار پر نہ کوئی مفسر ہے اور نہ محدث اور نہ کوئی مؤرخ ہے اور نہ فقہیہ اگر کسی مؤرخ یا محدث کی عبارت کو قطع برید کرنے سے کام چل جاتا ہے تو اس کی عظمت و جلالت اور دیانت و امانت کی قصیدہ گوئی شروع کر دیتے ہیں اور اگر ان کی مطلب براری کسی بھی صورت نہ ہو سکتی ہو تو اسے غیر ثقہ رافضی، اور عالی وغیرہ کے القاب عطا کر دیتے ہیں اور اگر یہ زبان و قلم سے کسی کو ثقہ تسلیم کر بھی لیں تو ذہنی طور پر اس کی حقیقت پسندی کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔

جیسا کہ علامہ ابن خلدون کے بارے میں آپ ان کے تاثرات پڑھ چکے ہیں اور یہ بھی جان چکے ہیں کہ ان کے روایت کردہ حقائق کو مان لینے سے پہلو تہی بھی کرتے ہیں اور ان روایات کی موجودگی میں جو انہوں نے اپنے مقدمہ میں جسے یہ خود بھی تاریخ کی صحیح ترین کتاب مانتے ہیں ایسے

یہ صفحات کی تلاش میں سرگرداں ہیں جن میں قطعی طور پر ان کی تائید میں ایک لفظ ہونا بھی ناممکن ہے۔

بلکہ ہمارا دعویٰ ہے اگر وہ ورق ان کی کتاب میں موجود ہوتے تو انہیں پڑھ کر یہ لوگ ابن خلدون کو عالیٰ شیعہ کے نام سے موسوم کرتے بہر حال اس قسم کی بہت سی باتیں انشاء اللہ آئندہ اوراق میں بیان ہوں گی اور ہم مقدمہ ابن خلدون کے علاوہ تاریخ ابن خلدون سے بھی واقعات شہادت اور واقعات حہ میں یزید پلید کا مملوٹ ہونا اور ابن خلدون کا طبری کی روایات محققانہ جانچ تول کے بعد قبول کرنا اور یزید کو فاسق و فاجر ظالم اور مستحق لعنت وغیرہ کہنا بالوضاحت ثابت کریں گے۔

اب آپ ابن کثیر کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

۱/۲ غیر شیعہ ثقہ

اور

۱/۲ غیر ثقہ شیعہ

موّخّ

ابن کثیر

ابن کثیر کون ہیں ؟

مورخین کے تعارف کے سلسلہ کی ایک کڑی حافظ ابن کثیر ہیں۔ نامحمود عباسی خارجی نے ابن تیمیہ کے بعد سب سے زیادہ حوالے انہی کی کتاب البدایہ والنہایہ کے دیئے ہیں۔ بلکہ واقعات شہادت کا سارا دارو مدار اسی کتاب پر رکھا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ عبارت نقل کرتے وقت حسبِ عادت انتہائی چابکدستی سے کام نہ لانے کی کوشش کی ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکا تمام عبارتوں کے سیاق و سباق کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اور محض اسی قدر نکلے نقل کرنے پر اکتفا کرتا رہا جن سے یا تو مدحتِ یزید پلید بیان کی جاسکے۔ یا امام حسین اور اہلبیتِ کرام کی مذمت و اہانت ثابت ہو سکے۔

البتہ بعض عبارات ایسی بھی ہیں جن کی نشاندہی یا تو دوسرے مصنفین نے کر رکھی ہے اور یا وہ اس طریقہ سے اپنے مضمون کے ساتھ مربوط ہیں کہ انہیں قطع برید کیا ہی نہ جاسکے۔

اس قسم کی عبارتیں جب نامحمود عباسی کے سامنے آتی ہیں تو وہ حیران و پریشان ہو یہ لکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ابن کثیر کا دامن بھی رافضیت سے پاک نہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم یہ وضاحت کریں کہ عباسی باوجود ابن کثیر کی

کثیر روایات نقل کرنے کے اُس سے بدظن کیوں ہے۔ یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ابن کثیر بے کون؟ کہ جس کی روایات کو یہ خارجی مسلسل نقل بھی کرتے جاتے ہیں اور اُس کی ثقاہت پر بھی انہیں اعتراض ہے۔

تو اس سلسلہ میں اگر ہم چاہیں تو سینکڑوں کتابوں کے حوالہ جات نقل کر کے بھی یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ابن کثیر ان لوگوں کے گھر کا آدمی ہے اور ان کے امام دوم ابن تیمیہ کا روحانی و جسمانی شاگرد و شید ہے۔

لیکن طوالت کا خوف ہمہ وقت دامگیر رہتا ہے حالانکہ بغیر یہ سب کچھ قارئین کے علم میں لائے نہ تو واقعات کی کڑیاں ملائی جاسکتی ہیں اور نہ ہی حقیقت حال واضح ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہم نے قارئین کا وقت بچاتے ہوئے ابن کثیر کے تعارف اور اُس کے ابن تیمیہ سے تعلق کے بارے نہایت ہی آسان راستہ اختیار کیا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ وہابی خارجیوں کی وہ تحقیق پیش کرنے پر ہی اکتفا کر لیا گیا ہے جو انہوں نے خد ابن تیمیہ اور ابن کثیر کے تعلق اور ان دونوں کے ہم عقیدہ اور ہم آہنگ ہونے کے بارے میں کی ہے۔

پنچاچھ حیات ابن تیمیہ کے آخر پر کتاب کے محشی خارجی وہابی کا بیان ہدیہ قارئین ہے۔

ابن کثیر اور ابن تیمیہ کا تعلق

خارجیوں کی نظر میں

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمعیل بن ابی حفص عمر بن کثیر القرشی الشافعی ابن کثیر کی کنیت سے شہرت رکھتے ہیں۔

۷۰۱ء میں بصری شام کے علاقہ کے ایک گاؤں مجیدل میں پیدا ہوئے اور ۷۰۳ء میں والد کے سایہ عاتقت سے محروم ہو گئے۔

۷۰۷ء میں بڑے بھائی کمال الدین عبدالوہاب اکو لے کر دمشق چلے گئے۔ نشوونما تعلیم اور تربیت یہیں حاصل ہوئی پھر دمشق کے ہی ہو رہے۔

تعلیم کی ابتداء عبدالوہاب سے ہی کی جو سرپرست اور مربی بھی تھے۔ بعدہ اس زمانہ کے دستور کے مطابق تفسیر و حدیث فقہ و اصول فقہ ، ادب و لغت ، عربیت اور کلام و عمیرہ سارے علوم ہر پلم و فن کے امام سے حاصل کیئے۔

تفسیر ، حدیث ، فقہ اور رجال میں آپ کی مہارت تامہ کا بڑے بڑے اکابر عصر نے اعتراف کیا ہے۔ زندگی تدریس و تصنیف کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ برسوں متعدد مدارس میں تعلیم کے فرائض انجام دیئے اور تفسیر ، حدیث ، رجال و تاریخ میں بہترین کتابیں تالیف کیں۔ جن

میں سے تفسیر ، البدایہ والنہایہ ، اختصار علوم الحدیث ،
 الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول ، الاجتہاد فی طلب الجہاد
 شائع ہو چکی ہیں۔ سب تالیفات قبولیت عامہ کی سند آپ کی زندگی ہی میں
 حاصل کر چکی تھیں۔

اساتذہ میں سب سے زیادہ خصوصیت آپ کو حافظ ابو الحجاج مزنی
 سے تھی۔ دوسرے درجے پر امام ابن تیمیہ سے۔

حافظ مزنی نے قابل شاگرد کو اپنی لڑکی کا رشتہ بھی دے دیدیا
 تھا۔ مزنی چونکہ ابن تیمیہ کے بہت گرویدہ اور ہم مسلک تھے۔ غالباً اسی وجہ
 سے حافظ ابن کثیر کا امام ابن تیمیہ سے تعلق خاطر ہی نہیں سلسلہ تلمذ بھی قائم
 ہو گیا اور خوب فیض بھی حاصل کیا۔

﴿المنبہل الصانی﴾

حافظ ابن کثیر شافعی الممتب ہونے کے باوجود امام ابن تیمیہ کی
 تحقیقات عالیہ سے شدید متاثر نظر آتے ہیں۔ مسائل طلاق وغیرہ کئی مسائل
 میں ابن تیمیہ کے ہمنوا تھے جس کی بنا پر ان کو بھی بلاؤ محن اور لوگوں کی ایذا
 رسائی سے دوچار ہونا پڑا۔

﴿شذرات﴾

پتا نچہ ان کی تالیفات میں بہت سے مسائل کی ابن تیمیہ سے
 ہمنوائی پائی جاتی ہے۔ اور ان کے اصول تحقیق کی جھلک نمایاں ہے۔

تفسیر کے دیباچہ کا اکثر حصہ امام ابن تیمیہ کے مقدمہ اصول تفسیر سے ماخوذ ہے۔ جس کو ساری تفسیر میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بلکہ اگر یہ سمجھ لیا جائے تو شاید غلط نہ ہو کہ امام ابن تیمیہ کے بیان کردہ قرآن نہیں کے سادہ اور صحیح اصول کے مطابق بڑی حد تک اگر کوئی پوری تفسیر لکھی گئی ہے تو وہ حافظ ابن کثیر کی تفسیر ہے۔

اس لحاظ سے ابن تیمیہ کے تلامذہ میں سے یہ خصوصیت ابن کثیر کے حصہ میں آئی۔ ابن کثیر کی استاذ ابن تیمیہ سے عقیدت و محبت معلوم کرنی ہو تو البدایہ والنہایہ کی ۱۳، ۱۴ جلد کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۳۷ھ میں حافظ ابن کثیر فوت ہوئے اور حسب وصیت دمشق کے ایک قبرستان میں ابن تیمیہ کے جوار میں دفن ہوئے۔

﴿ حیات ابن تیمیہ ص ۷۷۰ ، ۷۷۱ ﴾

ابن کثیر نصف شیعہ اور غیر ثقہ کیوں ہے ؟

جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ابن کثیر ابن تیمیہ کا شاگرد خاص ہے۔ اور اُس نے اپنی کتابوں کی بنیاد بھی ابن تیمیہ ہی کے اصولوں پر رکھی ہے۔ تو پھر وہ عباسی وغیرہ کے نزدیک نصف شیعہ یا مائل باشیعہ کیوں ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ابن کثیر۔ ابن جریر کی تاریخی روایات پر اعتبار کرنے کے مجرم۔ اطلوث ہے۔

ابن جریر طبری چونکہ اہل بیت پر یزید وغیرہ کے مظالم کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں اور ابن کثیر ان کو ثقہ مورخ تسلیم کرتے ہوئے ان کی روایات کو بھی قبول کرتے ہیں۔ اور انہیں تاریخ و تفسیر کا امام بھی تسلیم کرتے ہیں۔

اس لیے نامحمود عباسی وغیرہ ان کی بیان کردہ روایات کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔

چونکہ خارجیوں کے نزدیک ابن جریر غالی شیعہ اور مانے ہوئے رافضی ہیں۔ اس لیے جو شخص بھی ان کی بیان کردہ روایات کو درست تسلیم کرے گا وہ ثقاہت کی حدود سے خارج سمجھا جائے گا۔

چنانچہ باوجودیکہ عباسی خارجی نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ ابن کثیر ہی کتاب البدایہ والنہایہ سے استنباط و استشہاد کیا ہے تاہم وہ یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ ابن کثیر روایت پرست ہے۔

وہ لکھتا ہے !

ابن کثیر عباسی کی نظر میں

وضعی روایتوں اور مبالغات کو جو کتب تاریخ میں مذکور ہیں نقد و درایت سے جانچنے کی کوئی کوشش سوائے علامہ ابن خلدون کے کسی اور مورخ نے نہیں کی۔

خصوصاً ابتدائے دور اُموی کے بعض مشہور واقعات کے اغلات و مبالغت کے بارے میں روایت پرستی کی اُس زمانہ میں ایسی وبا پھوٹ نکلی ہے کہ متاخرین بیشتر اپنے پیشرو مورخین سے نقل در نقل کرنے پر ہی اکتفا کرتے رہے۔ علامہ ابن کثیر نے تو بعض ایسی روایتوں کو جنہیں وہ صحیح نہیں سمجھتے تھے طبری سے نقل کرتے ہوئے اپنی روایت پرستانہ ذہنیت کا معنا اعتراف کیا ہے کہ اگر ابن جریر وغیرہ جو حفاظ ائمہ میں سے ہیں ان کو بیان نہ کرتے تو ہم بھی ترک کر دیتے۔

﴿ خلافت معاویہ و یزید ص ۷۵ ﴾

خامہ انگشت بدنداں ہے کہ اسے کیا کہیے
 قارئین! اندازہ فرمائیں کہ یا تو یہ شخص قاتر العقل اور
 مجنون ہے اور یا انتہائی شاطر اور چالاک۔

علامہ ابن خلدون کے بارے میں تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ تمام
 مسلمان مورخین میں صرف ایک وہی ثقہ مؤرخ ہیں جنہوں نے تاریخی
 روایات کا صحیح طور پر تجزیہ کر کے تاریخ مرتب کی ہے مگر بد قسمتی سے یزید کی
 منقبت کا چھ صفحات کا کئی نے سرقہ کر لیا۔

لیکن اس ڈھٹائی اور بے حیائی کا کیا کیا جائے کہ ان کی تاریخ سے
 بھی زیادہ ان کے مقدمہ کو ترجیح دینے کے باوجود ان کی اُس پوری بحث کو
 گول کر گیا جس میں یزید پلید کو فاسق و فاجر قرار دیتے ہوئے انہوں نے

امام حسین علیہ السلام کو حق پر قرار دیا ہے اور یزید کو آپؑ کی اور آپ کے اہل بیت کی شہادت کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

اور پھر بے شرمی اور بددیانتی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی کہ کتاب کا کثیر حصہ ابن کثیر کی کتاب سے تیار کرتا ہے اور جگہ جگہ اس کی شہادتیں پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اُس کی روایت پرستانہ ذہنیت کی داستان بھی سناتا ہے۔

اس تفاوت راہ از گجا تا کجا است
ہم پوچھتے ہیں ! کہ اگر وہ چھان بین کے بغیر ہی روایات کو نقل کرتا رہا ہے تو تمہاری پیش کی گئی روایات کی صداقت کا اعتبار کس طرح کیا جاسکتا ہے ؟ اور تمہیں یہ حق کیسے حاصل ہو گیا کہ مبالغہ آمیز اور پُر از اغلاط روایات کو اپنے استدلال کے طور پر پیش کرتے پھر دو۔

حقیقت صرف یہ ہے کہ تمہیں اہل بیت رسول سے عناد ہے اور ہر وہ روایت جس میں اہل بیت کی شان نمایاں ہو تم اُسے جھوٹی اور وہی قرار دو گے خواہ وہ کسی بھی کتاب میں موجود ہو۔

اور ہر وہ روایت جس میں یزید پلید کی مدح کا کوئی پہلو ہو اور خواہ وہ کام عبارت کو کانٹ چھانٹ کر ہی بن سکتا ہو تم اُسے ثقہ قرار دو گے چاہے وہ عکرا تمہیں براہ راست شیعوں کی کتاب سے ہی اڑانا پڑے۔

بہر حال ہم تمہاری ان تمام تردیدیاں اور بے ایمانیوں کا

پردہ فاش کر رہے ہیں اور وہ تمام عبارتیں جو تم نے قطع برید کر کے عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے پوری کی پوری نقل کر کے عوام کو بتا دیں گے کہ تمہارے دام فریب کی دھجیاں کس طرح فضائے بسیط میں اڑ رہی ہیں۔
اب ہم قارئین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ابن جریر اور ابن کثیر

قارئین ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابن کثیر اس لیے روایت پرست اور غیر ثقہ ہے کہ وہ مشہور مفسر و مورخ ابن جریر کی روایات کو قبول کرتا ہے۔ اور یہ اقرار کرتا ہے کہ اگر یہ روایات طبری جیسے ائمہ حفاظ نے بیان نہ کی ہوتیں تو میں نقل نہ کرتا۔

گویا ابن کثیر کو ابن جریر پر اس قدر اعتماد ہے کہ اگر انہوں نے یہ روایت نقل کی ہے تو درست ہی ہوگی۔

مگر حیرت تو یہ ہے کہ جسے ابن تیمیہ جیسے متشدد و متعصب شخص کا شاگرد ابن کثیر ثقہ تسلیم کرتا ہے نامحمود عباسی اُسے رافضی اور غالی شیعہ قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس نُس اپنی کتاب خلافتِ معاویہ و یزید کے متعدد صفحات امام طبری کو شیعہ ثابت کرنے کے لیے سیاہ کر ڈالے ہیں۔

ابن جریر طبری غالی شیعہ ہے

ہشام اور اسی تلاش کے دوسرے مفسری اور کذاب لوگوں نے

ہماری تاریخ کو مسخ کر دیا۔ اور طبری جیسے لوگوں نے اپنے دلوں کی بیماری کو پوشیدہ رکھ کر ان مفتریوں اور کذابوں کا تمام سرمایہ و زور و آمت کو گمراہ کرنے کے لیے جمع کر دیا۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۵۲﴾

ایک مقام پر لکھا ہے۔ شیعہ مورخین طبری و ناسخ التورخ نے غالی راوی ابوحنف کی روایت سے بیان کیا ہے۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۱۱۳﴾

طبری نے اس جیسی روایات کو ہی نہیں بلکہ اس غالی راوی اور مولف کا تمام تر مواد اپنی کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۱۲۱﴾

ایک جگہ طنز و مزاح کے طور پر لکھتا ہے !

ابن جریر طبری علامہء وقت تھے لیکن روایت پرستی کی بنا پر یا اپنے خاص مسلک کی وجہ سے ابوحنف کی کتاب کا شاید کل مواد بغیر کسی تنقید کے نقل کر دیا ہے۔ ان علامہ زماں کا ایک ارشاد ملاحظہ ہو۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۱۲۳﴾

اب ایک اور علامہء وقت، مورخ و محدث ابن کثیر کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو۔ جنہوں نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ ابوحنف کی روایتیں قابل

اعتبار نہیں۔ لیکن ابن جریر جیسے ائمہ حفاظ نے چونکہ ان کو نقل کر دیا ہے اس لیے ہم بھی نقل کیے دیتے ہیں۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۱۴۴﴾

ان ریمارکس کے علاوہ نامحمود عباسی نے باقاعدہ طور پر ابن جریر طبری کے نام سے ایک عنوان بھی قائم کیا ہے جس میں دیگر مشہور لوگوں کی عبارات کو مسخ کر کے امام ابن جریر طبری کو غالی شیعہ اور رافضی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ اور مقصد صرف یہ ہے کہ جب ابن جریر شیعہ ثابت ہو جائیں گے تو جس مورخ نے بھی ابن جریر کے حوالہ سے کوئی روایت بیان کی ہوگی اُسے شیعہ قرار دینا کوئی مشکل امر نہیں۔

اور اگر اس کو شیعہ قرار دیا جاسکے تو پھر اس کی بیان کردہ روایات کو کذب و افتراء اور خرافات کا پلندہ کہہ دینا تو قطعی طور پر آسان ہے اور عوام الناس کا اس فریب میں آجانا بھی قرین قیاس ہے۔

چنانچہ اسی اساس فریب پر نامحمود عباسی نے اپنی تلمیحات کے خیالی محل تعمیر کرنے کی کوشش کی چنانچہ وہ معجم البلدان کے حوالہ سے لکھتا ہے

ابن جریر طبری علم و فضل میں یگانہ روزگار علامہ وقت تھے نسباً ایک غالی رافضی خاندان کے فرد تھے۔ ان کا حقیقی بھانجا محمد بن عباس خوارزمی بلند پایہ ادیب و ہجو گو شاعر تھا۔ اپنے ماموں کی طرح غالی رافضی تھا۔ باپ اس کا علاقہ خیوا کے نزدیک خوارزم کا تھا۔ اور ماں مورخ طبریک

بہن جریر کے خاندان کی تھی۔

وہ اپنے ننھیال میں پلا بڑھا۔ آخر میں تو یہ جیسے عالی شیعہ امراء کی

سرپرستی میں رہا۔

وہ اپنے ماموؤں کے رافضی مسلک ہونے کا اظہار ان اشعار میں

فخر یہ طور پر کرتا ہے۔

آمل میرا مولیٰ ہے اور جریر کے بیٹے میرے ماموں ہیں اور ہر شخص

اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور سُن لو کہ میں وراثتاً رافضی ہوں اور

میرے سوائے جو رافضی ہے وہ دور کے لگاؤ سے ہے۔

﴿مجم البلدان یا قوت حموی﴾

اس کے بعد البدایہ والنہایہ سے ابن کثیر کی یہ عبارت پیش کرتا

ہے کہ ابن جریر نے بہت سے سنی علماء سے استفادہ کیا تھا۔ طلب علم

کے لیے طویل سفر بھی کیئے تھے۔ قرآن مجید کی بڑی ضخیم تفسیر لکھی

اور تاریخ میں تاریخ الامم والملوک، خم غدیر جیسے من گھڑت قصہ کے

متعلق دو ضخیم کتابیں مرتب کر ڈالیں۔ اور اسی طرح حدیث الطیر کے

سلسلہ میں ایک کتاب مرتب کی۔ اور وضو میں جواز مسح قدیمین کے قائل

تھے۔ اور ان کا دھونا واجب نہ جانتے تھے۔

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۸﴾

ابن کثیر کی صرف اسی قدر عبارت نقل کرنے کے بعد نامحمد عباسی لکھتا ہے۔

امام ذہبی ابن جریر کے بارے میں یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں تشیع بھی تھا۔ اور حضرت علی اور ان کی اولاد سے مولات بھی مگر مضمر نہیں۔

﴿ میزان الاعتدال ﴾

جن ائمہ رجال نے ابن جریر کو شیعہ اور رافضی کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ ان کا ظن کا ذب ہے۔ اور ابن جریر تو مقتدر ائمہ اسلام میں سے تھے وہ دوسرے محمد بن جریر بن رستم ابو جعفر طبری ہیں جو رافضی تھے مگر ان کی تالیف سے تاریخ کی کوئی کتاب نہیں۔

چنانچہ ابن جریر کے تذکرے میں ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن ان کی یہ سخت غلطی ہے۔ اور احمد بن سلیمان جیسے بلند پایا محدث کا یہ قول ابن جریر کے بارے میں صحیح ہے کہ کان یضع لسلو افاض یعنی ابن جریر ظہری رافضیوں کے لیے حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔

جن دونوں کتابوں کا ذکر ہو چکا ہے کہ خم غدیر جیسے وضعی قصہ پر انہوں نے جمع کیں یہ سب موضوعات ہیں اور شیعہ پر اپیگنڈے۔

﴿ وصانت ﴾

خاص الخالص آخراں وضعی احادیث کا دو جلدوں میں جمع کرنا کس

بات کی دلیل ہے۔

یہ کہنا کہ فیہ تشیع وموالاة لاتضر یعنی ان میں شیعیت بھی تھی اور موالاة بھی مگر مضر نہیں۔ بے معنی سی بات ہے۔

ان کی تاریخ کی ورق گردانی کیجیے۔ حضرت علیؑ ان کے دو صاحبزادوں اور شیعوں کے اماموں کے ساتھ شیعہ شعار کے مطابق **علیہ السلام یا صلوة اللہ علیہا** وغیرہ الفاظ اور عبارتیں ملیں گی۔ بر خلاف اس کے بعض صحابہ اور خلفائے راشدین کے ناموں پر لعن تک تحریر ہے۔

ان کی تاریخ کی جلد نمبر ۱۳ کے سرورق پر عبارت ہے۔

من تاریخ الصحابة والتابعین تصنف ابی جعفر محمد بن جریر بن یزید

الطبری

اس کے بعد صفحہ ۲۴ پر

فی وسط خلافة معاوية لعنت اللہ لکھ مارا ہے۔

اور صفحہ ۲۹ سطر ایک پر

فی خلافة یزید بن معاوية لعنهما اللہ درج کیا ہے۔

برٹش میوزیم لندن میں مخطوطات کے منتظم ﴿c rieu﴾ نے

اپنی فہرست میں ابن جریر کے اس مخطوطہ پر ریمارک دیتے ہوئے کہا ہے کہ

کٹر سنی ابن جریر کی تالیف کو اس لیے بنظر استحسان نہیں دیکھتے۔ کہ مورخ

مذکورہ کامیلان اور رجحان شیعیت کی طرف ہے کہ شیعہ شعار کے مطابق علی و

فاطمہ اور ان کے اخلاف کے ناموں کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی لکھتے ہیں۔ بلکہ اکثر شیعہ روایتوں کو اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں۔

﴿ضمیمہ فرست مخطوطات عربی برٹش میوزیم ص ۴۰۸﴾

خود ان کے معاصرین میں کتنے لوگ تھے جو ان کو مسلک کا شیعہ جانتے تھے۔ خود علامہ ابن کثیر نے جو ان کو احد ائمتہ الاسلام کہتے ہیں نے یہ لکھا ہے کہ جب ماہ شوال ۳۱۰ میں بعد ازاں ان کی وفات ہوئی تو حنا بلکہ کی ایک جماعت نے ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔ اس لیے ان کو ان کے مکان ہی میں دفن کیا گیا۔

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۶﴾

یہ تو ان کے معاصرین کی باتیں تھیں۔ آج بھی ان کی تالیفات کا وقت نظر سے مطالعہ کرنے سے بخوبی واضح ہے کہ ان کا میلان اور رجحان شیعیت کی جانب پر کس درجہ پر رہا ہے۔

ابو مخنف وغیرہ کذابوں کی وضعی روایتوں کی اپنی کتاب میں بھر مار

بھی اس کا ایک ثبوت ہے۔

پھر حضرت علی کے ساتھ جن صحابہ کا سیاسی اختلاف رہا ان کی

تنقیص میں وضعی روایتوں کو اپنی کتاب میں اکثر و بیشتر درج کیا ہے خصوصاً

حضرت معاویہ اور یزید بن معاویہ کی تنقیص بلکہ سب و شتم کی خرافات کو نقل کیا

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۲۲۶ تا ۲۳۰﴾ ہے۔

کیا ابن جریر طبری شیعہ ہیں

ہم نے قارئین سے اس معاملہ میں پہلے ہی معذرت طلب کر لی تھی کہ یہ مضمون طویل بھی ہے اور شائد خشک بھی۔ مگر بغیر یہ سب کچھ عرض کیے اصل حقائق آپ کے سامنے نہیں لائے جاسکتے۔

موجودہ دور کے خوارج و نواصب نے اپنے ابلسی ذوق کی تکمیل کے لیے اسی دشوار گزار راستے کا انتخاب کیا ہے جس پر چلنے کے لیے ہر شخص آسانی سے آمادہ نہیں ہوتا۔ اور وہ بغیر اس وادی ذی زرع میں قدم رکھے اُسے قبول کر لیتا ہے جو اُسے پیش کیا جائے۔

عباسی وغیرہ نے تاریخ کے نام پر تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کی اس لیے جرات کی ہے کہ اس تن آسانی کے دور میں لوگ بغیر تحقیق کے چکر میں پڑنے کے اُس کی بات مان لینے ہی میں عافیت سمجھیں گے۔ اور پھر وہ کافی حد تک اس میں کامیاب بھی ہو گیا اور جن لوگوں کو وہ گمراہ کرنا چاہتا تھا وہ آسانی سے اُس کے دام فریب میں آ گئے۔

وہ کون لوگ تھے جنہیں یہ گمراہ کرنا چاہتا تھا ان کی نشاندہی اجمالاً ہم کئی مقامات پر کر چکے ہیں۔ اور تفصیلاً ان کا ذکر آئندہ اوراق میں آئے گا۔ ہم قارئین کو یہ بھی بتا چکے ہیں کہ کسی بھی موزخ کو جس حیثیت سے

پیش کیا جائے اس کی بیان کردہ روایات کے اثرات ایسے ہی ذہن پر مرتب ہونگے۔

ابن جریر طبری اگر شیعہ ہیں تو ان کی کسی بھی بات کو اہل سنت کے نزدیک دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہی حالت ہمارے نزدیک خارجیوں کی بیان کردہ روایات کی ہے۔

مسلمک اہلسنت کے مطابق رافضی اور خارجی واقعات بیان کرنے میں مخلص نہیں ہیں اور محض اپنے اپنے ذہنوں کی ترجمانی کے پیش نظر واقعات کو خلط ملط کرنے کے جرم میں ملوث ہیں۔ اس لیے یہ ہمارے لیے حجت قرار نہیں دیئے جاسکتے۔

ایک ضروری بات

ایک بات خاص طور پر ہم قارئین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ واقعات شہادت حسینؑ بیان کرنے کے لیے ہرگز یہ ضروری نہیں کہ تاریخ طبری کا ہی سہارا لیا جائے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر تاریخ طبری کو قطعاً طور پر بھی نظر انداز کر دیا جائے جب بھی اس عظیم سانحہ کی حقیقت بیان کرنے کے لیے لاتعداد دیگر ثقہ کتابیں موجود ہیں۔ نامحمود عباسی نے محض حقائق چھپانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے ہیں کہ واقعہ شہادت بیان کرنے والا مورخ ابن جریر طبری

ہے اور وہ غالی شیعہ ہے۔ اور اس انکشاف کو وہ خارجیت کی فتح مبین سمجھ بیٹھا ہے حالانکہ یہ سب کچھ ایک ایسا فراڈ ہے جس کی حیثیت تاریکیوں سے بھی کمزور ہے۔ کیونکہ علامہ ابن جریر طبری اہلسنت کے نزدیک قطعی طور پر ثقہ بلکہ امام المفسرین ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم ابن جریر طبری کے متعلق ائمہ اہل سنت کی کتابوں سے چند اقتباسات پیش کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عباسی کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ کر دیا جائے۔

دھوکا نمبر ایک

عباسی نے معجم البلدان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام ابن جریر طبری کا ایک بھانجا تھا جو شیعہ بھی تھا اور شاعر بھی تھا۔

اُس نے اپنے شعروں میں لکھا ہے کہ میں اصلی رافضی ہوں۔ کیونکہ میری ماں اصلی شیعہ خاندان کی ہیں۔ چنانچہ ان اشعار کی رو سے ابن جریر طبری شیعہ ثابت ہوتے ہیں۔

معجم البلدان کی تاریخی اور شرعی حیثیت تو بعد میں دیکھیں گے۔ پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ اگر بفرض محال امام ابن جریر کے بھانجے نے یہ اشعار کہے بھی ہوں اور امام ابن جریر کا پورا خاندان شیعہ بھی ہو تو یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ آپ بھی شیعہ ہی تھے۔

کیا کسی غالی رافضی خاندان میں کسی سنی کا پیدا ہو جانا ناممکنات سے ہے؟

لزر دوسری بات یہ ہے کہ وہ کون شیعہ ہے جو خود کو رافضی کہنا باعثِ فخر و مباہات سمجھے گا۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ امام ابن جریر طبری کی تفسیر و تاریخ کا ایک ایک لفظ مذہبِ اہل سنت کا آئینہ دار ہے۔ ان حالات میں یہ باور کرانا کہ فلاں شخص چونکہ شیعہ ہے اس لیے اس کا ماموں بھی یقیناً یقیناً شیعہ ہے پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے۔

دھوکا نمبر دو

ابن کثیر کا یہ لکھنا کہ امام ابن جریر نے تفسیر ابن جریر اور تاریخ الامم و الملوک بھی لکھی ہیں اور خم غدیر اور حدیث الطیر پر دو من گھڑت کتابیں بھی تصنیف کر دی ہیں۔

یہ تو اٹا ابن کثیر کو ہی مشکوک کر دیتا ہے نہ کہ امام ابن جریر کو؟ جبکہ ابن کثیر کو یہ معلوم ہے کہ ابن جریر من گھڑت واقعات لکھتا ہے۔ پھر ایسے شخص کی بیان کردہ روایات پر اپنی کتابوں کی بنیاد رکھنے کی ابن کثیر کیوں ضرورت پیش آئی۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ابن کثیر امام ابن جریر کے پورے طور پر مداح ہیں۔ کیا عباسی کی یہ بے ایمانی اور بددیانتی نہیں کہ ابن جریر کی تعریف

و تو صیغہ میں لکھی ہوئی ابن کثیر کی متعدد عبارتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ایک جملہ لکھنے پر اکتفاء کیا ہے۔ اور اس ایک جملہ کو بھی قطع برید کر کے لکھا ہے۔

حالانکہ یہ اُن پر ایک تہمت تھی جس کا ابن کثیر نے رد کیا ہے۔

دھوکا نمبر تین

سب سے زبردست چالاکی عباسی نے علامہ ذہبی کی تحریر میں دکھائی ہے۔ یعنی انتہائی مختصر عبارت نقل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ امام ابن جریر کا میلان تشیع کی طرف ہے۔ اور حضرت علی کم اللہ وجہہ الکریم سے موالات بھی ہے مگر مضمر نہیں۔

اور پھر ذہبی کے اس خیال کی خود ہی تردید کر دی اور تحکم سے کام لیتے ہوئے اپنی رائے ٹھونس دی کہ مضمر کیوں نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جب علامہ ذہبی کی رائے سے تمہیں اتفاق ہی نہیں تو پھر اس کی عبارت پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

اور پھر اس مقام پر تو عظیم شاطرانہ کمال دکھایا ہے۔ کہ ذہبی نے کہا ہے کہ ابن جریر طبری رافضی نہیں۔ اور اُن کی طرف رافضی ہونے کا گمان غلط اور جھوٹ ہے۔ وہ کوئی اور ابن جریر ہے جو رافضی ہے۔ مگر اس کی تاریخ وغیرہ پر کوئی کتاب نہیں۔

رَبِّ عِبَّاسِ كِي چالاکي دیکھیے کہ ذہبی کی اس بات کا تو انکار کر دیا کہ ابن جریر طبری شیعہ نہیں اور دوسری بات کو اچھالنے کے لیے ایک نیا شوشہ چھوڑ دیا۔ یعنی ان ابن جریر کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ابن جریر نام کا ہے۔ جو رافضی ہے مگر اس کی تاریخ کے فن پر کوئی کتاب نہیں۔

اور بھر بڑے دھڑلے سے برطانیہ کے عجائب گھر میں رکھی ہوئی تاریخ طبری کی تیرہویں جلد کی نشاندہی کر دی۔ جس میں حضرت امیر معاویہ لعنت اللہ علیہ لکھا ہوا ہے۔ نعوذ باللہ۔

اور اس تیرہویں جلد پر مولف کا نام ابن جریر طبری لکھا ہوا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس حصہ میں صحابہ اور تابعین کے حالات ہیں۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ کے متعلق اس قسم کے الفاظ سوائے شیعوں کے کوئی نہیں لکھ سکتا اس لیے امام ابن جریر غالی رافضی ہیں اور اگر یہ بات فی الحقیقت ہو جو عباسی نے لکھی ہے۔ تو پھر کون ایسا ذی شعور سنی ہے جو ابن جریر طبری کو رافضی نہیں کہے گا؟

مگر عباسی کی خرافات میں ذرہ بھر بھی سچائی نہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس نے ہرگز ایسی کوئی کتاب اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی جس میں یہ عبارت موجود ہے۔

بقول اس کے بھی صرف یہ ثابت ہے کہ اس نے برٹش میوزیم میں

رکھے ہوئے عربی مخطوطات کی فہرست کا بھی ضمیمہ پڑھا ہے۔ جس میں مرتب نے تاریخ طبری کی تیرھویں جلد کا مختصر تعارف کروایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تاریخ طبری کی اگر کوئی تیرھویں جلد اس دنیا میں موجود ہے تو اس کی گیارھویں اور بارھویں جلدیں کہاں چلی گئیں۔

ہم اس بات سے قطع نظر کرتے ہیں کہ وہ دو جلدیں کہاں ہیں۔ ہمیں صرف یہ بتا دیا جائے کہ تاریخ طبری کی ترتیب کے مطابق صحابہ کرام اور تابعین عظام کے حالات و واقعات تیرھویں جلد میں کیسے چلے گئے۔ جبکہ یہ تمام واقعات چھٹی جلد سے پہلے پہلے اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔

حیرت ہے کہ جن واقعات کو بیان کرنے کے بعد امام ابن جریر مزید چار جلدیں بنو عباس وغیرہ خلفاء کے متعلق لکھ جاتے ہیں۔ انہیں واقعات کو از سر نو چھ سات جلدوں کی چھلانگ لگا کر تیرھویں جلد میں جا کر لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔

عباسی کی یہ حماقت ہے کہ محض اہل اسلام کو بدظن کرنے کے لیے یہ اسلام کی ایک مقتدر ہستی پر بہتان تراشی کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ ورنہ حقیقت صرف یہ ہے۔ کہ امام ابن جریر سوادِ اعظم اہل سنت کے بطل جلیل اور رجلِ عظیم ہیں۔ اور دینِ متین کی ترقی اور ترویج کے لیے ان کی محبت شاقہ سے معرض وجود میں آنے والی ان کی تفسیر اور تاریخ ان ان کے ایسے عظیم کارنامے ہیں جنہیں ہر زمانے میں خراج عقیدت پیش کیا جائے گا۔

آپ نے تاریخ طبری میں کم از کم بیس ہزار مرتبہ امیر معاویہ کا نام لکھا ہے مگر کہیں ایک ایسا مقام بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا جہاں انہوں نے نام کے ساتھ علیہ اللعنة وغیرہ لکھا ہو۔ یہ محض اور محض عباسی کی کذب سرائی ہے اور افتراء پر دازی ہے کہ امام ابن جریر نے ایسا ایسا لکھا ہے۔

دھوکا نمبر چار

علاوہ ازیں عباسی نے ابن کثیر کا جو جملہ قطع برید کر کے لکھا ہے اگر اُسے صحیح بھی سمجھ لیا جائے تو اس ساری عبارت میں کون سا ایسا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ ابن جریر شیعہ تھے۔ کیا اس لیے کہ انہوں نے خم غدیر اور حدیث الطیر پر کتابیں لکھی ہیں اس مقام پر خارجی عباسی نے ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہے ہیں۔

ایک تو یہ خم غدیر اور حدیث الطیر کو من گھڑت قرار دے دیا جائے اور دوسرے امام ابن جریر کو رافضی بنا دیا جائے حالانکہ یہ دونوں واقعات حدیث کی تمام تر معتبر کتب میں موجود ہیں اور علامہ ابن کثیر نے بھی ان کو من گھڑت نہیں لکھا۔ بلکہ یہ وضاحت کی ہے کہ امام ابن جریر کی طرف حنا بلہ نے جو یہ کتابیں منسوب کی ہیں ان میں غیر مستند روایات جمع کی ہوئی ہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ کتابیں کسی دوسرے ابن جریر کی ہیں۔ جو شیعہ ہے اور اہل بیت سے روایت بیان کرتا ہے۔

اور پھر ابن کثیر نے یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ آپ نے وضو کرتے وقت پاؤں دھونے کو ضروری قرار دیا ہے۔ تفصیل آئندہ اور قریب میں آ رہی ہے۔

دھوکا نمبر پانچ

امام ابن جریر کے متعلق ابن کثیر کا یہ قول کہ آپ کے ساتھ اس دور کے حنابلہ وغیرہ کو اس قدر اختلاف تھا کہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔ اور وہ اپنے گھر میں ہی مدفون ہوئے۔

عباسی کی بددیانتی کی منہ بولتی تصویر ہے کیونکہ علامہ ابن کثیر کی جس عبارت کو حذف کیا گیا ہے وہ یہ ہے۔ کہ آپ پر جس قدر بھی اہتمام گائے گئے وہ ان سے بری تھے چنانچہ پوری عبارت اس طرح ہے۔

ودفن فی دارہ لان بعض الحنابلہ و رعاهم
منعوا من دفنہ نہار اول نسبہ الی الرفض
والجھلۃ من رماہ بالالحداد وحاشاہ من ذالک
کلہ

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۶۶﴾

ترجمہ ۱

ان کو ان کے گھر میں ہی دفن کیا گیا کیونکہ حنابلہ میں سے بعض کینہ خصلتوں نے آپ کو دن کے وقت دفن نہ کرنے دیا۔ اور آپ کو رافضی کہتے اور بعض جہلاء

نے آپ کو محمد بھی کہا۔ اور آپ ان تمام تمہتوں سے پاک تھے۔

اس سے پہلے علامہ ابن کثیر امام ابن جریر کے حضور یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں،

كان من اكابر ائمة العلماء ويحكم بقوله ويرجع
الى معرفته وفضله

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۳۵﴾

یعنی امام ابن جریر اکابر علماء میں سے ہیں۔ آپ کے قول پر فیصلہ دیا جاتا ہے۔ اور آپ کے فضل و معرفت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ابن کثیر قطعی طور پر امام ابن جریر کی شانِ جلالت کے معترف ہیں۔ اور خود ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے کے باوجود عباسی کی بلیک لسٹ میں اس لیے آتے ہیں کہ وہ ابن جریر کی روایات کو قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امام ابن جریر طبری کی عظمت و جلالت کو چیلنج

کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی شہرہ چشم طلوع آفتاب کا انکار کر دے۔

اب ہم آخر پر امام ابن جریر طبری کے متعلق چند علمائے اہلسنت کی

آراء پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

حالانکہ اُن کے واضح ترین تعارف کے لیے سینکڑوں صفحات بھی کم

ہیں۔

الاتقان

امام جلال الدین سیوطی علوم القرآن پر اپنی عظیم کتاب الاتقان
میں امام ابن جریر کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں!

تفسیر ابن جریر طبری، وهو من اجل
التفاسیر واعظمها قدراً

﴿الاتقان فی علوم القرآن جلد ۲ ص ۱۷۸﴾

یعنی تفسیر ابن جریر طبری اپنی قدر و منزلت کے اعتبار
سے تمام کتب تفسیر سے بڑھ کر ہے۔

میزان الاعتدال

علامہ ذہبی کی جو عبارت عباسی نے پیش کی ہے اس میں بھی امام
ابن جریر کی ثقاہت اور رافضیت سے بریت کا واضح ثبوت موجود ہے۔ اور
انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے کہ اُن پر رافضی ہونے کا گمان ظن کذب
ہے۔

تاہم درج ذیل مختصر عبارت میں علامہ ذہبی نے آپ کی ثقاہت

پر مہر ثبت کر دی ہے۔ لکھا ہے!

محمد بن جریر بن یزید الطبری الامام الجلیل

المفسر ابو جعفر ثقہ الصادق

﴿میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۹۸﴾

یعنی محمد بن جریر بن یزید طبری جلیل القدر امام، مفسر

قرآن ابو جعفر ثقہ اور سچے تھے۔

کشف الظنون

صاحب کشف الظنون حاجی خلیفہ امام ابن جریر کے متعلق یہ

ارشاد فرماتے ہیں !

فانه بتعرض لترجييه الاقوال وترجيح

بعضهما على بعض والاعراب والاستنباط

فهو لفوق بذالك على تقاسير الاقدمين

کشف الظنون

یعنی وہ (امام ابن جریر) اقوال کی توجیہ سے تعرض

کرتے ہیں، بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں اور

بحث کرتے ہیں۔ اور استنباط مسائل سے کرتے

ہیں۔ لہذا وہ ان وجوہات کی بنا پر متقدمین کی تمام

تفسیروں سے اعلیٰ و فائق ہیں۔

لسان المیزان

علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری اپنی نقد و رجال کی مشہور زمانہ کتاب لسان المیزان میں امام ابن جریر کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

محمد بن جریر بن یزید الطبری الامام الجلیل
المفسر ابو جعفر اقذع احمد بن علی
السلیمانی الحافظ ، فقال کان یصنع
للروافض کذا قال السلیمانی وھذا رجم بالظن
الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمتہ الاسلام

﴿لسان المیزان جلد ۵ ص ۱۰۰﴾

ترجمہ !

محمد بن جریر بن یزید طبری جلیل القدر امام اور مفسر ہیں
آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔ حافظ احمد بن علی سلیمان
نے آپ کے بارے میں بدکلامی کی ہے اور کہا ہے کہ
آپ رافضیوں کے لیے حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔
جیسا کہ کہا سلیمان نے اور یہ ان کے متعلق ظن کا ذب
ہے۔ بلکہ امام ابن جریر اکبرین ائمہ اسلام سے ہیں۔

فوائد الجامعہ

شارح مسلم شریف امام نووی تفسیر ابن جریر کا تعارف ان الفاظ

سے کرواتے ہیں۔

قال النورى اجمعت الامة على انه لم يصنف
مثل تفسير الطبرى و عن ابى حامد اسفرائثنى
انه قال لو سافر رجل الى الصين حتى يحصل
تفسير ابن جرير لم يكن ذلك كثيراً

﴿فوائد الجامعہ ص ۸۷﴾

ترجمہ !

نوروی فرماتے ہیں کہ اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ تفسیر
طبری کی طرح کوئی تفسیر بھی نہیں لکھی گئی۔ ابو حامد
اسفرائینی سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص تفسیر طبری کے
حصول کے لیے چین تک سفر کر لے تو یہ بھی کچھ
زیادہ نہیں۔

مختصر یہ کہ امام ابن جریر طبری اہل سنت کے ثقہ امام، جلیل القدر
مفسر و مورخ اور ارفع و اعلیٰ شان کے مالک ہیں۔ اور ان پر رافضیت وغیرہ
کے اتہامات محض متشددینِ خوارج وغیرہ کے لگائے ہوئے ہیں یا پھر کسی
دوسرے ابن جریر رافضی کی کتابوں کی غلط فہمی کی وجہ سے ہے۔ جس کے
متعلق علامہ ذہبی نے پوری پوری وضاحت کر دی ہے۔

ان وضاحتوں کے بعد قارئین اچھی طرح جان گئے ہوں گے کہ
عباسی وغیرہ نے محض خارجیت کی نشوونما کے لیے اسلام کی مقتدر ہستیوں کو
بدفطعن بنانے کی مذموم کوشش کی ہے۔

انسائیکلو پیڈیا

طبری۔ ابو جعفر محمد ابن جریر مورخ و مفسر شافعی فقہ کے بیرو۔ ابن جریر کی تالیف تاریخ الامم والملوک دنیا کی مستند ترین تواریخ میں شمار ہوتی ہے۔ ان کی ضخیم تفسیر قرآن جامع البیان فی تفسیر القرآن کے نام سے مشہور و مقبول ہوئی۔

﴿انسائیکلو پیڈیا ص ۱۳۴﴾

امام ابن جریر کی صاف و شفاف تصویر

امام الاحمہ سیدنا امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو اب تک لکھا گیا ہے وہ بہر صورت اُن کے تعارف کے لیے کافی معلوم ہوتا ہے تاہم قارئین کو پورے طور پر مطمئن کرنے کے لیے ہم امام ابن جریر کا مکمل تعارف پیش کرتے ہیں۔

اگرچہ ہم یہ تعارف تاریخ بغداد وغیرہ تاریخ کی معتبر اور مستند کتابوں سے پیش کر سکتے ہیں۔ مگر طوالت کی وجہ سے صرف علامہ ابن کثیر اور علامہ ذہبی کی ہی وہ پوری پوری عبارت نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے جن میں عباسی نے بڑے ہی شاطرانہ انداز سے عبارت کے بعض ٹکڑے نقل کر کے عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

لہذا ہم پہلے علامہ ابن کثیر کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جس میں

امام ابن جریر کو خراج عقیدت بھی پیش کیا گیا ہے اور آپ پر بہتان تراشی کرنے والوں کی تردید و تکذیب بھی کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں !

خوبصورت شخصیت ، بے مثال کتابیں

محمد بن جریر طبری بن یزید بن کثیر بن غالب امام ابو جعفر طبری۔ آپ کا سال ولادت ۲۲۳ھ ہے۔

آپ کی آنکھیں گندم گول اور چہرہ ملیح تھا۔ آپ طویل قامت اور فصیح اللسان تھے۔ آپ نے راویوں کے جم غفیر سے روایات بیان کی ہیں۔ اور طلب حدیث کے لیے آفاقی سفر کئے ہیں۔

آپ نے تاریخ و تفسیر میں ایسی کتب تصنیف فرمائیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ اصولی اور فروعی مسائل پر آپ کی دیگر تصانیف بھی نفع بخش ہیں۔ آپ کی تصنیف تہذیب الآثار اگر پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی تو سب کتابوں سے بے نیاز کر دیتی۔ اور ہر مسئلہ کے لیے کافی ہوتی۔ آپ نے مکمل چالیس برس تالیف و تصنیف کا کام کیا۔ اور اس عرصہ میں آپ ہر روز چالیس اوراق تصنیف کیا کرتے۔

عربی متن ملاحظہ فرمائیں !

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن
غالب الامام ابو جعفر طبری و کان مولدہ فی
سنۃ اربع و عشرين و مائتین و کان اسمرأ لعین

مليح الوجه مدید القامت فصیح اللسان ،
 روى الكثير الجرم الغنير ، ورحل الآفاق فى
 طلب الحديث و صنف التاريخ الحافل ، وله
 التفسير الكامل الذى لا يوجد له نظير و غير
 هما من المصنفات النافعة فى الاصول
 والفروع ، ومن احسن ذلك تهذيب الآثار ولو
 كمل لما احتج معه الى شئ و لكان فيه
 الكفائة لكنه لم يتمه و قد روى مكث اربعين
 سنة يكتب فى كل يوم اربعين ورقة

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۳۵﴾

اپنے دور کا سب سے عظیم عالم

علامہ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے فرمایا کہ مجھ تک
 علامہ ابی حامد اسفرائی کا یہ قول پہنچا ہے کہ اگر تفسیر ابن جریر کے حصول کے
 لئے چین تک کا بھی سفر کسی کو درپیش آجائے تو یہ بھن مہنگا سودا نہیں۔

اور خطیب بغدادی نے یہ بھی کہا کہ امام الائمہ ابی بکر ابن خزیمہ نے
 تفسیر ابن جریر کا اول سے آخر تک ساٹھ مرتبہ مطالعہ کیا اور فرمایا کہ میں نہیں
 جانتا کہ روئے زمیں پر ابن جریر سے بڑا بھی کوئی عالم ہے۔ اور بیشک حنابلہ
 نے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اور محمد نے ایک شخص کو کہا کہ بغداد میں پہنچ کر مشائخ
 سے حدیثیں نقل کرو۔ مگر حنابلہ نے اسے ابن جریر سے سماع نہ کرنے دیا اور

وہ ہر ایک کو آپ کے پاس جمع ہونے منع کرتے۔

امام ابن خزمیہ نے اس شخص کو فرمایا اگر تو ابن جریر سے حدیث نقل کرتا تو یہ تیرے لئے اس سے بہتر ہوتا جو یہ تو نے سب کچھ نقل کیا ہے۔

قال الخطيب وبلغني عن الشيخ ابي

حامد بن ابي طاهر الفقيه الاسفرائني انه قال ،

لو سافر رجل الى الصين حتى ينتظر في كتاب

تفسير ابن جرير الطبري لم يكن ذلك كثيراً ،

او كما قال وروى الخطيب عن امام الائمة ابي

بكر ابن خزيمة انه طالع تفسير محمد بن جرير

في ستين من اوله الى آخره ، ثم قال اما اعلم

علي اديم الارض اعلم عن ابن جرير ولقد

ظلمته الحنابلة ، وقال محمد رجل رحل الى

بغداد يكتب الحديث عن المشائخ ، ولم يتفق

له سماع من ابن جرير لأن الحنابلة كانوا

يمنعون ان يجتمع به احد ، فقال ابن خزيمة لو

كتبت عنه لكان خيراً لك من كل من كتبت

عنه

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۳۵﴾

جامع العلوم

اس کے بعد علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے بیان کیا

ہے کہ ابن جریر نے بغداد کو متوطن بنایا اور پھر آپ کے زندگی کے آخری سانس تک بغداد ہی میں اقامت پذیر رہے۔

اور آپ اکابر علماء میں سے ہیں۔ آپ کے قول پر حکم دیا جاتا ہے۔ اور آپ کے فضل و معرفت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ آپ نے ان علوم کو جمع کیا تو آپ کے ہم عصر علماء میں سے کوئی بھی اس کام میں آپ کا شریک کار نہیں تھا۔

آپ کتاب اللہ کے حافظ اور تمام قرأتوں کے واقف اور معانی کو جاننے والے تھے۔

آپ فقیہ فی الاحکام اور سنن وطرائق صحیح و سقیم اور تاریخ و منسوخ کے عالم تھے۔ صحابہ کرام ، تابعین ، اور ان کے بعد آنے والوں کے اقوال کو پہچانتے تھے۔ ایام الناس ابران لوگوں کے اخبار و آثار کی معرفت رکھتے تھے۔ اور اس موضوع پر آپ کی مشہور کتاب تاریخ الأمم والملوک ہے۔ اور آپ کی کتاب جو تفسیر قرآن کے متعلق ہے۔ اس جیسی کوئی کتاب بھی کسی اور نے نہیں لکھی۔

اور آپ کی کتاب ”تہذیب الآثار“ جیسی بھی اس کے اپنے سوا اور کوئی نہیں جو اصول فقہ اور فروعی مسائل پر احاطہ لکھے ہوئے ہے۔ کاش وہ مکمل ہو جاتی۔

قال الخطیب البغدادی استوطن ابن جریر

بغداد واقام بها الى حين وفاته وكان من اكابر
 ائمة واعلماء ويحكم بقوله ويرجعوا الى معرفته
 وفضله ، وكان قد جمع من العلوم ما لم
 يشاركه فيه احد من اهل عره ،

وكان حافظ لكتاب الله ، عارفا بالقراء
 ات كلها ، بصيرا بالمعاني فقيها في الاحكام
 عالما بالسنن وطرقها وصحيحا سقيمها
 وناسخها ومنسوخها ،

عارفا بقوال الصحابة والتابعين ومن
 بعدهم ، عارفا بايام الناس واخبارهم وله
 الكتاب المشهور في تاريخ الامم والملوك
 وكتاب في التفسير لم يصنف اح مثله
 وكتاب سماه تهذيب الآثار لم ارسواه في معناه
 الا انه لم يته وله في اصول الفقه وفرعوه
 كتب كثيرة واختيارات وتفر بمسائل حفظت
 عنه.

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت﴾

مینارۂ نور

اس کے بعد ابن کثیر لکھتے ہیں !

زہد و عبادت اور تقویٰ و ورع کے متعلق آپ تک کسی ملامت کرنے

والے کی ملامت نہیں پہنچ سکتی۔ یعنی آپ ہر بہتان کی زد سے باہر ہیں۔

آپ حسن صورت و معرفت تامہ اور احسن صفات کے ساتھ ہر قرأت کو ادا فرماتے ، اور آپ صالحین کبار میں سے تھے۔ اور طولوں کے زمانہ میں مصر میں جمع ہونے والے ائمہ محدثین میں ایک تھے۔ جو کہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ امام الائمہ اور محمد بن نصر المروزی اور محمد بن ہورون رویانی اور یہ محمد بن جریر طبری جیسا کہ ہم نے محمد بن نصر مروزی کے حالات میں ذکر کیا ہے۔

اور اسی دوران میں خلیفہ مقتدر نے ارادہ کیا کہ ایسی شرطوں پر ایک کتاب لکھی جائے جو تمام علماء کے درمیان متفقہ علیہ ہو تو ان کو کہا گیا کہ اس کام کی طاقت سوائے ابن جریر طبری کے کسی اور کو نہیں۔

تو جب آپ کے سپرد کرنے پر یہ کام سرانجام ہو گیا۔ یعنی ایسی شرطوں پر کتاب لکھی گئی جس میں کسی کو اختلاف نہیں تھا۔ تو خلیفہ نے استدعا کی کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیے؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا ! ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔

خلیفہ نے عرض کی کہ آپ لازمی طور پر کسی نہ کسی چیز کے متعلق ارشاد فرمائیں جس کی آپ کو ضرورت ہو۔

تو آپ نے فرمایا کہ ہماری صرف یہی خواہش ہے کہ جمعہ کے روز ہمارے خاص کمرے میں داخل ہو کر لوگ سوال کرنے سے رُکے رہیں۔ خلیفہ نے حکم نافذ کر دیا۔

اور آپ اپنی ذات پر اپنے باپ کے گاؤں کے ترکہ سے ہی خرچ کرتے تھے۔

قلت فكان من العبادة والزهادة والورع والقيام
في الحق لا تأخذه في ذلك لومه لائم وكان
حسن الصوت بالقرأت مع المعرفة التامة
بالقرأت على احسن الصفات وكان من كبار
الصالحين ،

وهو احد المحدثين الذي اجتمعوا في
مصر في ايام ابن طولون وهم محمد بن اسحق
بن خزيمة امام الائمة ، ومحمد بن نصر
المروزي ومحمد بن هارون الروياني ، ومحمد
بن جرير الطبري هذا ،

وقد ذكرناهم في ترجمة محمد بن نصر
المروزي وكان الذي قام فصلى هو محمد بن
اسحق بن خزيمة ، وقيل مد بن نصر فرور
فهم الله وقد اراد الخليفة المقتدر في بعض الا
يام ان يكتب كتاب وقف تكون شروطه متقنا
عليها بين العلماء فقيل له لا يقدر على
استحضار ذلك الا محمد بن جرير الطبري
فطلب منه ذلك فكتب له

فاستدعاه الخليفة اليه وقرب منزلة
عنده وقال له سل حاجتك ،

فقال لا حاجة لي ،

فقال لا بد ان تسالني حاجة أو شياء

فقال اسال من امير المؤمنين ان يتقدم امره

الى شرطة حتى يمنعوا السؤال يوم الجمعة ان

يدخلوا الى مقصور الجامع فأمر الخليفة

بذلك وكان ينفق على نفسه من مغل قرية

تركها له ابوه بطبرستان ومن شعره

اذا عسرت لم يعلم رفيتي واستغنى فيستغنى

صديقي

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۳۶﴾

دشمن کون ؟

آپ کا وصال بوقت مغرب اتوار کے روز جبکہ شوال المکرم کے دو

دن باقی تھے ۲۱۰ھ میں ہوا۔ اور آپ کو آپ کے گھر ہی میں دفن کیا

گیا۔ کیونکہ بعض بدطینت حنابلہ آپ کو دن کے وقت دفن کرنے سے منع

کرتے تھے اور آپ پر رافضی ہونے کی تہمت لگاتے تھے اور جہلاء آپ کو

بدعتی کہتے تھے۔ حالانکہ آپ ان تمام بہتانوں سے بری تھے۔ اور ائمہ اسلام

میں سے ایک تھے۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے حامل بھی تھے

اور عالم بھی اور آپ کے مخالفین حنابلہ ابی بکر بن داؤد ظاہری کے مقلد تھے۔

اور وہ جہاں کہیں بھی گفتگو کرتے آپ کو فرض و عظام وغیرہ سے مہتمم کرتے۔ اور جب آپ کا وصال ہو گیا تو بغداد کے چاروں طرف سے لوگوں نے آپ کے گھر پر جمع ہو کر نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد آپ کو دفن کیا۔ اور لوگ آپ کے مزار کی تبدیلی کے لیے انتظار کرتے رہے۔ اور مہینوں آپ پر نماز جنازہ پڑھتے رہے۔

وقد كانت وفاته وقت المغرب عشية

يوم الاحد ليومين بقيا من شوال من سنة عشر
 وثلاثمائة ودفن في داره لان بعض عوام
 الحنابلة ورعاهم منعوا من دفنه نهاراً ونسبوه
 الى الرفض ومن الجهلة ورماه بالاحاد ،
 وحاشاه من ذلك كله بل كان احد
 ائمة الاسلام علماء بكتاب الله وسنة
 رسوله . وانما تقلدوا ذلك عن ابي بكر محمد
 بن دائود الفقره الظاهري ، حيث كان يتكلم
 فيه ويرميه بالعظام وبالرفض ولما توفي
 اجتمع الناس في سائر اقطار بغداد وصلوا
 عليه بداره ودفن بها ومكث الناس يترددون
 الي قره شهوراً يصلون عليه

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۷﴾

کس کی کتابیں ؟

اور ان سے منسوب وہ کتابیں جن میں سے دو ضخیم جلدوں میں احادیث خم غدیر اور ایک کتاب حدیث الطیر کے متعلق منسوب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وضو کرتے وقت پاؤں پر مسح کے قائل تھے۔ اور پاؤں کو دھونا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ اور اس واقعہ کو شہرت دیتے تھے۔

حالانکہ علماء کا بیان ہے کہ ابن جریر دو ہیں اور یہ دوسرے ابن جریر جو کہ شیعہ ہے کی کتابیں ہیں۔ اور ابو جعفر ابن جریر اس قسم کی صفات (رفض) سے الگ تھلگ رہے ہیں۔ اور ان کی تفسیر میں قابل اعتماد کلام ہے۔ کہ پاؤں کو دھونا واجب ہے۔ اور تفسیر سے دلیل ہے مسح کی پس نہیں فہم بہت سے لوگوں کو ان کی مراد اور فہم سے مراد یہ کہ وہ نقل کرتے ہیں کہ ابن جریر اور مسح واجب ہیں اور اس پر دلیل ہے۔ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

وقد راثت له كتابا جمع فيه احاديث
غدیر خم في مجلدین ضخیمین و کتابا جمع
فیه طریق حدیث الطیر و نسب الیہ و انه کان
یقول بجواز مسح القدمین فی الوضوء و انه لا
یوجب غسلها و قد اشتهر عنه هذا ضمن
العلماء من یزعم ان ابن جریر اثنان احد هما
شیعی والیہ ینسب ذالک و ینزهون ابا جعفر
هذا عن هذه الصفات والذی عول علیہ کلامه

فی التفسیر انه یوجب غسل القدمی و یوجب
مع الغسل ولکھما ولكنہ عبر عن ذالک
بالمسح ، فلم یضہم کثیر من الناس مرادہ ،
ومن فہم مرادہ نقلوا عنہ انه یوجب الغسل
والمسح وهو الذلک۔ واللہ اعلم

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۷﴾

یہ تھی البدایہ والنہایہ کی تمام تر عبارت جو علامہ ابن کثیر نے امام
ابن جریر کے تعارف کے طور پر تحریر کی ہے۔ ہم نے صرف اس عبارت کے
آخر پر تحریر کردہ اشعار کو جن میں امام ابن جریر کی قدر و منزلت بیا کی گئی
ہے محض طوالت کی وجہ سے قلم انداز کر دیا ہے۔ باقی پوری عبارت کا کوئی جملہ
ادھر ادھر نہیں کیا گیا۔

ان روشن حقائق کی موجودگی میں عباسی کی تمام شاطرانہ چالیں یقیناً
قارئین پر واضح ہو چکی ہوں گی۔ کہ یہ بددیانت شخص حقائق کو منسوخ کرنے کے
لیے کس کس طریقہ سے اُلٹے پلٹے کھاتا ہے۔

ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ اگر عبارت کو اس طریقہ سے پڑھنا شروع
کر دو تو قرآن مجید کی آیات کو بھی ہر قسم کی مطلب براری کے لیے استعمال کیا
جاسکتا ہے۔ بہر حال حقیقت حقیقت ہے اور فسانہ فسانہ۔

اب آپ امام ابن جریر کے متعلق امام ذہبی کی پوری عبارت بھی
ملاحظہ فرمائیں۔

محمد بن جریر بن یزید طبری امام ابو جعفر صوحب روشن تصانیف ، ثقہ ، صادق (حضرت علی سے) موالاتہ و تشیع رکھتے تھے۔ مگر مضرب نہیں۔

احمد بن علی سلیمانی نے یہ افترا کیا ہے کہ آپ رافضیوں کے لیے حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔ جیسا کہ کہا سلیمانی نے۔ اور یہ عیب لگانا ظن کذب (جھوٹا گمان) ہے۔ بلکہ آپ لائق اعتماد کبار ائمہ سے ہیں۔ اور ان کی عزت و ناموس پر حملہ آور ہونا غلطی ہے۔ نیز جھوٹ اور دیوانگی سے اذیت دینا ناجائز ہے۔

پس اگر علماء کے کلام کو پیش نظر رکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ آپ بہت بڑے امام ہیں۔ اور شاید سلیمانی کا گمان محمد بن جریر بن رستم ابو جعفر طبری رافضی کی کتاب کے متعلق ہے جس میں اہل بیت سے روایات بیان کی گئی ہیں۔ اور عبدالعزیز کتانی نے اُسے رافضی کہا ہے۔

محمد بن جریر بن یزید الطبری الامام
ابو جعفر صاحب تصانیف باہرہ ثقہ ، صادق
فیہ تشیع و موالاتہ لا تضر ، اذع احمد بن
علی السلیمانی الحافظ قال کان یصنع
الروافض کذا قال السلیمانی و ہذا رجم بالظن
الکاذب ، بل ابن جریر من کبائر ائمة الاسلام
للمعتدین وما ندعی عصمة من الخطاء ولا
یحل ان نودیہ بالباطل والہوی فان کلام

العلماء بعضهم في بعض ينبغي ان تيانى فيه
 ولا سيما فى امام كبير فلعن السليمانى اراد
 آلاتى محمد بن جرير بن رستم ابو
 جعفر الطبرى رافضى له تاليف منها كتاب
 الرواة عن اهل البيت رماه بالرفض عبد
 العزيز الکتانى.

﴿ ميزان الاعتدال جلد سوم ص ۳۵ مطبوعہ بمصر ﴾

آشکارہ حقیقت

قارئین ٹھیک طور پر جان چکے ہیں کہ تحقیق کے نام پر
 ناصیت کے زہریلے انجکشن دینے والے اور یزیدیت کے مکروہ چہروں پر
 لفاظی کے خول پہن کر آنے والے نام نہاد محققین خارجیت کے جراثیم
 پھیلانے کے لیے کیسی کیسی شعبہ بازیوں دکھا کر قوم کو گمراہ شکر تے ہیں۔

مگر ان کی شعبہ بازیوں زیادہ دیر تک عوام کو دھوکا میں نہیں رکھ سکتیں

اس لیے کہ

توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

امام عالی مقام سیدنا امام حسین کی شہادتِ عظمیٰ اور بے مثال قربانی

کو شہادت کے درجہ سے بھی گرا دینے کے لیے ان لوگوں نے تاریخ کے نام

پر جو دھاندلی کی ہے۔ ان لوگوں سے پہلے کبھی نہیں کی گئی۔

کسی بھی محقق نے کبھی ایسی جرات نہیں کی کہ محض اپنے نظریات و جذبات کی تسکین کے لیے دوسروں کی عبارت کو یوں قطع برید کر کے استدلال قائم کرے۔

امام طبری کو رافضی وغیرہ بنانے کے لیے جس استدلال کا عباسی نے سہارا لیا تھا اس کی جو بھی حقیقت ہے۔ وہ ہم ظاہر کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم قارئین کو یہ بھی یقین دلاتے ہیں کہ جن مورخین کو عباسی نے مرتے بھرتے ثقہ تسلیم کیا ہے۔ وہ امام طبری ہی کی روایت کے سہارے پر اپنی کتابوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں۔

علامہ ابن خلدون جیسے ناقدین بھی امام طبری ہی کے خوشہ چیں ہیں۔ اور یہ سراسر زیادتی اور احمق پن ہے کہ چونکہ انہوں نے بعض روایات ابو مخنف سے روایت کی ہیں اس لیے وہ شیعہ ہو گئے ہیں۔ کیونکہ ناقدین رجال کی نظر میں ابو مخنف مائل با شیعیت ہے۔ اور اگر یہ بات درست ہوتی تو امام بخاری سب سے بڑے شیعہ قرار پاتے کیونکہ ان کی مشہور تالیف بخاری شریف کے راویان میں رافضی بھ ہیں اور خارجی بھی۔ بلکہ تمام مجروح طبقات کا کوئی نہ کوئی راوی ضرور ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی ایک زبردست فراڈ اور صریح کذب ہے کہ امام طبری نے واقعات شہادت بیان کرنے کے لیے صرف ابو مخنف کا ہی سہارا لیا ہے۔ کیونکہ آپ نے متعدد ایسے راویوں سے بھی روایات بیان کی

میں جو عباسی کے نزدیک پورے طور پر ثقہ ہیں۔ اور وہی آپ نے ابو مخنف سے بھی نقل کی ہیں۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ پوری سندوں کے ساتھ متعدد راویوں سے ایک ہی قسم کی روایات نقل کر دیتے ہیں تاکہ روایت کو قبول کرنے والا خود فیصلہ کر لے۔ کہ راوی کی حیثیت کیا ہے۔

اور اس بات کا اعتراف متعدد وہا بیہ کو بھی ہے۔ مثلاً ابو بکر ابن العربی کی کتاب العواصم من القواصم کا محشی محبت الدین خطیب بھی یہ اعتراف کرتا ہے کہ امام صاحب نے راویوں کے نام لکھ کر قارئین کے لیے آسانی پیدا کر دی ہے۔ کہ کونسی روایت مطبوظ ہے اور کونسی روایت کمزور ہے۔

بہر حال ہم اس سلسلہ کو زیادہ طویل نہیں کرتے۔ امام ابن جریر ائمہ اہل سنت میں سے ہیں۔ کبھی کسی صحیح العقیدہ شخص نے آپ پر رافضی وغیرہ ہونے کا گمان نہیں کیا۔ جب کہ داؤد ظاہری کے ماننے والے متشددین حنابلہ ہی نے اس قسم کی کذب سرائیاں کی تھیں۔ جنہیں علمائے اُمت نے ہمیشہ غلط قرار دیا ہے۔

۱۔ حالانکہ ابو مخنف سے بخاری شریف میں بھی روایات لی گئی ہیں

ان لوگوں کو حنابلہ کہنا بھی قطعاً طور پر غلط ہے۔ کیونکہ ان کی صرف نسبت امام احمد بن حنبل سے تھی۔ لیکن وہ امام احمد بن حنبل کے پیروکار نہیں

تھے کیونکہ وہ ابن حزم کے پیشرو اور دظاہری کے مقلد تھے اور داؤد ظاہری وہ شخص ہے جس کے متعلق ہم سابقہ اوراق میں بتا آئے ہیں۔ کہ وہ ظاہری فقہ کا موجد تھا اور اس کا طریقہ استدلال وہی تھا جو خارجیوں کا ہے۔

وہ ایسا بد نصیب تھا کہ امام احمد بن حنبل نے اُسے اس لیے شرف ملاقات نہ بخشا کہ وہ قرآن کو مخلوق کہتا تھا۔ اب آپ خود ہی غور فرمائیں کہ ایسے شخص کی تقلید کرنے والوں کو حنا بلکہ کہنا کتنا عجیب سا لگتا ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بھی فرقہ ظاہریہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان میں اور خارجیوں میں خاص طور پر اشتراک و اقرار تھا اس لیے اُن کا امام ابن جریر کو رافضی کہنا تعجب انگیز نہیں۔

مگر عباسی کا ایسے لوگوں کو دلیل کے طور پر پیش کرنا یقیناً اس کی حماقت مآبی کی واضح دلیل ہے۔ جن لوگوں کی رائے کو ائمہ اہل سنت نے باطل قرار دیا ہو اہل سنت ہی کا لبادہ اوڑھ کر ان کی گواہی پیش کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے ؟

بہر حال حقیقت آشکار ہے اور انہی الفاظ پر امام ابن جریر اور علامہ ابن کثیر کے تعارف کو ختم کیا جاتا ہے۔

ہم نے بتانا تو یہ تھا کہ امام ابن جریر قطعی ثقہ اور صادق ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابن کثیر ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے کے باوجود اُن کی روایات کو قبول کرتے ہیں۔ بلکہ عباسی کے ایک اور معتمد ابو بکر ابن عربی نے لکھا ہے کہ

تاریخ کی دنیا میں اگر کوئی قابل اعتماد کتاب ہے تو وہ امام ابن جریر کی کتاب تاریخ طبری ہے۔ حوالہ ابو بکر ابن عربی کے تعارف میں آئے گا۔

نصف شیعہ اور غیر ثقہ ابو بکر ابن العربی

ابو بکر ابن العربی یہ بزرگ اگرچہ اپنے وقت کے مشہور علامہ اور صاحب تصانیف ہیں۔ تاہم ان کی کتاب اعوام من القواصم نہایت ہی شر انگیز اور فتنہ خیز تصنیف ہے۔ اور عباسی کے بہت زیادہ کھل کھیلنے کا مدار اسی کتاب پر ہے۔

لیکن اسے عباسی کی بد قسمتی ہی سمجھئے کہ وہ ابن العربی کے نظریات پر اپنی کتاب کی اساس رکھنے کے باوجود بھی ان سے مطمئن نہیں اور ان کو ثقہ تسلیم کرتے ہوئے بھی ان کی ثقاہت کو چیلنج کر دیتا ہے۔

اس لیے لامحالہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ عباسی کے نزدیک اس قدر متشدد دو متعصب شخص بھی نصف شیعہ اور نصف ثقہ ہے۔

علامہ ابن کثیر کے تعارف میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ عباسی نے امام ابن جریر طبری کو غالی رافضی اور غیر ثقہ ثابت کرنے کے لیے کس کس طریقہ سے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ اور ان کی مشہور تصنیف تاریخ طبری کو کس کس انداز سے جھوٹ کا پلندہ بنا دینے کی کوشش کی ہے۔

حالانکہ اس کے معتدترین مولف ابن عربی امام ابن جریر طبری کو

انتہائی ثقہ مورخ تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ ترغیب دیتے ہیں کہ سوائے تاریخ طبری کے کسی دوسری تاریخ پر اعتماد نہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی اسی رسوائے زمانہ کتاب العواصم من القواصم میں تحریر کرتے ہیں!

ولا تقبلوا رواية الا عن ائمة الحديث ولا
تسمعوا المورخ كلاما الا لطبري

﴿العواصم من القواصم ص ۲۳۸﴾

یعنی تم ائمہ حدیث کی روایت کے علاوہ اور کسی

کی بات قبول نہ کرو اور سوائے طبری کے تاریخ میں

کسی کا کلام قابل اعتماد نہیں۔

اس تفاوت را از کجا است تا کجا

عباسی کہتا ہے کہ کتاب الامامت والسیاست امام ابن قتیبہ دینوری

کی تالیف نہیں۔ بلکہ یہ کسی شیعہ نے تالیف کر کے ان کے نام سے منسوب کر

دی ہے۔ اور یہ بات وہ ابو بکر ابن العربی کی کتاب اعواصم من القواصم کے

محمّدی محبت الدین خطیب کی ہمنوائی میں معہدہ بار اپنی کتاب خلافت معاویہ و

یزید میں دہراتا ہے۔ مثلاً اس نے لکھا ہے!

امام ابن قتیبہ کی طرف جو کتاب غلط منسوب ہے یعنی الامامت

والسیاست اس میں بھی یہ تفصیل ملتی ہے۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۴۰﴾

حالانکہ ابن عربی امام ابن قتیبہ کی نہایت حقارت سے تردید کرتے ہیں اور یہ تردید محض اس وجہ سے کرتے ہیں کہ انہوں نے الامامت و السیاست جیسی کتاب جس میں یزیدیت کا بھٹہ بٹھا دیا ہے۔ کیوں تصنیف کی۔

چنانچہ وہ اسلام کے اس بطلِ جلیل کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں۔

ومن اشد سئى على الناس جاهل عاقل او
مبتدع محتال ، فاما الجاهل فهو ابن قتيبة ،
ولم يذر للصحابة اسما فى كتاب الامامته
والسياسته

﴿الغواصم من القواصم ص ۲۲۸﴾

اور لوگوں کو سخت نقصان پہنچانے والا جاہل

عقل مند ہے یا پھر بدعتی حیلہ ساز۔

جاہل تو ابن قتیبہ ہے۔ جس نے اپنی کتاب الامامت والسیاست

میں صحابہ کرام کا کوئی احترام ملحوظ نہیں رکھا۔

امام ابن قتیبہ کے متعلق اس قسم کے ریمارکس ابن عربی نے اپنی اس

کتاب میں متعدد بار دیئے ہیں جن کی تفصیل ضروری نہیں۔ لہذا اب آپ

ابن عربی اور عباسی کا ایک اور سخت اختلاف ملاحظہ فرمائیں۔

یزید کی خلافت حقہ کے اثبات اور اس کی ولیعہدی کے جواز میں

عباسی نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر اس خلاف حقیقت بات کو منوانے کی کوشش کی ہے۔ کہ خلافت کو اپنے گھر میں رکھنے اور ولی عہد بنانے کی ابتداء امیر معاویہ کی بجائے حضرت علی نے کی ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے حضرت علی کے بیٹے حضرت حسن ولی عہد ہوئے۔ حوالہ آگے آئے گا۔

حالانکہ اس کے برعکس اس کے پیشرو ابو بکر ابن العربی اس مقام پر

جو لکھتے ہیں وہ یہ ہے۔

اما نزل الرفضه انه عهد الى الحسن
فباطل ما احد الى عهد ولكن البيعة للحسن
منعقدہ وهو احق من معاوية من كثير من غيره
، وكان خروج لثعلب فاخرج اليه ابوہ من دعا
الفيئة الباعية الى الاقياد للحق والاخول
في الطاعة

﴿اعوام من اقوام ص ۱۱۸﴾

ترجمہ!

رفضیوں کا یہ قول باطل ہے کہ حضرت علی نے حسن کو ولی عہد بنایا تھا۔ آپ نے کسی کو نامزد نہیں کیا تھا۔ بلکہ حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی۔ حضرت حسن امیر معاویہ اور بہت سے لوگوں سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ آپ کا لشکر کشی کرنا بالکل اپنے باپ کی طرح ہے۔ کہ وہ باغیوں کو حق کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دینا چاہتے تھے۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ عباسی کے گرو گھنٹال ابو بکر ابن عربی کہتے ہیں کہ حضرت حسن کی ولی عہدی کا باطل عقیدہ رافضیوں کا ایجاد کردہ اور خلاف واقعہ ہے۔

حضرت حسن کی باقاعدہ طور پر مسلمانوں نے بیعت خلافت کی اور آپ امیر معاویہ وغیرہ تمام لوگوں سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔ اس کے برعکس عباسی یہ بڑبانک رہا ہے۔ کہ اگر امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنایا تو اس کی ابتداء حضرت علی کریمؑ کے تھے۔

اور انہوں نے حضرت حسنؑ کو اپنا جانشین اور ولی عہد مقرر کیا تھا۔ کیا ان تضادات کی موجودگی میں یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ عباسی ابن عربی کو لائق اعتماد سمجھتا ہے۔

حالانکہ ابن عربی سے زیادہ حماست یزید وغیرہ میں دنیا کی شائد ہی کوئی کتاب ہو۔

یہ رسوائے عالم کتاب جمہور اہل اسلام کے نظریات کے قطعی طور پر مخالف ہے۔ اور اس کا ہر باب بنو امیہ کی بے جا حماست کا غماز ہے۔ خاص طور پر یزید پلید کی منقبت و ستائش میں زمین و آسمان کے جو قلابے اس کتاب میں ملائے گئے ہیں۔ ان کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

اور پھر امام حسینؑ کی شہادت کو غلط رنگ میں پیش کرنا انتہائی غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عباسی کے دوسرے نصف معتمد علامہ ابن خلدون اس پر

تحت جراح کی ہے اور ابن عربی کی اس تحقیق کو محل نظر بتایا ہے۔ جس کا اظہار ہم سابقہ اوراق میں کر آئے ہیں۔ اور یہاں بھی ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ تاکہ اچھی طرح واضح ہو جائے کہ عباسی کے معتدین کا آپس میں کیا حال ہے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں !

اس سلسلہ میں ابن عربی مالکی نے اپنی کتاب احوال من القواصم میں جو یہ لکھا ہے کہ حسین اسلامی شریعت کی رو سے قتل ہوئے سراسر غلط ہے۔

ابن عربی سے یہ غلطی اس لیے ہوئی کہ وہ امام عادل کی شرط بھول گئے۔ بھلا اس زمانے میں ہوا پرستوں سے لڑنے کے لیے امامت و عدالت میں امام حسین سے بڑھ کر کون مستحق ہو سکتا ہے۔ لہذا ان کی شہادہ ہوئی ہے۔ بغاوت کی رو سے قتل نہیں ہوا۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم ص ۳۶﴾

بہر حال ! بتانا یہ تھا کہ ابن عربی کے باطل اور غلط نظریات بھی عباسی کے ابلیسی ذوق کی تسکین کے لیے کافی نہیں اور وہ ان سے بھی جگہ جگہ مخالفت کر جاتا ہے اور ہر ممکن طریقہ سے حقائق کو مسخ کر دینا چاہتا ہے۔

آئندہ اوراق میں ہم انشاء اللہ العزیز ابو بکر ابن العربی کی متعدد تحریروں کو بھی زیر بحث لائیں گے اور بتائیں گے کہ انہوں نے کس کس

ظریقہ سے احقاقِ باطل اور ابطالِ حق کیا ہے۔ اور علمائے کرام نے اس کی
تحریروں کی تکذیب کرتے ہوئے کیسے کیسے گرفت کی ہے۔
آخر پر علماء ابن کثیر کی تحریر ملاحظہ ہو۔

ابوبکر بن العربی شارح الترمذی کان
فقیہا عالماً وزاهداً وعابداً وسمع الحدیث بعد
اشتقاله فی الفقه وصحب الغزالی واخذ عنه
وكان یتهمه یرأى الفلاسفة ویقول دخل فی
اجوافهم فلم ینخرج منهم

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۲ ص ۲۲۹﴾

ترجمہ !

ابوبکر ابن عربی شارح ترمذی فقیہ و عالم اور عابد و زاہد تھے۔ شغل فقہ
کے بعد سمع حدیث کیا۔ غزالی کے ساتھی رہے اور ان سے دلیل لیتے تھے۔
اور فلسفیوں کے اعتقاد سے متہم ہوئے۔ اور پھر فلسفیوں کے اندر ایسے گھسنے
کہ باہر نہ نکل سکے۔

پورا ثقہ اور شیعہ مورخ

بلاذری

نامحمود عباسی نے اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر بلاذری کے

حوالے دیئے ہیں۔

بلاذری کوئی اتنی بڑی چیز نہیں کہ اُس کے تعارف میں متعدد صفحات

سیاہ کئے جائیں۔

یہ ایک عام سامورخ ہے اور اکابرین اُمت میں نہ اس کا شمار ہے

اور نہ کوئی مقام۔ بلکہ یہ شخص کرائے کا آدمی تھا۔ بنو عباس کے خلیفہ متوکل کا

درباری تھا۔ اور متوکل بنو فاطمہ کا زبردست دشمن تھا۔ حتیٰ کہ اُس نے امام

عالی مقام کے مزار اقدس پر ہل چلوا دیئے۔ جس کی تفصیل ہم ابھی بیان

کریں گے۔

بہر حال بلاذری کا ذکر بحیثیت مورخ کتابوں میں مذکور ضرور ہے۔

چنانچہ اس کا ایک ہمواعباد اللہ اختر اس کا تعارف یوں پیش کرتا ہے۔

احمد بن یحییٰ البلاذری مورخ ایرانی نژاد تھا۔ خلفائے عباسیہ متوکل

اور مستعین کے عہد میں دربار خلافت میں باریابی حاصل کی۔ خلیفہ المعتز باللہ

کے مئے عبداللہ کا اتالیق مقرر ہوا۔ انہیں دونوں اُس نے فتوح البلدان لکھی۔

اُس نے واقدی کی کتاب المغازی اور ابوالحسن مدائنی سے استفادہ کیا۔ مدائن پایہ تخت ساسانی شاہان ایرانی میں متولد ہوا۔

﴿ خلافت اسلامیہ حصہ اول ص ۶ مطبوعہ ادارہ ثقافت لاہور ﴾
مشہور سیرت نگار علامہ شبلی اپنی کتاب الفاروق میں احمد بن یحییٰ بلاذری کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ عباسی خلیفہ متوکل کا درباری تھا۔

ابن کثیر اور بلاذری

علامہ ابن کثیر البلاذری کا جو تعارف پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے۔

البلاذری ، المورخ واسمہ احمد ويقال ابو بکر
البيعدادى البلاذرى صاحب التاريخ المنسوب
عليه قال ابن عساكر كان اديباً ظهرت له
كتب جهاد ومدح السامون بمدائح وجالس
المتوكل وتوفى ايا المعتمد وحمل له هوس و
وسواس في آخر عمره

﴿ البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۶۵ ﴾

ترجمہ!

بلاذری مورخ ہے۔ اور اس کا نام احمد ہے۔ اور ابو بکر بغدادی البلاذری بھی کہتے ہیں۔ اور اس کی طرف صاحب تاریخ ہونا منسوب ہے۔ ابن عساكر فرماتے ہیں! کہ وہ ادیب تھا جیسا کہ اس کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ وہ خلیفہ مامون کی مدح و ستائش کرتا تھا۔ اور متوکل کا ہم جلس

اور معتمد کے دور میں فوت ہوا۔ آخر عمر میں وہ پاگل پن اور وسوسوں کا شکار ہو گیا تھا۔

قارئین اندازہ کریں کہ ایک پاگل اور وسوسے کی عبارتیں استشہاد کے طور پر پیش کرنے والا پاگل نہیں تو اور کیا ہے۔

متوکل کون ہے ؟

۲۳۶ھ میں متوکل نے حضرت امام حسین اور ان کے آس پاس کی قبروں کو کھدوایا اور وہاں کاشتکاری کروائی۔ نیز زیارت قبور سے لوگوں کو منع کیا۔

اہل بیت سے ظاہر دشمنی کی وجہ سے متوکل کو لوگ برا بھلا کہنے لگے۔

مزاروں کی بے حرمتی سے عوام بہت رنجیدہ ہوئے۔ اہل بغداد نے مسجدوں کی دیواروں پر متوکل کے نام گالیاں لکھیں۔ اور شعراء نے اس کی مذمت میں بکثرت ہجو نامے لکھے تھے۔

۲۴۴ھ میں متوکل نے اپنے لڑکوں کے استاد علامہ یعقوب بن سکیت کو قتل کرادیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ متوکل نے ایک دن اپنے لڑکے معزز اور مرید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں اچھے ہیں یا امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

علامہ یعقوب نے کہا ! ان سے تو حضرت علی کا غلام قنبرؓ ہی اچھا تھا۔ یہ سن کر متوکل نے اپنے ترکی ملازمین کو حکم دیا کہ یعقوب کو خوب کچلو یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

بعض کہتے ہیں کہ متوکل نے علامہ یعقوب کی زبان کھنچوا کر مار ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ متوکل ناصبی تھا۔

﴿تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۷۶﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ متوکل عباسی اور اس کا وزیر علی بن جہم ناصبی تھا۔ اور ناصبی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ان کی ذریت طاہرہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔

متوکل عباسی اور وزیر اد علی ابن
جہم نواصب است نواصب محض عداوت
امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ
الکریم و ذریت طاہرہ اور اشعار خود دارند

﴿فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۱۰۷﴾

بلاذری کا تعارف ہم زیادہ نہیں کرائیں گے۔ کیونکہ اس کا آقائے نعمت متوکل عباسی ہے۔ اور وہ اپنے لڑکوں کے استاد کی اس لیے گردن مار دیتا ہے کہ انہوں نے اس کے لڑکوں کو جناب حسین علیہ السلام سے اچھا نہیں کہا تھا۔

ان حالات میں بلاذری اہل بیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور
اولادِ علی کے متعلق کیا کچھ لکھ کر انعام حاصل کر سکتا تھا۔
اس کے متعلق فیصلہ قارئین خود کریں۔

بلاذری کا ایرانی نژاد ہونا تو اس بات کا غماز ہے کہ اسے شیعہ ہونا
چاہیے تھا مگر برا ہو ہوس ولا لُج کا وہ علو تو کیا کرتا اہل بیت کے معاملہ میں
انتہائی سرد مہری کرنے لگا۔

حالانکہ وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ علامہ واقفی کا شاگرد تھا۔ جن کو
خارجی اور نیم خارجی عموماً رافضی کہہ دیتے ہیں۔

مگر عباسی کی ڈھٹائی ہے کہ اُستاد کی روایات کو لائق اعتماد سمجھنے سے
پہلو تہی کرتا ہے۔ اور شاگرد کی کتابوں کو حرز جاں بنا رکھا ہے۔

ابن جریر کو اُن کے بھانجے کے حوالہ سے شیعہ قرار دینے والا فاطر
العقل انسان شاگرد کو اُستاد کے حوالہ سے رافضی کیوں نہیں کہتا۔

بہر حال خلیفہ متوکل ناصبی تھا اور اپنے حاشیہ برداروں کو بڑے
بڑے انعامات سے بھی نوازہ کرتا تھا۔ اس کا مال کھا کر بلاذری حرام نہیں کر
سکتا تھا۔ تاہم ہم بلاذری کی مختلف عبارتوں کو زیرِ بحث لا کر قارئین کو
بتائیں گے کہ عباسی نے اتنے بڑے ہمنوا کی عبارتوں میں بھی ہندوبنیوں کی
طرح ڈنڈی مارنے کے کیسے کیسے کرتب دکھائے ہیں۔ اور انہیں الفاظ پر اس
طویل مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

کیا یہ خلافت راشدہ ہے؟

خليفة راشد يا گمراه آمر

قارئین باب اول میں عباسی اور اُس کے چیلوں چانٹوں کی متحدہ د
ایسی تحریریں پڑھ چکے ہیں جن میں بڑی شدہ دمد اور پورے زور و شور سے
یزید پلید کے دور حکومت کو خلافت راشدہ ثابت کرنے کی کوشش کی
ہے۔ اور یزید پلید کو خلیفہ راشد ثابت کرنے کے لیے امیری چوٹی کا زور لگایا
ہے۔

بلکہ یہاں تک چالاکی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا گیا ہے کہ یزید کا دور
دورِ فاروقی ہے۔ اور اس کے لیے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ یزید نے ایک
دفعہ اپنے باپ کو کہا تھا کہ میں اپنی حکومت کے دورانِ فاروق اعظم رضی اللہ
عنه کی تقلید کروں گا۔ جس کے جواب میں اُس کے باپ نے کہا تھا ! کہ
میں تو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرزِ خلافت پر بھی عمل نہیں کر سکا اور تم
دورِ فاروقی کی بات کرتے ہو۔

اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ یزید نے چونکہ یہ کہا تھا کہ
میں سنتِ فاروق پر عمل کروں گا لہذا اس کا دور دورِ فاروقی ہے۔ یہ صرف
خارجیوں کا ہی حصہ ہے۔

اس کی مثال تو ایسے ہی ہے کہ آج کا کوئی شخص یہ اعلان کر دے کہ
میں بڑا ہو کر امام مہدی بنوں گا اور جب وہ بڑا ہو جائے تو اُس کے اعلان کے

مطابق اُسے امام مہدی ماننا پڑے گا۔

دیکھنا تو یہ ہے کہ یزید کے دورِ آمریت میں دورِ فاروقی کی کونسی جھلک نمایاں تھی۔ اور یزید میں ایسی کونسی خصلت تھی جو فاروقِ اعظم کے خصائل سے مشابہ تھی۔

(اور پھر حیرت کی بات تو یہ ہے، کہ امیر معاویہ تو خود اعتراف کرتے ہیں کہ میں تو دورِ عثمان کی بھی یاد تازہ نہیں کر سکا اور تم تقلیدِ فاروقی کے خواب دیکھ رہے ہو؟

مگر وکلاء بنو امیہ لوگوں کو یہ باور کرانے کوشش میں مصروف ہیں کہ یزید خلیفہ راشد تھا۔ اور اس کی خلافتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور پائیدار تھی۔ اور دورِ یزید دورِ فاروقِ اعظم سے مشابہ تھا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

حواریانِ یزید کا یہ صرف ایک تخیل ہے۔ ورنہ حقیقت سے تو اس شاخسانے کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ اور قطعی طور پر یہاں یہ مثال صادق آتی ہے کہ چہ نسبت خاکِ رابا عالمِ پاک

فیصلہ گن باب

اس فیصلہ گن باب میں ہمیں یزید کے متعلق انتہائی تفصیل میں جانا پڑے گا اس لیے کہ خواریان یزید نے تحقیق و تاریخ کے نام پر بہت بڑا گھپلا کر دیا ہے۔ اور اس کی نقاب کشائی اسی طرح ہو سکتی ہے۔ کہ اُن کی ایک ایک بددیانتی اور ایک ایک مفروضہ کو سامنے لا کر وضاحت کی جائے۔

جیسا کہ ہمارے قارئین اچھی طرح جان چکے ہیں۔ کہ صدیوں بعد یزید کی کھلم کھلا حمایت اور قصیدہ خوانی کا جنون سب سے پہلے ہمارے ملک میں نا محمود عباسی کو ہوا ہے۔ اور اُس نے اپنی رسوائی کا زمانہ کتاب کی بنیاد جن لوگوں کے افکار و آراء پر رکھی ہے اُن میں سرفہرست ابن تیمیہ کا نام ہے۔

اگرچہ اُس نے کچھ مواد بلا زری جیسے مخلوط الحواس اور ناصبیت زدہ مورخ اور ابو بکر ابن العربی جیسے فلسفی سے بھی حاصل کیا ہے۔

ہم نے ابتداء میں ہی قارئین پر یہ حقیقت واضح کر دی تھی۔ کہ باوجود اس کے مذکورہ بالا مجرموں نے اہانتِ اہل بیت اور حمایتِ یزید میں پورا پورا زور و قلم صرف کر دیا ہے۔

مگر عباسی نے جگہ جگہ پر اُن کے بھی کان گترنے کی کوشش کی ہے۔ اور ان متشددین کی عبارتوں میں بھی مبینہ طور پر قطع برید کر کے یزید

یلید کو خلیفہ راشد صحابہ کا امام اور خیر التابعین کے رُوپ میں پیش کیا ہے۔

اور اپنے طور پر وہ اس فرض سے بھی سبکدوش ہو چکا ہے کہ اب یزید کو فاروق ثانی ثابت کیا جا چکا ہے۔ لہذا اس کو خلیفہ راشد تسلیم کرنے میں کسی کو بھی تامل نہیں ہوگا۔

حالانکہ ایسا تصور صرف اسی وقت کیا جاسکتا ہے جب اُن تمام کتابوں کا وجود دنیا سے ختم کر دیا جاتا جن کی عبارات کو قطع برید کر کے یہ مفروضہ قائم کیا گیا ہے۔

عباسی وغیرہ کو چاہیے تھا کہ اپنی بات منوانے سے پہلے اپنے اُن مرد و عین کی تصانیف کا ایک ایک نسخہ تک نذر آتش کر دیتے جن کے مآخذ ضرورت کے مطابق نقل کر کے باقی کتاب کو نظر انداز کرنے کی جرأت بجا کا نہ کا مظاہرہ کیا گیا ہے

چونکہ ان لوگوں سے یہ بہت بڑی غلطی ہو چکی ہے کہ ان سے وہ ذخیرہ کتب ضائع نہ ہو سکا اور ایک اہل حقیقت فرضی افسانے کا رُوپ نہ دھار سکی۔

گواہی ابن تیمیہ کی

چنانچہ ہم سب سے پہلے عباسی وغیرہ کے امام اول ابن تیمیہ کی اسی کتاب منہاج السنۃ سے چند اقتباسات پیش کریں گے۔ جس پر عباسی

نے اپنی کتاب کا دار و مدار رکھا ہے۔

او قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ ابن تیمیہ اہل بیت رسول سے شدید عداوت اور یزید پلیدی کی واضح حمایت کے باوجود نہ تو یزید کو خلیفہ راشد تسلیم کرتا ہے۔ اور نہ ہی صالح اور متقی تسلیم کرتا ہے۔

بلکہ وہ ایسا گمان رکھنے والوں کو متعصب اور خارج از اہلسنت قرار دیتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

یزید خلیفہ راشد نہیں

یزید کے متعلق طرفین کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ ایک گروہ یہ اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ وہ صحابہ میں سے ہے۔ اور خلفائے راشدین و مہدیین سے ہے یہ انبیاء سے ہے۔ اور یہ تمام باطل ہیں۔ اور دوسرا گروہ اسے کافر و منافق اور مدینہ منورہ کے اور اُس کے اقارب اور بنو ہاشم کو کافر سمجھتا ہے۔ اور یہ دونوں قول قطعی باطل ہیں۔ متن ملاحظہ ہو!

الناس فی یزید طرفان و وسط قوم
یعتقدون انه من الصحابة او من خلفائے
الراشدين المہدیین او من الانبیاء و هذا کله
باطل

وقوم یعتقدون کا انه کافر، منافق فی

الباطن وانہ کان لہ قصد فی اخذ ثار کفار -
اقاربہ من اهل المدينة وبنی ہاشم وکلا
القولین باطل

﴿منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۴۷﴾

حجاج بن یوسف سے کم ظالم

اور یزید پر لعنت کرنے کے متعلق لکھا ہے کہ یزید پر لعنت کا قول
جیسا کہ اس کی مثل بادشاہ، خلیفوں اور دوسروں پر لعنت ہے۔ اور یزید اُن
سے بہتر ہے۔

اور مختار ثقفی امیر عراق سے لپٹتا ہے۔ کہ اس نے بظاہر قاتلان
حسین سے انتقام لیا اور کہتا تھا کہ میرے پاس جبریل آتے ہیں اور یزید بہتر
ہے۔

حجاج بن یوسف سے۔ کیونکہ بالاتفاق حجاج بن یوسف یزید سے
ظالم تھا۔

ان القول فی لعنہ یزید کا القول فی لعنہ
امثالہ من الملوک الخلفاء وغیرہم ویزید
خیر من غیرہ خیر من المختار ابی عبید
الثقفی امیر العراق الذی اظہر الا انتقام من
قتل الحسين فان هذا یرى ان جبریل یتبہ و
خیر من الحجاج بن یوسف فانہ اظلم من یزید

﴿منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۵۱﴾

امامت یزید کے قائل مسلمان نہیں

یزید کی امامت کے بارے میں ابن تیمیہ یوں رقم طراز ہے کہ !
بعض متعصب حد سے بڑھ جاتے ہیں اور یزید بن معاویہ کے
متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ امام ہے۔ اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں
اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خلفائے راشدین و مہدین میں سے ہے۔ جیسا
کہ ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اور مسلمانوں میں سے کسی ایک عالم کا بھی یہ عقیدہ نہیں۔ اور یہ
گروہوں کے بعض جاہلوں کا عقیدہ ہے۔ اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ”یزید
صحابہ اور خلفائے راشدین اور نبیوں میں سے تھا“

مگر اہل علم میں سے اُن جہلاء کا کسی نے بھی ساتھ نہیں دیا۔ متن یہ

ہے۔

و تَمَادَى بَعْضُهُمْ فِي التَّعَصُّبِ حَتَّى
اعْتَقَدُوا اِمَامَةَ يَزِيدِ بْنِ مَعَاوِيَةَ فَاِنْ ارَادَ بِذَلِكَ
اَنَّهُ اعْتَقَدَ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَالْاِئِمَّةِ
الْمُهْتَدِينَ كَابِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ
فَهَذَا لَمْ يَعْتَقِدْ اَحَدٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ

وان اعتقد مثل هذا بعض الجهال كما
 يحكى عن بعض الجهال من لا كرادو نحو
 هم انه يعتقد ان يزيد من الصحابه وعن
 بعضهم من الانبياء وبعضهم يعتقد انه
 من الخلفاء الراشدين والمهدين فهؤلاء
 بعضهم يعتقد ليوامن اهل العلم الذين
 يحكى قولهم وهم مع هذا الجهل

﴿منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۳۸﴾

امام احمد بن حنبل سے فراڈ

امام احمد بن حنبل سے جو فراڈ کیا ہے وہ پیش کرنے سے پہلے نامحمود
 عباسی کی کتاب خلافت معاویہ و یزید کا ایک ورق ہدیہ قارئین کر دینا
 ضروری سمجھتے ہیں۔

اس لیے کہ اس موقع پر اس کا بیان کر دینا نہایت اہم معلوم ہوتا
 ہے۔ اور اس کو سامنے رکھتے ہوئے سعد و مسائل روشنی میں آجائیں گے۔
 چنانچہ وہ ورق درج ذیل ہے۔

امیر یزید کو حکومت و سیاسی امور میں ہی حضرت فاروق

اعظم کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرز معاشرت میں بھی اُن کی پیروی

کرتے تھے۔

زندگی حد درجہ سادہ تھی۔ عام باشندوں کی طرح ان کا لباس سادہ ہوتا۔ حکومت کے طمطراق اور تزک شہنشاہی سے سخت متنفر تھے۔ لاکھوں روپیہ وظائف و ہدایہ کا دوسروں کو فراخ دلی سے دیتے مگر اپنی ذات پر معمولی خرچ کرتے۔

زہاد و عبادت کی مجالس میں شریک ہوتے۔ حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے زاہد صحابی سے بہت مانوس تھے۔ انہیں کو صاحبزادی کے نکاح کا پیام بھی دیا تھا۔

وہ یزید کو بہت پسند کرتے تھے۔ مگر اپنی بیٹی ایسے گھرانے میں

بیابنے کو تیار نہ تھے۔ جہاں کام کاج کے لیے خادمہ موجود ہو۔ پھر

انہوں نے اپنی بیٹی یزید ہی کے ایک ہم جلیس کے عقد میں دے

دی۔ امیر یزید کے یہ ہم جلیس ضعیف المسلمین یعنی غریب مسلمانوں

میں سے تھے۔ اور انہوں نے امیر یزید سے اجازت بھی لی تھی۔ کہ

آپ کو تو انکار ہو گیا۔ اب میں پیام دوں

﴿ کتاب الزہد امام احمد بن حنبل ص ۱۴۴ ﴾

مندرجہ بالا تحریر کتاب خلافت معاویہ و یزید کے صفحہ ۶۴ پر درج

ہے۔ اس سے پہلے یزید اور اُس کے باپ کا وہ مقالہ البدایہ والنہایہ کے

حوالہ سے درج ہے۔ جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یزید نے کہا تھا کہ میں

فارس اعظم کی بیوی میں جس سے چلاؤں گا۔ اس عبارت کو تو ہم آئندہ

اوراق میں زیر بحث لائیں گے۔ مگر یہاں تو اس عبارت کی نقل پر عباسی کی شاطری کی داد دیے کو دل چاہتا ہے۔ جو اس نے کتاب الزہد کے حوالہ سے پیش کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب الزہد کے نام سے ایک مشہور کتاب موجود ہے۔ اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کے متعلق روایات جمع کی گئی ہیں۔

مگر اس مقدس طائفہ میں یزید پلید کا ذکر آ جانا بھی ایسے ہی ہے جیسے آفتاب نے بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہونا شروع کر دیا ہو۔ اس لیے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تو وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے یزید پلید کے تمام کرتوتوں کا مکمل طور پر جائزہ لینے کے بعد یہ فتویٰ صادر فرمایا تھا کہ یزید کے فلاں فلاں افعال گفریہ ہیں۔ اور اس پر تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لعنت کی ہے۔ کیونکہ ان ہی افعال کے مرتکب پر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے لعنت فرمائی ہے۔

اور یہ کس قدر تحقیر کی بات ہے۔ کہ وہی امام احمد بن حنبل یزید ملعون کا ذکر زہاد و عباد صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین میں کرتے ہیں۔

یہ عباسی کی شاطرانہ ذہنیت کی انتہا ہے۔ کہ پہلے البدایہ والنہایہ سے ایک مقالہ درج کر دیا۔ کہ یزید نے سیرت فاروقی پر عمل کرنے کا دعویٰ کیا تھا

اور پھر ایک ایسی عبارت پیش کر دی جس سے ثابت ہو جائے کہ وہ عابد و زاہد صحابہ کرام کی مجلس میں بیٹھتا تھا اور طرز معاشرت اور طرز حکومت کو پورے طور پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق اپنا رکھتا تھا۔

کمال تو یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو باریک اور قیمتی لباس پہننے کی وجہ سے جناب فاروق اعظم اُن کو عرب کا کسریٰ کہا کرتے تھے۔ مگر یزید پلید جو ناز و نعم میں پل کر جوان ہوا وہ سادہ لباس پہنتا تھا۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خُدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

یزید پلید اور سیدنا فاروق اعظم کی طرز معاشرت کا ایک جیسا ہونا ایک انہونی بات ہے۔ اور اس انہونی بات کو حقیقت بنا کر پیش کرنا عباسی جیسے مطلق العنان محقق کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

دراصل عباسی نے اس قول پر عمل کرنے کی قسم کھا رکھی ہے کہ جھوٹ اس قدر تیزی اور اعتماد سے بولو کہ لوگ اُسے سچ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کتاب الزہد میں یزید پلید کا ذکر نہ کبھی تھا اور نہ اب

ہے۔

حالانکہ دوسرے صفحے پر ہی ابو بکر ابن عربی کے حوالے سے عباسی

نے یزید کا مزید قصیدہ بھی بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن عربی مذکور کے زمانہ میں یہ عبارت اس کتاب میں موجود تھی مگر اب نہیں ہے۔
حالانکہ یہ سارے کا سارا شاخسانہ ایک کھلا فراڈ اور کذب صریح ہے۔

ابو دردا صحابی اور یزید

عباسی نے کتاب الزہد کے حوالہ سے بتایا ہے کہ ابو درداء صحابی رسول یزید سے بڑے مانوس تھے۔ اور یزید نے اُن سے لڑکی کا رشتہ مانگا تو اُنہوں نے بایں وجہ انکار کر دیا کہ تمہارے گھر میں خادمہ موجود ہے۔ اس لیے یہ رشتہ تجھے نہیں دوں گا۔ اور پھر یزید ہی کے ایک ہم جلیس اور غریب مسلمان سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دیا۔

مگر قارئین یہ جان کر یقیناً چونک اٹھیں گے کہ جب سیدنا حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو اس وقت یزید پلید یا تو پیدا ہونے کی تیاری کر رہا تھا یا بمشکل تمام پیدا ہو کر اپنی ماں کے پستانوں سے چمٹا ہوا تھا۔ اس حالت میں شادیوں کے پیغام دیوانے عباسی جیسے شاطر ہی کو زیب دیتا ہے۔

سیدنا ابو درداءؓ یگانہ روزگار زہاد صحابہ میں سے تھے۔ آپ سے بیشمار روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ آپ بلاشبہ بہت برے عالم و

فاضل تھے۔ اور آپ کا وصال مبارک بھی دمشق میں ہی ہوا۔ مگر آپ کا وصال خلافت حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ۳۱ھ یا ۳۲ھ نہ ہو گیا تھا۔ جب کہ یہی زمانہ یزید پلید کی شیرخوارگی کا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

ومات ابو درداء سنة اثنتين وثلاثين
بدمشق وقيل سنة احدى وثلاثين ويأتي ذكره
في الكنى باكثر هذا.

﴿الاستيعاب جلد سوم ص ۱۸﴾

اور ابو درداء ۳۲ھ ہجری میں اور بقول بعض ۳۱ھ میں دمشق میں فوت ہوئے۔ اور اپنی اسی کنیت سے ہی اکثر یاد کیئے جاتے ہیں۔ الاستيعاب میں ہی دوسری روایت ہے کہ آپ حضرت عثمان کی شہادت سے دو سال قبل فوت ہوئے۔

فمات قبل قتل عثمان رضی اللہ عنہ

بستين

﴿الاستيعاب جلد سوم ص ۱۷﴾

تجرید بخاری میں اسمائے رجال کے باب میں ہے ابو درداء ان کی کنیت ہی زیادہ تر مشہور ہے۔ درداء آپ کی بیٹی کا نام تھا۔ یہ بڑے دانا اور عالم اور لائق حکیم تھے۔ شام کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ لیکن دمشق میں ۳۲ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

﴿تجرید البخاری صفحہ ۱۱﴾

الاصابه فی تمیز الصحابه میں علامہ حجر ابن عسقلانی بھی یہی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا وصال خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوا۔

ابو درداء مشہور بکینیۃ مات ابو درداء
 وکعب الاحبار لسنتین بقیۃ من خلافة
 عثمان وقال الواقدی وجماعة مات سنة اثنتين
 وثلاثين والاصح عند اصحاب الحديث انه
 مات فی خلافته عثمان

﴿الاصابه جلد سوم ص 46﴾

اگر ہم چاہیں تو حضرت ابو درداء کی وفات مبارکہ کے متعلق دیگر بھی بے شمار کتب معتبرہ کے حوالے پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بے مقصد سی بات ہوگی۔ کیونکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ آپ کی وفات ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں ہوئی۔ اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔

اور تقریباً یہی زمانہ یزید پلید کی شیر خوارگی کا زمانہ ہے لہذا یہ قطعاً طور پر غلط ہے کہ اس کی ملاقات حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور وہ آپ کی مجلس میں بیٹھتا تھا۔ اور یہ کہ اس نے آپ سے رشتہ مانگا تھا۔ اور آپ نے اس کے ایک مصاحب سے اپنی لڑکی کو بیاہ دیا۔

دھوکا کیسے دیا

رس ہم قارئین کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی عبارت کو نامحمود عباسی نے یزید پلید کے حق میں استعمال کرتے وقت کس بددیانتی سے کام لیتے ہوئے جرم خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ کتاب الزہد میں جس یزید کا ذکر جناب امام احمد بن حنبل نے کیا ہے۔ وہ یزید بن معاویہ نہیں بلکہ یزید بن ابوسفیان ہے۔

اور یہ یزید معاویہ کے بھائی ہیں بیٹے نہیں۔ اور یہی والئی شام تھے۔ نہایت دین دار پاکیزہ خصلت اور صالح تھے۔

ان کی وفات طاعون کی وجہ سے ہوئی۔ اور انہوں نے اپنے بعد امیر معاویہ کو اپنا قائم مقام بنایا جسے مرکز نے منظور کر لیا اور امیر معاویہ کو باقاعدہ طور پر عہد فاروقی میں شام کا گورنر بنا دیا گیا۔

بعض خوارج نے عباسی سے پہلے بھی یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اور یزید بن ابوسفیان کے تذکرے میں آنے والی عبارت کو یزید بن معاویہ کے نام منسوب کرنے کی کوشش کی جس سے قاضی ابوبکر ابن العربی جیسے فلسفی نے بھی متاثر ہو کر یزید پلید کو صالح اور متقی بنا کر رکھ دیا۔

یزید بن ابوسفیان اور اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ہی دور میں دمشق میں آ کر رہائش پذیر ہوئے۔ بلکہ یزید بن ابوسفیان کی غیر

موجودگی میں حضرت ابو درداء قائم مقام ہوتے۔ ان دونوں حضرات کے آپس میں اسی طرح کے مراسم تھے جس طرح دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تھے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید بن ابوسفیان سے بھی زیادہ متقی اور پرہیزگار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ انہیں دینے سے انکار کر دیا اور برملا کہہ دیا کہ تمہارے گھر میں خادمہ کا ہونا ہماری سادگی اور تقویٰ کے خلاف ہے۔

(الحق سے پہلے کہ ہم اس امر کے دیگر شواہد پیش کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یزید بن ابوسفیان کے فوت ہونے کا زمانہ بھی بتا دیا جائے۔ چنانچہ لکھا ہے!

یزید بن ابوسفیان بن حرب تمام بنی ابوسفیان سے افضل تھے۔ اور ان کے بعد ان کے بھائی معاویہ حاکم ہوئے۔ اور وہ بوجہ طاعون ۱۹ھ میں فوت ہوئے۔

یزید بن ابوسفیان بن حرب بن امیة کان من
افضل بنی ابی سفیان ومات یزید فاستخلف
اخاه معاویة وکان موت هولاء کلہم فی
طاعون عمواس سنة ثمان عشر

الاستعیاب جلد سوم ص ۶۱۳ الاصابہ سوم ص ۶۱۹

گواہی اپنے باوا کی تو مانو

اب ہم عباسی کے امام برحق ابن تیمیہ کی چند تحریریں پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہو جائے گا کہ جاہل لوگ پہلے بھی یزید بن ابوسفیان اور یزید بن معاویہ کے نام ایک جیسے ہونے کی وجہ سے دھوکا دیا کرتے تھے اور دھوکا کھایا بھی کرتے تھے۔

مگر اس سے عباسی کا دھوکا کھانا ثابت نہیں کیا جاسکے گا۔ کیونکہ اس نے دھوکا کھایا نہیں بلکہ مبتدئہ طور پر دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ یقینی طور پر کتاب الزہد کی اصل عبارت پیش کرتا۔ کیونکہ وہ اپنا استدلال پوری کتاب میں عربی متن کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ عبارات کانٹ چھانٹ کر لکھی گئی ہوں۔ بہر حال اس مسئلہ میں ابن تیمیہ سے ملاقات کریں۔

لکھا ہے کہ !

یزید بن ابوسفیان شام کو فتح کرنے والے امرأ سے ایک ہیں۔ اور بہترین صحابہ میں سے تھے۔ اور وہ صالح شخص تھے اور اپنے بھائی ﴿ امیر معاویہ ﴾ اور اپنے باپ ﴿ ابوسفیان ﴾ سے افضل تھے۔

اور وہ یزید بن معاویہ نہیں جو امیر معاویہ کے بعد ان کا ولی عہد ہوا۔ کیونکہ حضرت عثمان کی خلافت کے زمانہ میں پیدا ہوا اور ہرگز صحابہ میں

سے نہیں تھا۔ چونکہ اس کا نام اپنے اپنے بچا کے نام پر تھا لہذا جاہلوں کے ٹولے نے یہ گمان کر لیا کہ یہ یزید صحابہ سے ہے۔

پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ یزید کا جو بچا یزید تھا وہ صالح شخص تھا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوا۔ متن ملاحظہ ہو۔

كان قد ولي اخاه يزيد بن ابي سفيان احد الا
مرء في فتح الشام وكان من خيار الصحابة
رجلاً صالحاً افضل من اخيه وابيه ليس هو
يزيد بن معاوية الذي تولى بعد معاوية
الخلافة فان ذاك ولا في خلافت عثمان لم
يكن من الصحابة ولكن سمي باسم عمه فطا
ئفة لجهال يظنون يزيد هذا من الصحابة الخ
وعمه يزيد الرجل الصالح هو من الصحابة
توفي في خلافت عمر

﴿منہاج السنۃ جلد چہارم ص ۱۷۹﴾

پھر ابن تیمیہ نے اس امر کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ!

معاویہ کا بھائی یزید اس سے افضل ہے اور بعض جہلا کا خیال ہے کہ

یہ یزید ہے جو معاویہ کے بعد ولی عہد ہوا تھا اور جس کے زمانہ میں ﴿امام﴾

حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا اور گمان کر لیا کہ یہ صحابہ سے ہے یہ واضح

جہالت ہے یہ یزید خلافت عثمان میں پیدا ہوا مگر جو اس کا بچا یزید تھا وہ صالح

شخص تھا۔

واخوه يزيد افضل منه وبعض الجاهل ان يز
يد هذا هو يزيد بن معاوية من الصحابة وهذا
اجهل ظاهراً فام يزيد بن معاوية ولد في خلا
فة عثمان واما يزيد هذا عمه فرجل صالح

❖ منہاج السنۃ جلد دوم ص ۶۱۷ ❖

اما مت یزید کی

رب آپ یزید کو خلیفہ راشد اور صحابہ کرام کا امام و رہبر کہنے والوں
اور اس کی آمرانہ حکومت کو خلافت راشدہ کے نام سے موسوم کرنے والوں
کے متعلق ابن تیمیہ کا ہی ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے!

علمائے اہل سنت ہرگز یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ یزید کی مثال خلفائے
راشدین اور ائمہ ہدایت سے دی جائے جیسا کہ ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضی
اللہ عنہم ہیں بلکہ اہل سنت کا عقیدہ اس حدیث پر ہے کہ خلافت بالنبوت تیس
سال کے عرصہ تک کے لئے ہے اس کے بعد ملوکیت ہے اور امانت یزید کے
متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ جمہور مسلمانوں کا بادشاہ تھا اور ان کے زمانہ
میں ان کا صاحب تلوار خلیفہ تھا اور اس کی مثال وہی ہے جو خلفائے بنو امیہ
اور خلفائے بنو عباس کی ہے۔

متن ملاحظہ ہو۔

واما علماء السنة الذین لهم قول یحکی فلیس

فيهم من يعتد أن يزيد أمثاله من الخلفاء الر
شيديين والائمة المهتدين كابي بكر وعمر و
عمان وعلى رضى الله عنهم بل اهل السنة
يقولون بالحديث الذي في السنن خلافة با
لسنوية ثلاثون سنة ثم تصير ملكا وان أراد
اعتقاد هم امامة يزيد انهم يعتقدون ان ملك
جمهور المسلمين وخليقهم في زمانهم صا
حب السيف كما كان امثاله من خلفاء بني
امية وبني العباس.

﴿منهاج السنة جلد دوم ص ۲۳۸﴾

رس تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ایک ایسے شخص کے تاثرات
ہیں جس نے اپنی ہزاروں صفحات کی کتاب محض شان اہل بیت میں آنے
والی روایت کو واہی اور لغو ثابت کرنے اور ہر ممکن حد تک یزید وغیرہ کی
جمانت میں تیار کر رکھی ہے۔

مگر موجودہ دور کے خارجیوں نے تو اس کی بھی ٹانگ توڑ کر رکھ دی
ہے اور ایسی ایسی تحقیقی بوقلمونیاں اور تاریخی کذب سرائیاں کی ہیں کہ ان کے
اس امام کو بھی پسینہ آ گیا جس کی تحریروں نے انہیں اس طرف متوجہ کیا کہ
خاندان مصطفیٰ سے دشمنی رکھنے کا جواز بھی موجود ہے۔

بہر حال ابن تیمیہ کا یہ بیان اس کے ہونہار روحانی شاگردوں

کے منہ پر ایک گرم چپت سے کسی طرح کم نہیں جو اپنے استاد کے بھی کان کترتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ یزید خلیفہ راشد صحابہ کا امام صحابہ کی آنکھ کا تارا خیر الہا یعنی سنت فاروقی کا پیر و کار سادہ زندگی بسر کرنے والا عابد و زاہد نہایت صالح اور پرہیزگار متقی محدث اور مجاہد اعظم تھا وغیرہ وغیرہ۔

اور اس کی خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی مثال ہی نہیں بلکہ اس سے بدرجہا بہتر تھی۔

حالانکہ ان کا امام اول و آخر ابن تیمیہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اس کی خلافت کی مثال حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے دی جائے اور اس کی خلافت کو خلافت راشدہ کے نام سے موسوم کیا جائے کیونکہ حضرت علی کی خلافت خلافت علی منہاج نبوت ہے جبکہ یزید کا دور حکومت بنو امیہ اور بنو عباس کی خلافت کی طرز کا ہے اور ابن تیمیہ نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ یزید کی خلافت کی مثال خلافت راشدہ کے ساتھ علمائے اسلام میں سے کسی نے بھی نہیں دی اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ وہ یزید جو اس یزید کا بچا ہے وہ صالح اور پرہیزگار ہے وہ نہیں اور اس کے برعکس جو کچھ بھی یزید کی شان بیان کی جاتا ہے وہ جاہلوں کے ٹولے کی اختراع ہے۔

بلکہ ابن تیمیہ نے تو یہاں تک بھی لکھ دیا ہے کہ یزید پر اس طرح لعنت کی جا سکتی ہے کہ نہیں جس طرح مختار ثقفی اور حجاج بن یوسف وغیرہ

کے متعلق کہا جاتا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ وہ ان دونوں سے اچھا تھا اور حجاج بن یوسف سے کم ظالم تھا مگر تھا اسی ٹولے کا۔

مگر ہمارے دور کے ابن تیمیہ نواز اور یزید پلید کے میرنشی اس حد تک تجاوز کر چکے ہیں کہ اسی یزید پلید کو پیدا کتنی جنتی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا امام اور امیر ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان لوگوں کے دل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیا عزت ہے اور ان کی نگاہوں میں اس مقدس طائفہ کا کیا مقام ہے جسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیضان نبوت سے فیض یاب فرمایا تھا۔

جو ایک ایسے شخص کو جس کا ظلم و ستم اور فسق و فجور اظہر من الشمس ہے ان لوگوں کا ماننا نے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

بیعت خلافت اور اطاعت امیر

عباسی وغیرہ نے سینکڑوں صفحات اس مسئلہ کی وضاحت میں بھی سیاہ کر رکھے ہیں کہ یزید خلیفہ برحق تھا اور اس کی اطاعت امام حسین علیہ السلام کے لئے ضروری تھی۔ اور اس کے خلاف امام حسین علیہ السلام کا خروج خلیفہ وقت سے بغاوت اور اسلام میں انتشار و افتراق کا موجب تھا۔

اور اس مفروضہ کے سہارے امام حسین علیہ السلام کی شان اقدس میں ان لوگوں نے کسی بڑی سے بڑی گستاخی سے بھی گریز نہیں کیا۔

علم اس ضمن میں متعدد دلائل آئندہ باب تصویر حسین میں پیش کریں گے اور ثابت کریں گے کہ عباسی وغیرہ کا یہ مفروضہ کہ بعیت یزید نہ کرنے کی وجہ سے امام حسینؑ خلافتِ اسلامیہ کے باغی تھے۔ غلط بھی ہے اور حقیقت کے خلاف بھی۔

اور یہاں پر بھی چند باتیں ہدیہ قارئین کرتے ہیں جن سے ثابت ہو جائے گا کہ یزید کی اطاعت کرنا ضروری تھا یا اس کے بیچے استبداد سے اسلام کی پھڑکتی ہوئی روح کو آزاد کرانا ضروری تھا۔

اس سے پہلے کہ ہم اپنا موقف پیش کریں۔ عباسی کے چند بنیادی دلائل آپ کے سامنے دوبارہ لائے جاتے ہیں تاکہ ہر بات آسانی سے سمجھ آ جائے۔

چنانچہ ان لوگوں کی وہ عبارتیں پیش خدمت ہیں جن کی زور سے یزید خلیفہ برحق اور امام حسین علیہ السلام باغی قرار پاتے ہیں۔۔۔ عباسی نے لکھا ہے!

سزا خروج کرنے والے کی

شوریٰ فی الامر سے مملکتِ اسلامیہ کی بنیادیں استوار ہوئیں۔ اللہ

اور رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ امیرؓ اولی الامرؓ کی اطاعت واجب کی گئی۔ فرمانِ یزیدی ہے

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول

و اولى الامر منكم

بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! حکم مانو اطاعت کرو خواہ تم پر ایک حبشی غلام جس کا سر کشمش جیسا ہو حاکم ہو جائے۔

صحیح مسلم میں بھی یہ فرمان نبوی موجود ہے کہ میرے ظلیل نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ حکم مانو اور اطاعت کرو اگرچہ وہ (یعنی امیر) حبشی غلام ہو جس کے سر پر بال نہ ہوں۔

حضرت ابو ذرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان اس وقت لوگوں کے سامنے بیان کیا تھا جب مقدین نے حضرت عثمان ذوالنورین کے خلاف فتنہ پھا کرنے کی ابتداء کی تھی۔

شارع علیہ السلام نے امت کو فتنہ و فساد سے محفوظ اور امت مسلمہ کے اتحاد و اختلال و انتشار سے مصون و مامون رکھنے کے لیے امیر المؤمنین کے خلاف خروج و مخالفت کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا !

جو شخص امیر میں کوئی برائی دیکھے اور اس سے ناگواری محسوس کرے تو اُسے صبر سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ جو شخص باشت بھر جماعت سے باہر ہوا

اور مرگیا جاہلیت کی موت مرا۔

حضرت عرفیہؓ سے یہ قول مروی ہے کہ میں نے سے یہ قول مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ عنقریب فتنے ہوں گے اور بڑے فتنے اگر کوئی اس امت کے سیاسی نظام میں اختلال پیدا کرنا چاہے اور امت متفق ہو چکی ہو۔ تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دو خواہ کوئی ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس بحث پر دیگر متعدد اقوال نقل کر کے احکام شریعت کی ان الفاظ میں وضاحت کی ہے۔

چوں بیعت برائے شخصے منعقد شود و تسلط او

مستقر گشت اگر دیگرے بروئے خروج نماید و قتل کند

اورای باید گشت افضل باشد از دے یا مساوی یا

مفضول۔

﴿ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۳۸﴾

یعنی جب کسی شخص کی بیعت منعقد ہو جائے اور اسکی حکومت قائم ہو جائے پھر اگر کوئی دوسرا شخص اس پر خروج کرے اور اس سے قتال کرے تو چاہیے کہ اس دوسرے کو قتل کر دیں خواہ وہ افضل ہو مساوی یا کم تر۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر دو خلفاء کے لئے بیعت ہو جائے تو ان میں سے آخری شخص کو قتل کر دو۔

شمارع علیہ السلام کے ارشادات سے سنجو بی واضح ہے کہ جب کسی شخص کو امت پر اپنا حاکم اور امیر تسلیم کر لے یعنی بھاری اکثریت کا تعاون اس کو حاصل ہو جائے اس حقوق کی پاسداری اور اطاعت واجب ہو جاتی ہے سوائے کفر بواح (ارتداد) کے اور کسی صورت میں اس کے خلاف خروج جائز نہیں۔

حضرت جنادہ بن امیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ عبادہ بن صامت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب فرما کر ہم سے جن امور پر بیعت لی اس میں امیر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا بھی تھا اگرچہ وہ ہمیں پسند ہوں یا نہ ہوں اس پر عمل ضروری ہے اور اس کے لئے ہمیں کچھ بھی قربان کرنا کیوں نہ پڑے اور یہ حکومت کے بارے میں سراققتاء شخص سے ہم بھگڑانہ کریں جب تک کہ اس سے کھلا کفر ظاہر نہ ہو جو اس کے خلاف خروج کو جائز کر دے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی قطعی دلیل موجود ہو۔

مسلمانان عالم کی عظیم ترین اکثریت امام اعظم ابوحنیفہ کے اجتہاد و مذہب پر رہی ہے اور اس اکثریت اور سواد اعظم کا اپنے امام کی پیروی میں ہمیشہ یہی نظریہ ہے کہ لا نری السخروج علی الاثمۃ ولو جاروا یعنی ہم حاکمان دقت کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم کریں یہی اجتہاد اور مذہب تمام آئمہ مجتہدین کا ہے امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن

ضنبل کا بھی یہی مسلک تھا جو ان بزرگوں کے عمل سے بخوبی واضح ہے اور امام ابن تیمیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا اہل سنت کے مذہب و مسلک میں یہ بات مشہور ہے کہ حاکمان وقت کے خلاف خروج کرنے اور ان کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ ظلم کریں۔

اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث صحیحہ مستفیضہ دلالت کرتی ہیں کیوں کہ حاکمان وقت سے جنگ و جدل کرنے کا فساد و فتنہ اس فساد سے کہیں بڑھ کر ہے جو بغیر قتال کے ان کے ظلم کی وجہ سے پیدا ہو۔

امام احمد ضنبل امام شافعی کے شاگرد تھے اور وہ امام مالک کے۔ امام احمد کے مندرجہ ذیل قول سے ان شیوخ کے مسلک کی بھی تشریح ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح جملہ ائمہ اہل سنت و الجماعت کا مسلک ہو پیدا ہوتا ہے۔ امام محمد خلفاء کی اطاعت کے وجوب اور ان کے خلاف خروج کی ممانعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :- امام وقت اور خلیفہ قائم کی اطاعت خواہ وہ فاسق و فاجر ہو یا نیکو کار اور پرہیزگار واجب ہے وہ جب مستبد خلافت پر اس طرح متمکن ہو یا ہو کہ لوگ اس کی امامت پر جمع ہو گئے ہوں اور اس سے راضی ہوں یا بزور شمشیر وہ خلیفہ بن بیٹھا ہو اور لوگ اسے امیر المؤمنین کہنے لگے ہوں کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان آئمہ خلفاء پر طعن کرے یا اس بارے میں منازعت کرے جس نے امام المسلمین کے خلاف

خروج کیا ہو جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت ماننے لگے ہوں خواہ یہ اقرار پر ضار و غربت ہو یا یہ جبر و اکراہ تو اس شخص نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کے خلاف کیا اور اس خروج کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔

﴿حیات احمد بن حنبل ص ۲۳۶ مناقب ابن الجوزی﴾
 حضرت حسین علیہ السلام کی یہ سعادت کبریٰ ہے کہ آپ نے رجوع کر کے خروج عن الجماعت کے شر سے اپنے آپ کو بچالیا۔
 ﴿خلافت معاد یہ ویزید ص ۷۷ تا ۸۳﴾

اگر یہ درست ہے

یزید پلید کے اس دور کے سب سے بڑے وکیل نامحمود عباسی کی طویل ترین عبارت قارئین کی خدمت میں من و عن پیش کر دی گئی ہے۔ تمام تراستدلال پیش کرنے کے بعد عباسی نے یہ ایک جملہ بھی لکھ دیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے آخر پر اپنے موقف سے رجوع کر کے خود کو جماعت سے نکل جانے کے شر سے بچالیا اور یہ ان کی عظیم سعادت ہے۔

اور اس رجوع کے بارے میں اس نے یہ روایت پیش کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے یزیدی فوجوں کو کہا تھا کہ میرے ساتھ لڑائی نہ کرو

مجھے یزید کے پاس بھیج دو تا کہ میں اس کی بیعت کر لوں۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۲۰۲﴾

عباسی کی اب تک پیش کی بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق امام حسین علیہ السلام کا یزید کے خلاف خروج ناجائز تھا امت مسلمہ میں شراکین اور فتنہ خیزی کے مترادف تھا اور ایسا جرم تھا جس کی سزا گردن اڑا دینا ہے اور اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

اور یہی عقیدہ احمد ذہاب امام اعظم امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اعظم کے شاگرد امام محمد رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے اور یہی بات ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ نے کہی ہے مگر ہوا یہ کہ امام حسین علیہ السلام نے بجائے تختِ خلافت ملنے کے جب موت کو سر پر مسلط دیکھا تو امام وقت یزید کی بیعت کیلئے اظہارِ رضامندی کر دیا۔

اگر عباسی نے یہی بات لوگوں کو بتانا تھی تو اس کے لیے صرف یہی مضمون کافی تھا۔ جو ہم نے اس کی کتاب کے صرف چھ صفحات سے نقل کیا ہے۔

مگر ہوا یہ کہ اس نے بجائے چھ صفحات کے چھ صد صفحات کے قریب لکھ مارے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر شہبازی ریسرچ کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے اپنے باغیانہ خروج سے رجوع کر لیا تھا تو پھر ان کی شان میں گستاخیاں کرنے کے لیے سینکڑوں صفحات سیاہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ یہ کہہ دینا ہی کافی نہ تھا کہ اگر یزید فاسق و فاجر ثابت ہو جائے تو جب بھی امام حسین علیہ السلام کو اُس کے خلاف خروج نہیں کرنا چاہیے تھا۔

مگر تم نے تو یزید پلید کی شان میں وہ روایات بھی درج کر رکھی ہیں جو جلیل القدر صحابہ کے حق میں آئی ہیں۔ اور اُس کی شان و عظمت میں وہ قصیدے لکھے ہیں جو تم جیسوں نے کسی صحابی کے لیے بھی نہیں لکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا یزید کی بیعت کو قبول کر لینے کا شوشہ بھی تم نے محض اس لیے چھوڑا ہے کہ شہزادہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور سر بلندی پر اپنا آخری مکروہ وار بھی کر لو۔

ورنہ تم نے تو ہر وہ روایت جو فتنہ گروں اور باغیوں کے متعلق آئی ہے امام عالی مقام پر براہ راست چسپاں کر رکھی ہے۔ اور اس کا تم متعدد مقامات پر اپنی کتاب میں اظہار کر چکے ہو اور پھر سادات بنو امیہ جیسی رسوائے عالم کتاب جس پر تم نے مہر تقریظ ثبت کر رکھی ہے اس میں ان تمام تر روایات کا مصداق امام حسین کو ہی ثابت کیا گیا ہے۔ جنہیں ہم باب اول میں پیش کر چکے ہیں۔

بہر حال تمہاری اس بات کو ہی تمہارا عقیدہ متصور کر لیا جائے تو جب بھی زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اگر بیعت یزید قبول نہ کرتے تو آپ بہت بڑے فتنہ گروں، فساد یوں اور واجب القتل لوگوں سے ہوتے۔ ان کی موت جاہلیت کی موت ہوتی اور ان کی سزا جہنم ہوتی۔ معاذ اللہ

اور ہم تمہاری اطلاع کے لیے بتائے دیتے ہیں کہ شہزادہ گلگلوں قباء نواسہ رسول سیدنا امام حسین علیہ السلام نے ہرگز ہرگز ملعون و مقہور یزید پلید لعنہ اللہ علیہ کی بیعت قبول کر لینے کا ارشاد نہیں فرمایا اور تم لوگ قیامت تک کسی معتبر کتاب سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ آپ نے بیعت یزید کر لینے کا ارشاد فرمایا ہے۔

اس کے متعلق ہم آئندہ اوراق میں بڑی وضاحت سے بتائیں گے کہ یہ شوشہ تم نے کیسے اور کہاں سے حاصل کیا اور اس کی تاریخی اور شرعی حیثیت کیا ہے۔

جبکہ یہ قطعی طور پر آخری بات ہے کہ امام عالی مقام نے بیعت یزید قبول نہیں کی تو پھر ظاہر ہے کہ آپ ان تمام تر شرعی تعویبات کے مستحق ہیں جو تم ایک باغی امامت کے لیے احادیث رسول اور ائمہ کے اقوال کی صورت میں پیش کر چکے ہو۔

اگر امام حسین کا خروج غیر شرعی تھا

اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر تمہارے زعم میں امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کا خروج غیر شرعی تھا اور منشاء رسالت کے خلاف ہے تو ان روایات کا کیا بنے گا جن میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسینؑ کو جنت کے جوائنوں کا سردار اور اپنا پھول کہا ہے۔ اور یہ تک فرما رکھا ہے کہ میں حسین سے ہوں اور حسین مجھ سے ہے وغیرہ وغیرہ

(۱) اگر یہ درست ہے کہ امام حسین علیہ السلام خلافت اسلامیہ کے

باغی تھے اور یزید کے خلاف خروج ناجائز تھا

تو امام اعظمؒ نے یزید کے اسلام کے بارے میں سکوت کیوں

فرمایا۔ ؟

امام احمد بن حنبلہؒ نے اُسے کافر اور لعنتی کیوں قرار دیا ؟

امام شافعیؒ نے امام حسین علیہ السلام اور تمام اہل بیت کے قہیدے

کیوں لکھے ؟

امام مالکؒ نے امام حسین کی شان میں روایات کیوں بیان کیں اور

امام محمد نے اپنے استاذیٰ مکرم کی تقلید میں یزید کے ایمان میں توقف کیوں

کیا ؟

تم نے ائمہ اسلام کے اسمائے گرامی تو استعمال کر لیے کاش اُن کا

عقیدہ بھی لکھ دیتے۔ وہ عقیدہ جو وہ امام حسین علیہ السلام اور یزید کے بارہ
میں وہ رکھتے ہیں۔

علمِ صحیحہ آئندہ اوراق میں بتائیں گے کہ سیدنا امام اعظمؑ نے ایسے
ہی ایک خلیفہ کے خلاف خروج کو حج کے ثواب سے افضل قرار دیا تھا۔ اور
دیگر ائمہ کرام کی تحریروں سے امام حسین علیہ السلام اور یزید کا تعارف پیش
کریں گے۔ اور واقعہ کربلا کی شرعی حیثیت بھی پیش کریں گے۔
فالحال تم اپنے امام برحق ابن تیمیہ کی چند تحریروں ملاحظہ کرو جن سے
واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔

کہ امام علیہ السلام کا یزید کی خلافت کو تسلیم نہ کرنا امت کے لیے ہر
گز افتراق و انتشار نہیں اور ان میں سے کوئی ایک روایت بھی امام حسین علیہ
السلام پر چسپاں نہیں ہو سکتی جن میں امیر اور خلیفہ کے خلاف خروج کرنے
والے باغیوں کی مذمت کی گئی ہے۔

اللہ تمہاری اس بددیانتی سے بھی قارئین کو آگاہ کر دیتے ہیں کہ تم نے
منہاج السنہ کی جس عبارت کو اپنے حق میں پیش کیا ہے اسی عبارت کا وہ حصہ قلم
انداز کر گئے ہو جس میں بتایا گیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے امت میں تفرقہ
اندازی نہیں کی اور ان روایات کا آپ کی ذات پر اطلاق نہیں ہونا اور تم نے اپنی
اس بے ایمانی پر پردہ ڈالنے کے لیے کتاب کا صفحہ وغیرہ بھی نہیں لکھا۔

ابن تیمیہ

بھی

شیعہ ہو گیا

بہر حال تمہاری پیش کردہ روایات نقل کرنے کے بعد تمہارا امام اول
 و آخر اعتراف کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا اور
 یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

اس کے برعکس جو لوگ ان روایات کا اطلاق امام حسین پر کرتے
 ہیں وہ ناصبی ہیں اور گمراہ ہیں اور امام حسین علیہ السلام نے ہرگز ہرگز امت
 میں تفرقہ نہیں ڈالا بلکہ آپ مظلوم ہیں اور آپ کو ظلم سے شہید کئے گئے ہیں۔

چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے

حسین (علیہ السلام) کو ظلم سے شہید کیا گیا ہے اور ان کے متعلق
 لوگوں میں تین گروہ ہیں۔

ایک تو وہ جو کہتا ہے قتل حسین حق ہے اور وہ اس روایت سے احتجاج
 کرتا ہے۔

کہ جب فرد واحد کو تم امیر بنا لو اور پھر کوئی تمہاری جماعت میں تفرقہ
 ڈالے تو اس کی گردن اڑا دو خواہ وہ کوئی بھی ہو اور اس گروہ اول کا اعلان
 ظاہر ہے

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے

اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کو ظلماً شہید کیا گیا
 فقتل الحسين شهيدا مظلوما وصار الناس

فی قتلہ ثلاثہ احزاب حزب یرون انه قتل
 یسحق ویحتجون بما فی الصحیح عن النبی
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه قال من جائکم
 وامرئکم علی رجل واحد یریدان یفرق بین
 جماعتکم فاضر بوا عقبہ باسیف کاٹینا من
 کان الخ (وظہرہ بطلان قول العزب الا ول
 ومم اهل السنة والجماعت یرونہ انه قتل
 مظلوما شهیدا

﴿مخارج السنۃ جلد چہارم ص ۱۸۱﴾

امام حسین کا قتل جرم عظیم ہے

اور پھر ابن تیمیہ نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا بلاشبہ
 مظلومیت کا قتل ہے جیسے کہ دوسرے مظلوم شہید ہوئے اور قتل حسین علیہ
 السلام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک جرم و معصیت
 ہے۔

اور قاتلوں کی امداد کرنا اور ان کی معصیت پر خوش ہونا گناہ ہے ان
 کی شہادت برحق اور ان کی شان عظیم اور درجات بلند ہیں اور قتل حسین جرم
 عظیم ہے۔

اور آپ کو شہید کرنے والے اور آپ کی شہادت پر خوش ہونے
 والے مستحق عذاب ہیں اور امام حسین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے دنیا میں پھول ہیں۔

یزید کی ابن زیاد پر لعنت

اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب قتل حسین کی خبر یزید کو پہنچی تو اس نے عبید اللہ بن زیاد پر لعنت بھیجی اور کہا کہ اگر میرے اور امام حسین کے درمیان معاملہ ہوتا تو آپ کو شہید نہ کیا جاتا ان واقعات کا واضح عربی متن یہ ہے

واما مقتل الحسين رضى الله عنه فلا ريب انه
قتل مظلوما شهيدا كما قتل اشباهه المظلومين
ميين الشهداء وقتل الحسين معصية لله
ورسوله ممن قتله اذ اعان على قتله ادرضى
بذلك مصيبة اصيب بها المسلمون من
اهله وغير اهله وهو حقه شهادة له ورفع درجة
وعلو منزله

(منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۳۸)

عن ابى نعيم قال سمعت ابن عمر وساله رجل
عن المحرم يقتل الذباب وقد قتلتم ابن بنت
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقال
السنبي صلى الله عليه وآله وسلم هماريحانت
ى من الدنيا

(منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۳۹)

حتى قتل مظلوم شهيدا رضى الله عنه وان

خبر قتلہ لما بلغ یزید واهلہ سبائہم ذالک
وبکوا علی قتله وقال یزید لعن اللہ ابن مر
جانہ یعنی عبید اللہ بن زیاد اما واللہ لو کان
بینہ وبين الحسین لہ قتله

(منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۳۹)

فلاریب ان قتل الحسین من اعظم الذنوب
وان فاعل ذالک والراضی بہ والمعین علیہ
مستحق لعقاب اللہ يستحقہ امثالہ

(منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۳۹)

قا تلین حسین لعنتی ہیں

ابن تیمیہ کی ان عبارات سے قطع طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ آپ
کے قاتل پر لعنت جائز ہے۔

اور یزید نے ابن زیاد پر لعنت کی کہ اس نے یہ ظلم کیوں کیا اور آپ
کے قتل پر امداد دینے والے اور آپ کی مصیبت پر خوش ہونے والے مستحق
عذاب ہیں اور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ آپ مظلوم اور شہید ہیں خدا تعالیٰ
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کو اور ان کی اہل بیت کو
شہید کرنا بہت بڑا جرم ہے اور آپ کی شہادت درجات رفیعہ اور مراتب میں
بلندی کا باعث ہے اور آپ کے قاتلوں پر معین کر کے لعنت جائز ہے وغیرہ
وغیرہ۔

اگر ابن تیمیہ کی یہ عبارات درست ہیں تو پھر عباسی وغیرہ میں شرم و
 حیا کا کوئی شائبہ موجود ہے تو انہیں چلو بھر پانی میں ناک ڈبو کر مر جانا چاہیے تا
 کہ خس کم اور جہاں پاک ہو جائے۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ جس ہستی کے قاتل مستحق عذاب اور یعنی
 قرار پاتے ہیں۔ ان کو ان لوگوں میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے جنکو خلیفہء وقت
 کے خلاف خروج کرنے کے جرم میں قتل کروینا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

اگر یزید کی امارت متفقہ علیہ ہوتی تو یقیناً امام حسین علیہ السلام کو قتل کر
 دینا جائز قرار پاتا۔ مگر یہاں تو ان دریدہ ذہن نام نہار محققین کے گرد گھنٹاں
 نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام ہرگز قتل کیسے جانے مستحق
 نہیں تھے۔ بلکہ آپ کو ظلماً شہید کیا گیا ہے اور آپ کے قاتل مستحق عذاب
 ولعنت خداوندی ہیں۔

عباسی نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام حسین علیہ
 السلام کے ساتھیوں نے پہلے یزید کے لشکر پر حملہ کیا تھا۔ اور پھر انہوں نے
 مدافعت کے طور پر قتل کر دیا اور سلار لشکر عمرو بن سعد کا اس میں کچھ قصور نہیں۔
 بلکہ وہ بھی یزیدی کی طرح بڑا صالح پرہیزگار اور محقق تھا۔ اور رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی تھا۔ اور آپ کے وصال کے وقت اس کی عمر سن تیز
 کی تھی جبکہ امام حسین علیہ السلام کی عمر اس وقت تین یا چار سال کی تھی۔ اور
 آپ کا سن ہرگز سن تیز نہ تھا۔

نیز یہ کہ کربلا میں جو کچھ بھی ظہور میں آیا اس کی تمام تر ذمہ داری امام
 حسین علیہ السلام کے ساتھیوں اور پسران عقیل پر ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ درست ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے

ساتھیوں نے جنگ کی ابتداء کی تو پھر انہیں ابن تیمیہ مظلوم شہید کا خطاب کش طرح دے رہا ہے اور ان کے قاتلوں کو مستحق عقاب و عذاب کیوں قرار دیتا ہے۔

تم کہتے ہو عمرو بن سعد بے قصور ہے۔ اس نے مجبوراً یہ اقدام کیا وہ صحابی بھی تھا وغیرہ وغیرہ مگر تمہارے باا جان ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ قتل حسین کا ذمہ دار یزید نہیں بلکہ عمرو بن سعد ہے۔ اور تم ابن سعد کو صحابی زادہ ثابت کر کے ان تمام لوگوں کو شیعہ قرار دیتے ہو جو عمرو بن سعد کی داستاں ظلم و ستم بیان کرتے ہیں۔ ابن تیمیہ نے یزید کی بریت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگوں میں یہ بات متفقہ علیہ ہے کہ امیر معاویہ نے یزید کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رعایت کرنے اور ان کی تعظیم و توقی کرنے کی وعیت کی تھی اور کربلا میں امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے والے لشکر کا سردار عمرو بن سعد تھا۔

وفقد اتفق الناس على معاوية رضی الله
تعالیٰ عنه یزید برعانة حق الحسين و تعظیم
قدره و عمرو بن سعد كان هو امیر السرية
التي قتلت الحسين

﴿منهاج السنة جلد دوم ص ۲۲۶﴾

عمرو ابن سعد کی صحابیت کے بارے میں تو ہم آئندہ اوراق میں وضاحت

کریں گے تاکہ عباسی وغیرہ کو اپنے امام کی بات مان لینے میں زیادہ قابل نہ ہو۔۔۔ ملاحظہ ہو!

(1) حافظ عبدالغنی مقدمی نے کہا ہے کہ امام حسین علیہ السلام ہجرت کے چوتھے سال پیدا ہوئے۔

(2) اور حسن حسین علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت چھوٹے تھے مگر ان کا سن تمیز تھا اور ان سے قلیل روایات مروی ہیں عربی متن یہ ہے،

(1)

قال الحافظ عبدالغنی المقدمی ولد الحسن
سنة ثلاث من الهجرة في نصف من شهر
رمضان هذا اصح ما قيل فيه وولدا الحسين
نحس خلون من شعبان سنة اربع من
الهجرة

﴿منہاج السنۃ جلد اول ص ۲۵۱﴾

(2)

واما الحسن والحسين فمات النبي صلى الله
عليه وآله وسلم وهما صغيران في سن التميز
فروايتها عن النبي صلى الله عليه وآله
وسلم قليلا

﴿منہاج السنۃ جلد اول ص ۱۳۰﴾

ان تمام تر شواہد کی موجودگی میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ موجودہ دور کے ناہنہاد محققین نے اگر کسی شخص کو حق گو تسلیم کیا بھی ہے تو صرف اس حد تک کہ اسے کہاں اور کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ورنہ سوائے چند سر پھروں کے تمام دنیا یا تو رافضی اور غالی شیعہ ہے اور یار افضیوں سے متاثر ہے۔ لے دے کے ایک ابن تیمیہ تھا۔ حالانکہ اس نے ان کی مطلب براری کے لئے اکاذیب و باطلیل کے انبار لگا رکھے ہیں۔ لیکن وہ بھی پورے کا پورا ان کے نزدیک ثقہ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ آس پر بھی خود کو فوقیت دینے کے جنون میں ایسی ایسی من گھڑت اور واہیات نامہ دیلیں پیش کرتے ہیں جو آج تک سوائے شدید خوارج اور انتہائی متعصب ناصیبیوں کے کسی نے پیش نہیں کیں۔

بلکہ عباسی نے تو کچھ ایسے ہولناک اضنا فی اپنی طرف سے بھی کئے ہیں جن کی شان قطعی طور پر ناپید ہے۔ اگر اسی کا نا تحقیق ہے تو کار پغلاں تمام خواہد شد۔

بہر حال ہم یزید کی مزعومہ خلافت راشدہ اور امام حسین علیہ السلام کے (معاذ اللہ) غیر شرعی خروج کے بارے میں دیگر مباحث سے پہلے ابن تیمیہ ہی کی ایک فیصلہ کن عبارت پیش کرتے ہیں تاکہ اس کی روحانی اولاد کا منہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے اور ذوق تحقیق کی تکمیل کے لئے اسے کسی اور موضوع سے رجوع کرنا پڑے۔

چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے!

فیصلہ کن عبارات

ناصریوں اک یہ زعم غلو پر مبنی ہے کہ حسین علیہ السلام کا قتل جائز تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کسی کو امیر و حاکم تسلیم کر لو تو جو کوئی تمہاری جماعت میں پھوڑ ڈالنے کا ارادہ کرے تو اس کا سر قلم کر دو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔

اوه اہلسنت و الجماعت اس کو غلو اور زیادتی پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا قتل شہادت اور مظلومیت ہے اور آپ کو قتل کرنے والے ظالم ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ احادیث جن میں ہے کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے والے کو قتل کر دو۔ حسین علیہ السلام پر چسپاں نہیں کی جا سکتیں۔ کیونکہ آپ نے ہرگز جماعت میں تفرقہ نہیں ڈالا۔

متن ملاحظہ ہو:-

يغلو الناصبة الذين يزعمون ان الحسين كان
خارجيا وانه كان يجوز قتله لقوله صلى الله
عليه وآله وسلم من اتاكم وامركم على
رجلى واحد يريد ان يفرق جماعتكم فاضربوا
عنقه بالسيف كما لنا من كان

رواه مسلم

واهل السنة والجماعة يرزون غلؤ هولاء
 ويقولون ان الحسين قتل مظلوما شهيدا
 والذين قتلوه كان ظالمين معتدين واحا ديث
 النبي صلى الله عليه وآله وسلم التي يا
 مرفيها بقتل المفارق للجماعة

﴿منہاج السنۃ جلد دوم ص ۵۲۶﴾

شاہ ولی اللہ سے زیا دتی

ابن تیمیہ کی ان واضح تصریحات کے بعد ہم عباسی کے
 دوسرے معتمد اور بزرگ شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی چند عبارات
 پیش خدمت کرتے ہیں کیونکہ عباسی نے اپنی کتاب کو ان کی کتاب ازالۃ
 الخفاء کی عبارتوں سے بھی مضبوط کر نیکی کوشش کی ہے۔ اگرچہ کترو بیونت
 کرنے اور بددیانتی کا رویہ یہاں بھی تبدیل نہیں کر سکا۔ بہر حال شاہ
 صاحب بھی اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ خلافت راشدہ کا پورے طور پر متمکن
 رہنا اصحاب ثلاثہ کے زمانہ تک ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں خلیفہ خلیفہ راشد کے تمام
 اوصاف موجود تھے لیکن آپ سے جنگ کرنے والوں نے پوری دنیاے
 اسلام میں خلافت کو متمکن نہ ہونے دیا۔

اس کے برعکس امیر معاویہ میں خلافت خاصہ کے لوازمات موجود

نہیں تھے اور نہ ہی وہ سوابقِ اسلامیہ رکھتے تھے۔ مگر ان کے زمانہ میں مسلمان ایک جگہ جمع ہو گئے اور خلافتِ خاصہ و راشدہ جس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی ختم ہو کر رہ گئی۔

چوں معاویہ بن ابوسفیان متمکن و اتفاقِ ناسِ بروئے
بِحصولِ پیوست و فرقتِ جماعتِ مسلمین از میان
برخاست و سوابقِ اسلامیہ نداشت و لوازمِ خلافتِ
خاصہ دروئے متحقق نہ بود بعد از ان بادشاہانِ دیگر دور
تر افتادند کمالاً بکھٹی پس خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم باقطعِ خلافتِ خاصہ منظمہ نافذہ ازیں بہت
متحقق گشت۔

﴿ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۲۸۰﴾

ترجمہ!

جب معاویہ بن ابوسفیان متمکن ہوئے اور گولوگوں کا اتفاق اس کو حاصل ہو گیا اور مسلمانوں کی جماعت سے نا اتفاقی اٹھ گئی مگر وہ سوابقِ اسلامیہ نہ رکھتے تھے۔ اور خلافتِ خاصہ کے لوازم اس میں نہ پائے جاتے تھے۔ اور اس کے بعد تو دیگر بادشاہ مرکوز حق سے بہت دور رہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافتِ خاصہ کی جو خبر دی تھی وہ اس طرح ظاہر ہوئی۔

فتنوں کا آغاز

مندرجہ بالا عبارت سے قطعی طور پر واضح ہے کہ امیر معاویہ کی حکومت، ملوکیت تھی خلافت راشدہ نہیں تھی۔ چہ جائیکہ یزید پلید کو خلیفہ راشد اور واجب الاتباع امام ثابت کیا جائے۔

بلکہ شاہ ولی اللہ یزید پلید کے دور حکومت کو ان فتنوں کا دور قرار دیتے ہیں جن کی خبر امام الانبیاء و مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئیوں کی صورت میں دے رکھی تھی۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ کے بعد ان فتنوں کا آغاز ہو گیا۔

قال البغوی اراد بلفتنة اولی مقلتل

عثمان وبا الثانية الحره

بغوی نے ان فتنوں کی شرح میں کہا کہ پہلا فتنہ قتل عثمان ہے اور دوسرا فتنہ واقعہ حرہ اور مزید لکھا ہے کہ پہلا فتنہ قتل عثمان اور دوسرا فتنہ معاویہ کی موت کے بعد شروع ہوا جو عبد الملک کی حکومت کے قائم ہونے تک رہا۔

کس کی اطاعت کی جائے

شاہ ولی اللہ کی مندرجہ بالا عبارت سے قطعی طور پر واضح ہے کہ امیر معاویہ کو بھی خلیفہ راشد تسلیم نہیں کرتے۔ اور یزید کے دور کو تو قطعی طور پر فتنوں کا دور کہتے ہیں بلکہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد سب سے بڑا اور

دوسرا قتنہ یزید کے دور میں وقوع پذیر ہونے والا واقعہ تہ کو قرار دیتے ہیں۔
 علاوہ ازیں شاہ ولی اللہ نے اطاعتِ امیر کرنے اور امیر کے خلاف
 خروج نہ کرنے کی تمام تر روایات کو خلافتِ راشدہ کے حق میں بیان کیا
 ہے۔ چہ جائیکہ انہیں یزید پلید کی امارت کے لیے استعمال کیا جائے۔ بلکہ وہ
 وضاحت کرتے ہیں کہ جب غیر مستحق شخص مسلط ہو جائے تو اس کی اطاعت
 احکامِ شریعت میں واجب ہے نہ کہ خلاف شرع امور میں۔ چنانچہ انہوں نے
 لکھا ہے!

غیر مستحق خلافت چوں مسلط شود واجب است اطاعت

او فیما وافق الشرع لا فیما خالفہ۔

﴿ازالۃ الخفاء ص ۵۳۱﴾

یہی نہیں بلکہ شاہ ولی اللہ تو اس ضمن میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کی اس حدیث سے استنباط کرتے ہیں جس میں ہے کہ آپ نے
 فرمایا حاکم وقت کا حکم سُننا اور اطاعت کرنا ہر مرد پر واجب ہے۔ چاہے وہ
 پسند کرے یا ناپسند۔ تا وقتیکہ اس کو خُدا کی نافرمانی کے ساتھ حکم نہ کیا جائے۔
 اور جب خُدا کی نافرمانی کا حکم کیا جائے تو اس وقت نہ اُس کا حکم
 سُننا واجب ہے اور نہ اُس کی اطاعت واجب ہے۔

ملاحظہ ہو حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحوالہ ازالۃ الخفاء شاہ

ولی اللہ محدث دہلوی۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 قال السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما
 احب وکره ما لم یومثر بمعصیة اذا امر
 بمعصیة فلا سمع ولا طاعة ومن حدیث ،
 حدیث علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم قال لا طاعة فی المعصیة انما
 الطاعة فی المعروف۔

﴿ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۵۳۲﴾

شاہ صاحب کی مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں واضح ہو جاتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کی اطاعت واجب ہے۔ اور ان کے حکم کو سُننا ضروری ہے۔ اور حاکم کی کس بات کو ماننا ضروری ہے اور کس سے انکار لازم ہے اور انہوں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ یزید کا دور حکم رشد و ہدایت کا دور نہیں بلکہ فتنوں اور ظلم و ستم کا دور ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ عباسی وغیرہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارتوں کو بھی قطع برید کرنے میں پیچھے نہیں رہے اور ان کے ساتھ بھی زیادتیاں کرنے میں مہارت تامہ کا ثبوت دیا ہے۔

غلط حاکم سے کیا سلوک؟

بلکہ اسی ضمن میں شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم فرماتے ہیں تمہارے حاکم ہوں گے جن کے بعض امور تمہیں پسند ہوں گے اور بعض ناپسند۔ تو جس نے ان کاموں کو برا کہہ دیا وہ بری الذمہ ہو گیا اور جس نے دل سے برا جانا وہ بھی سلامت رہا مگر جو ان کاموں سے راضی ہوا اور پیروی کی وہ ہلاک ہوا۔ لوگوں نے عرض کی کہ ایسی صورت میں ایسے سرداروں کو قتل کر دیں تو آپ نے فرمایا جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں قتل نہ کیا جائے۔

معنی یہ ہے

من حدیث ام سلمة قالت قال رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم يكون عليكم امراء
تعرفون وتنكرون فمن انكر فقد برئ کره فقد
سلم ولكن من رضى وتابع قالوا انتقلهم قال لا
ما صلوا

﴿ ازالة الخفاء جلد اول ص ۵۳۳ ﴾

اور پھر فیصلہ کن حدیث بھی بیان کر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جو شخص جماعت سے جدا ہوا اور جماعت سے نکل گیا پھر وہ مر گیا تو وہ جاہلیت جیسی

موت مرا اور جو شخص میری امت پر تلوار سے لے اچھے اور بڑوں سب کو قتل کر
نے لگا اور وہ نہ کسی مسلمان کے قتل سے پرہیز کرتا ہے اور نہ ذی عقل کے قتل
سے تو وہ شخص میری امت سے نہیں۔

ومن حدیث ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من فارق
الجماعۃ وخرج من الجماعۃ فمات فمیثۃ
جاہلیۃ جاہلیت ومن خرج علی امتی بسفیہ
یضرب برہا وفاجرہا لا یحاشی مؤمنًا ولا
یمانہ ولا ینفی لذمی عہد فلیس من امتی
﴿ازالۃ الخلفاء عت ص ۵۳۵﴾

شاہ ولی اللہ اس کے بعد کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں خلیفہ کے قول پر
عمل کرنا شرعی دلیل تھا۔ مگر فتنہ کے زمانہ میں یہ بات نہ رہی اور پھر یہ حدیث
بیان کی کہ ایسے لوگ پیدا ہوئے جو دوسروں کے کہتے تھے وہ کرتے نہ تھے۔
اور ایسے کام کرتے تھے جن سے انہیں شریعت نے جو زبان سے جہاد کرے
وہ بھی مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور پھر اس کے
بعد کا درجہ ان لوگوں کا ہے جن کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے۔

امضائے قول خلیفہ در زمان سابق چھتے بود و در ایام فتنہ اس معنی منقطع

شد۔

ثم انہا تخلف من بعدہم خلوف یقولون ما لا
یفعلون ما لا یومت مرون فمن جاہدہم ببیدہ

فهو مو من ومن جهد بلسا نه فهو مو من و
جا هدم بقلبه فهو مو من و ليس راء ذالك
من الايمان حبة خردل ﴿رواه مسلم﴾

﴿ازالة الخفاء اول صفحه ۵۲۳﴾

اور پھر آگے چل کر شاہ ولی اللہ صاحب حضرت جریر صحابی کا یہ قول
نقل فرماتے ہیں کہ جب مشاورت کے بجائے تلوار سے حکومت حاصل ہو
نے لگے تو پھر خیر نہیں رہے گی۔
چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:-

امام احمد نے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قصہ میں جب
انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا تھا نقل کیا ہے کہ
انہوں نے کہا پھر میں ذوعمر سے ملا تو انہوں نے کہا اے جریر تم
لوگ ہمیشہ خیر و فلاح کی طرف رہو گے مگر اس وقت تک جب تم ایک سردار
کے فوت ہونے پر دوسرے کو مشورہ اور انتخاب سے سردار بناتے رہے۔ اور
جب یہ حکومت تلوار کے زور سے ملنے لگی یعنی مشورہ اور انتخاب نہ رہے۔ تو
تمہارا غصہ اور خوشی بادشاہوں کے غصے اور اور خوشی کے مثل ہوگا یعنی پھر خیر
نہیں رہے گی۔

اخرج احمد عن جرير في قصة بعث رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم رياه الى
اليمن حتى قال ثم لقيت ذا عمرو فقال لي يا

جریر انکم لن تر الو بخییر ما اذا هلک امیر"
 تا مرتم فی آخرو اذا کانت بالسیف غضبتم
 غضب الملوک ورضیتم رضی الملوک

﴿ازالة الحفاء جلد اول ص ۵۵۱﴾

ان تمام روایتوں کا ما حاصل سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے حضور
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن لوگوں کے خلاف آواز اٹھانے اور مقابلہ میں
 آنے سے روکا ہے یزید پلید ان کے زمرہ میں نہیں آتا۔

کیونکہ احادیث مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متعدد نصوص سے یہ
 واضح ہے کہ جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے اور یہ بھی
 ہے کہ برے حکام کے متعلق ہاتھ کی طاقت استعمال کروا کر یہ قوت نہیں تو اس
 کے خلاف زبان کی قوت استعمال کروا کر یہ بھی نہیں تو اس کو دل سے برا
 جانو اور اگر تم تیسرا درجہ کے لوگوں میں شامل نہیں تو بھی تمہارے دل میں برا
 بر بھی ایمان نہیں۔

سیدنا حسین امام بھی اور شہید بھی

قارئین کرام یہ تمام روایات ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اس کے لئے ہم
 نے براہ راست اسی کتاب کا انتخاب کیا ہے جس کے حوالہ سے عباسی وغیرہ
 نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے ورنہ یہ تمام تر روایات کتب
 احادیث میں بھی موجود ہیں اور شاہ صاحب نے بھی انہیں حدیث کی معتبر

کتابوں سے ہی نقل کیا ہے اور اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۵۹۶ پر لکھتے ہیں کہ دوسرا فتنہ چند حوادث پر مشتمل ہے جن میں ایک حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہے اور پھر آپ نے وہ حدیث نقل فرمائی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام عالی مقام کی شہادت کی پیشگوئی فرما رکھی ہے اور اس کے بعد واقعہ حرہ کے متعلق حضور سرور دو عالم کی پیشگوئیاں نقل کی گئی ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جناب حسین علیہ السلام کو امام بھی تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی شہادت کے بھی کے بھی قائل ہیں۔

بہر حال ان روایات کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر پیش کی جائے گی فی الحال ہم عباسی وغیرہ کی چالاکیوں کا پردہ فاش کرنے کے لئے شاہ ولی اللہ صاحب کی ان عبارات کا کچھ حصہ پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے یزید پلید کے متعلق قطعی فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ کیا ہے اور اس کی حکومت کیسی تھی، چونکہ عباسی وغیرہ نے شاہ ولی اللہ صاحب کی بی شمار عبارتوں کو قطع برید کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یزید خلیفہ برحق اور بڑا صالح شخص تھا اور امام حسین کا اس کے خلاف خروج غیر شرعی تھا اور بغاوت کے حکم میں داخل ہے۔

بہر حال! شاہ صاحب یزید کے متعلق اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ

میں فتنوں کے باب میں لکھتے ہیں۔

اصلی خلافت

میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے نبوت کا اختتام ہو گیا اور وہ خلافت جس میں باہم مسلمانوں پر تلوار نہ چلی حضرت عثمان کی شہادت سے ختم ہوئی اور اصلی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی معزولی سے ختم ہو گئی اور ملک عضو یعنی گزند کا وہ زمانہ ہے جس میں بنی امیہ تختیاں کرتے رہے حتیٰ کہ امیر معاویہ کی حکومت قائم ہو گئی۔

﴿حجة الله البالغة ص ۱۱۷﴾

گمراہ کرنے والا

اور پھر دوسری حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے

ہیں۔

میں کہتا ہوں وہ زمانہ جس میں نجات تلوار سے ہوئی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا جس میں اہل عرب مرتد ہو گئے تھے اور ناخوشی کی حکومت وہ باہمی نزاع تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آئے اور مکروفساد کی وہ صلح تھی جو حضرت معاویہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں واقع ہوئی اور گمراہی کی طرف بلانا، ان میں سے ملک شام میں یزید تھا اور عراق میں یحییٰ

وغیرہ ذالک۔

﴿حجۃ اللہ البالغہ صفحہ نمبر ۷۱۲﴾

مصطفائی مہر

اور یہ شرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی ہے جو آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوالات کے جوابات میں فرمایا وہ حدیث یہ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ جیسے اسلام سے پہلے تاریکی پھیل گئی تھی کیا بعد میں بھی ہو جائے گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، میں نے کہا اس سے نجات بھی ہوگی؟ آپ نے فرمایا! ہاں! تلوار سے۔

عرض کیا کہ کچھ تاریکی باقی رہے گی؟

پھر فرمایا! ہاں! ناخوشی سے اور ناگواری سے حکومت قائم ہوگی اور کرو فساد سے صلح ہوگی۔

میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا؟

پھر فرمایا! لوگ گمراہی کی طرف بلائیں گے،

﴿حجۃ اللہ البالغہ صفحہ نمبر ۱۲﴾

آگے چل کے شاہ ولی اللہ صاحب ایک اور حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اور آپ کا یہ فرمان کہ اگر سب ہلاک ہو جائیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر قیمتیں اور دشواریاں پیش آئیں گی کہ دیکھنے والے کو شک ہوگا کہ مبادا تمام امت تباہ ہو جائے اور ان کے تمام امور نابود ہو جائیں اور ستر برس ابتدائے بعثت سے حضرت معاویہ کے انتقال کا زمانہ مراد ہے اس کے بعد فقہ و دعاۃ الصلوات کا قائم ہو گیا۔

﴿حجۃ اللہ البالغہ صفحہ نمبر ۱۲﴾

منافق و فاسق

شاہ صاحب نے مزید لکھا ہے کہ، اور یہ بھی ممکن نہیں کہ عمدہ اور بزرگ زمانے کے ہر شخص کو دوسرے مفضول زمانے پر فوقیت اور فضیلت ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے جو قرون بالاتفاق عمدہ اور بزرگ تھے ان میں بعض لوگ فاسق اور منافق بھی تھے، انہیں زمانوں میں۔

﴿۱﴾ حجاج

﴿۲﴾ یزید

﴿۳﴾ مختار ہیں اور قریش کے نوجوان جو لوگوں کو ہلاک کرنے

والے تھے، اور ان کے علاوہ جن کی بد اعمالیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اس میں شک نہیں کے قرون اول کے جمہور لوگ قرون دوم کے جمہور لوگوں سے افضل تھے۔

﴿حجۃ اللہ البالغہ صفحہ نمبر ۷۱۶﴾

اگرچہ یزید پلید کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب کی مزید بھی متعدد عبارتیں ان کی مختلف کتابوں میں موجود ہیں تاہم ہمارے خیال میں جو کچھ بیان ہو چکا وہ یزید یوں کے منہ بند کرنے کے لئے بہر حال کافی ہے۔

یزید جیسا منافق اور فاسق، جو لوگوں کو گمراہی اور ضلالت کی طرف

بلاتا ہو، ہرگز ہرگز ان احکام میں شامل نہیں جن کے خلاف اٹھنے والا جاہلیت کی موت مرے، یزید کو خلیفہ راشد کہنا حماقت محض ہے بلکہ وہ بقول شاہ ولی اللہ خود بھی گمراہ تھا اور گمراہی کی طرف لوگوں کو بلاتا تھا اور امت محمدیہ کو ہلاک کرنے والوں میں سے تھا، شاہ صاحب کے مندرجہ بالا بیان سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یزید کا خیر القرون میں پیدا ہونا اور حکومت کرنا اس کی فضیلت کا سبب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ فضیلت اور فوقیت کا دار و مدار کردار پر ہے اور یزید بد کردار بھی تھا اور منافق بھی، فاسق و فاجر بھی تھا اور گمراہ کٹندہ بھی اس کے خلاف ہاتھ اور زبان کی طاقت استعمال کرنا لازمی تھا اور ایمان بچانے کے لئے کم از کم یہ ضروری تھا کہ دل سے ہی اس کے ساتھ اظہارِ تحضر کیا جائے،

بہر حال شاہ ولی اللہ صاحب کو عقیدہ خارجیت کی تقویت کے لئے استعمال کرنا محض زیادتی اور بعید از حقیقت ہے۔
چونکہ شاہ صاحب یزید کو وہی سمجھتے ہیں جو وہ تھا۔

خلافت اور خروج

جہاں تک عباسی وغیرہ کے گھر کی شہادتوں کا تعلق ہے وہ تو نہایت شرح و بسط کے ساتھ وی جا چکی ہیں اور قارئین پر واضح کیا جا چکا ہے کہ حماست یزید میں خارجیوں نے جو مواد بھی پیش کیا ہے وہ تمام کا تمام گوزشتر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

اگرچہ ابن تیمیہ وغیرہ کے علاوہ ان لوگوں نے امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے بھی یزید کو زاہد و عابد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر وائے ناکامی کے یہ فراڈ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور اب کے مکر و فریب کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوٹ گیا۔

ان خوارج کے پاس اور کوئی بھی ایسی دلیل موجود نہ تھی جس کے سہارے چار و آئمہ مذاہب سے یزید کے حق میں گواہی دلوائی جاتی چنانچہ ان کے نام استعمال کرنے کا یہ طریقہ نکالا گیا کہ یہ سب کے سب امام حاکم اور امیر کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے اور ان کے نزدیک خروج کرنے والا شخص سخت گنہگار بلکہ واجب القتل ہے،

ہم کہتے ہیں کہ صرف یہ بات ثابت کرنے کیلئے نا تو آئمہ مذاہب کے فیصلے کی ضرورت تھی اور نہ ہی ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ کے ریمارکس پیش کرنے کی حاجت تھی کیونکہ یہ چیز تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرفوع اور صحیح احادیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال موقوف کی صورت میں روز روشن کی طرح ظاہر ہے،

کیا دوسرے مقتدر حضرات کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو تقویت دینے کا باعث ہو سکتا ہے؟

اور اگر جواب نفی میں ہے تو ان کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ یہ حدیث مصطفیٰ کتب معتبرہ میں موجود ہے۔

ہاں البتہ ان مقتدر آئمہ کرام نے اگر ایسا کوئی فتویٰ صادر کیا ہوتا جس میں یزید کی حکومت کو خلافت راشدہ اور یزید کو خلیفہ راشد کا نام دیا ہوتا اور امام حسین علیہ السلام کو اس کے خلاف خروج کرنے کے سلسلہ میں اس سزا کا مستحق قرار دیا ہوتا جو ان روایات میں حکومت کے باغیوں اور فتنہ گروں کیلئے مقرر ہے تو پھر کوئی بات بھی تھی۔

مگر موجودہ حالات میں تو صرف عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعی لا حاصل کی گئی ہے۔ جو قطعی بے سود اور لالیعنی حرکت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

یزید کی حکومت کیسے قائم ہوئی

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ یہ چاروں حضرات یزید کو مجرم اور خاطی سمجھتے ہیں اور اس کے برعکس سیدنا امام حسین علیہ السلام کو عند اللہ اور عند الرسول حق پر سمجھتے ہیں۔

اگر ان چاروں میں سے اس بارہ میں کسی ایک کا مذہب بھی ان خوارج اور لواصب کو قبول ہو تو بات یہیں پر ختم کی جاسکتی ہے مگر ہمیں معلوم ہے کہ ان لوگوں کی ہدایت کے دروازے بند ہو چکے ہیں لہذا ان کے ساتھ بحث کرنا محض تضيغ اوقات ہے ہم آئندہ اوراق میں حسب وعدہ ان آئندہ اربرہ کا اس مسئلہ میں واضح ترین موقف پیش کریں گے اس سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ یزید کی حکومت کے بارہ میں وضاحت کر دی جائے کہ کیا اس امارت میں وہ شرائط پائی جاتی ہیں جن کے متعلق حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی مخالفت نہ کی جائے۔

چنانچہ اس ضمن میں آنے والی تمام تر روایات میں جو ایک بات مشترک طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ ہے کہ وہ حاکم یا امیر جس کی حکومت یا امارت پر تم سب لوگ جمع ہو جاؤ اور اس کی بیعت کر کے اس کی اطاعت قبول کر لو اور یا تم پر ﴿شوری﴾ کے ذریعہ کسی کو حاکم بنا دیا جائے اور جب اس کی حکومت قائم ہو جائے تو پھر اگر کوئی شخص خواہ وہ کوئی بھی ہو خروج کرے تو اس

دوسرے شخص سے قتال کرنا ضروری ہے اور اس کی گردن اڑا دو،

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یزید کی حکومت قائم ہو چکی تھی؟ کیا اسے تمام مسلمانوں کی مرضی سے قیام میں لایا گیا تھا؟ کیا اس کی حکومت پر مسلمانوں نے باہم اتفاق کر لیا تھا؟ کیا اسے مسلمانوں کے اتفاق رائے سے اور ان کی رضا حاصل کر کے قائم کیا گیا تھا؟

ہو سکتا ہے کہ یزید کے میرنشی اس کا جواب اثبات میں دیں اور دلیل پیش کریں کہ اس کے لئے امیر معاویہ نے کئی سال پہلے اس کے لئے بیعت لے رکھی تھی مگر یہ جواب قطعی طور پر فضول اور بے بنیاد ہے۔

اس لئے کہ امیر معاویہ کے وقت بھی اسلام کی برگزیدہ اور سربر آوردہ شخصیتوں نے شدید اختلاف کیا تھا بلکہ دوسرے لوگوں کی اکثریت کو یہ دھوکہ دے کر رضامند کیا تھا کہ ان برگزیدہ شخصیتوں نے بیعت یزید تسلیم کر لی ہے۔

تشنہ رہیں گے یہ سوال

ہم اس کے متعلق نہایت وضاحت سے بیعت یزید کے تمام واقعات شرح و بسط کے ساتھ پیش کریں گے مگر اس سے پہلے الزامی طور پر ایک سوال کریں گے کہ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی بیعت ہو چکی تھی یا نہیں؟ اور امیر معاویہ سے افضل لوگوں نے آپ کی بیعت کو دل و

جان سے تسلیم کر لیا تھا یا نہیں؟

یقیناً آپ کی بیعت کرنے والے لوگوں میں ابتداءً ان لوگوں نے کی تھی جن کے مشورہ سے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت ظہور میں آئی تھی اور دیگر بیعت کرنے والے تمام صحابہ کرام بھی امیر معاویہ سے افضل و اعلیٰ تھے، حضرت عثمان غنی کی خلافت بحکم خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ صرف چھ آدمیوں کے مشورہ سے قائم ہو گئی تھی۔ جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت کرنے والے سینکڑوں مقتدر صحابہ کرام تھے پھر آپ کی بیعت کو امیر معاویہ نے کیوں قبول نہ کیا اور آپ کے خلاف کیوں خروج کیا۔

اس سے پہلے مدینہ منورہ میں خلافت کا قائم ہو جانا تمام عالم اسلام کیلئے کافی سمجھا جاتا تھا تو آپ کے عہد خلافت میں اس سنت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر عمل کرنے سے کونسا امر مانع تھا۔

یہ چند سوالات کرنے کے بعد ہم بھی خوانان بنی امیہ سے پوچھتے ہیں کہ امیر معاویہ کا حضرت علی کے خلاف خروج اگر محض خطائے اجتہادی تھا تو ان روایات کا کیا بنے گا جن میں ہے کہ جس شخص کی امارت و خلافت پر لوگ متفق ہو جائیں اور پھر دوسرا اس کے خلاف خروج کرے تو اس دوسرے کی گردن اڑا دو، اور دوسری روایت کے مطابق وہ اس غلطی کی پاداش میں جہنم کا بھی سزاوار ہے۔

قارئین! غور فرمائیں کہ خلافت کا انعقاد ہمیشہ مدینہ منورہ میں ہوتا رہا اور

مدینہ منورہ کا انتخاب تمام عالم اسلام کے لئے قابل قبول رہا اس لئے کہ انتخاب کرنے والے لوگ متفقہ علیہ دوسرے لوگوں سے افضل تھے حضرت علی کا انتخاب بھی مدینہ منورہ ہی میں عمل میں لایا گیا مگر وہ ناقابل قبول قرار دیا گیا اور یزید پلیدگی بیعت کا انکار بھی مدینہ منورہ والوں نے ہی کیا مگر اس کی حکومت کو خلافت راشدہ کے طریقہ سے قائم شدہ ثابت کیا جاتا ہے۔ مزید دھوکہ دینے کیلئے حواریان یزید یہ بھی کہہ دیتے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف امیر معاویہ کا خروج خطائے اجتہادی تھی اور یزید لعین کے خلاف امام حسین علیہ السلام کا خروج بھی خطائے اجتہادی تھا۔ اب اس خطائے اجتہادی سے امام حسین صرف اسی وقت بچ سکے جب انہوں نے یزید سے بیعت کرنے کا اقرار کر لیا ورنہ ان پر وہ تمام روایات صادق آتیں جو ضیفہ وقت کے خلاف خروج و بغاوت کرنے والوں کے حق میں آئی ہیں، مگر امیر معاویہ اپنی خطائے اجتہادی پر بھی ثواب کے حق دار ہیں حالانکہ انہوں نے آخر تک بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کا اقرار نہیں کیا۔ بہر حال! بتانا یہ ہے کہ امیر اور حاکم کے خلاف خروج کرنے والوں کی جو سزا مقرر ہے اگر اس کی زد میں جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین معاذ اللہ آسکتے ہیں تو کوئی ایسی وجہ نہیں جو حضرت امیر معاویہ کو اس سزا سے بچایا جاسکے۔ لہذا اس قسم کا بودا استدلال پیش کرنے والوں کو شرم آنی چاہیے۔

اور سوچنا چاہیے کہ جس مقتدر ہستی کے لئے تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کت جو انوں کا سردار ہونے کی بشارت دے رکھی ہے اس لئے معاذ اللہ جہنمی وغیرہ کی مثالیں اسلام سے بغاوت کی شرمناک جسارت نہیں تو اور کیا ہے۔

اب ہم یزید کی بیعت کا تمام شاخسانہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں
ملاحظہ ہو۔

بیعت یزید کی ابتداء

یزید پلید کی تحریک بیعت کا ابتداء یہ متعدد کتب تاریخ و سیر کی روشنی میں جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ:- مغیرہ بن شعبہ جو منجانب امیر معاویہ کوفہ کے گورنر تھے جب ان کو امیر معاویہ نے معزول کر دینے کا فرمان بھیجا تو انہوں نے اس کی تعمیل نہ کی بلکہ تھوڑے دنوں بعد خود امیر معاویہ کے پاس آئے اور حاضری میں دیر ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ میں ایک عظیم الشان کام کی تکمیل میں مصروف تھا۔

امیر معاویہ نے پوچھا کہ وہ کیا کام تھا؟

مغیرہ بن شعبہ نے جواب دیا کہ آپ کے بعد یزید کی خلافت کے

لئے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا

امیر معاویہ نے پوچھا تو یہ کام مکمل کر لیا؟

کی بہر حال جو لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے وہ بھی اور جو لوگ سرکاری
درباری تھے قلیل تعداد میں داخل بیعت بھی ہو گئے مگر اکثریت نے اس کا
فیصلہ اہل حجاز پر چھوڑ دیا۔

جس کے لئے امیر معاویہ نے مدینہ والوں کی بیعت لینے کے لئے
ہروان کو منتخب کیا مگر اسے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی اس کے بعد حج کے موقع
پر امیر معاویہ پہلے مدینہ آئے اور پھر مکہ مکرمہ میں گئے اگرچہ ہم اس واقعہ کو
متعدد تواریخ کی روشنی میں بھی پیش کر سکتے ہیں اور بوقت ضرورت مختلف
کتب معتبرہ کے حوالے سے بھی ہدیہ قارئین کریں گے۔

تاہم اب یہ واقعہ بالتفصیل عباسی کے انتہائی معتمد مورخ یا مصنف
ابوبکر ابن العربی کی تصنیف العواصم من التواصم سے پیش کریں گے اور اس کی
وجہ یہ ہے کہ یہ تمام واقعات بیان کرنے کے بعد تاریکیوں سے بھی زیادہ
کمزور دلائل کا سہارا لے کر ابن العربی نے انہیں غلط ثابت کرنے کی سعی
لا حاصل کی ہے

بہر حال یہ واقعات بلاشک وریب درست ہیں اور ان کو جھٹلانے کا
جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ ناقابل فہم اور حقائق کے سراسر خلاف ہے
بہر حال پہلے آپ یزید کی خلافت راشدہ کے ظہور میں آنے کے حالات و
واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی روایت

قان قیل فقد عهد الی یزید و لیس باهل
 وجرى بينه وبين عبد الله بن عمرو بن الز
 بير والحسين ما قصه «المؤرخين» عن
 وهب ابن جرير بن حازم عن ابيه وعن غيره
 لما اجمع معاوية ان يبايع لابنه يزيد حج
 فقدم مكة في نحو الف رجل فلما دنا من
 المدينة خرج انم عمرو ابن الذبير و عبد
 الرحمن بن ابي بكر فلما قدم معاوية المدينة
 صعد المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم ذكر
 ابنه يزيد فقال من احق بهذا الامر منه ثم ار
 تحمل فقدم مكة فقدم طوافه ودخل منزله
 فبعث الى ابن عمر ففتشهد وقال اما بعد يا ا
 بن عمر فقد كنت تعد ثنى انك لا تحب ان
 تبين ليلة سوداء لیس علیک امیر وانی
 احذرك ان تشق عصا المسلمين، وان تسعى
 فی فساد ذات بینهم، فما ما سکت تکلم ابن
 عمر فحمد الله واثنى عليه ثم قال! اما بعد
 فانه قد كانت قبلك خلفا ثم ابنا لیس
 ابنک بغير منهم فلم یروا فی ابنا ثم ما رايت
 فی ابنک ولکنهم اختاروا المسلمین حیث
 علموا الخیار وانک تخذرنی ان اشق عصا

المسلمين ولم اكن لا فعل، وانما أنا رجل من
 المسلمين، فاذا اجتمعوا على امر فانما
 اما واحد منهم فخرج ابن عمر
 وارسل الى عبد الرحمن بن ابي بكر فتشهد ثم
 اخذ في الكلام فقطع عليه كلامه فقال انك
 والله لو دت انا وكلناك في امر ابنك وانا
 والله لا تفعل، والله لتردن هذا الا مر شوري
 في المسلمين اولتفرنّها عليك جذعة ثم
 وثب فقام فقال معاوية اللهم اكفنه بما شئت
 ثم قال على رسلك ايها الرجل لا تشر فن لا
 هل الشام فاني اخاف ان يسبقوني بنفسك
 حتى اخبر العشيّة انك قد بايعت ثم كب بعد
 ذلك على ما بدالك من امرك.
 ثم ارسل الى ابن الذبيري فقال يا ابن الذبيري انما
 انت ثعلب رواغ كلما خرج من حجر دخل في
 آخر وانك عمدت الى هذين الرجلين
 فنذغتهما في مناخرهما فقال ابن الذبيري ان
 كنت قد مللت الامارة فاعتزلها وهلم ابنك
 فلنبايعه ارايت اذا بايعت ابنك معك لا
 يكما نسمع لا يكما نطبع؟ لا تجتمع البيعة
 لكما ابدا ثم قام فخرج معاوية فصعد المنبر
 فقال انا وجدنا حاديث الناس ذات عوار
 ونعموا ابن عمرو وابن الزبير وابن ابي بكر لم

يبايعوا ليزيد قد سمعوا وطاعوا وبالعيواله
فقال اهل الشام، لا والله لا ترضى حتى يبايعوا
اعلى روس الاشهاد والا ضربنا اءنا قهم
فقال مه سبحان الله ما اسرع الناس الى
قريش بالشر لا اسمع هذه المقالة من احد بعد
اليوم ثم نزل فقال الناس: بايعوا. ويقولون هم
لم نبايع ويقولوا الناس قد بايعتم

﴿العواصم من القواصم ص ۲۱۸﴾

پس اگر کہا جائے کہ ﴿معاویہ﴾ نے یزید کو ولی عہد
کیوں بنایا جبکہ وہ نااہل تھا اور اس کے متعلق حضرت
عبداللہ ابن عمر ابن زبیر اور امام حسین علیہ السلام کے
ساتھ گفتگو ہوئی تھی جسے مورخین نے وہب ابن جریر
بن حازم کے باپ سے اور دیگر راویوں سے روایت
بیان کی ہے کہ جب امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید
کے لئے بیعت کا ارادہ کیا تو ایک ہزار آدمی کو ساتھ
لے کر حج کے لئے مکہ معظمہ میں آئے پھر جب مدینہ
منورہ کے قریب گئے تو وہاں حضرت عبداللہ ابن
عمر ابن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر باہر نکلے پھر
امیر معاویہ مدینہ منورہ میں آئے اور منبر پر کھڑے ہو

کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائیاں کی پھر اپنے بیٹے یزید کا ذکر
 کیا اور کہا کہ اس امر میں اس سے زیادہ کون مستحق ہے
 پھر مکہ معظمہ میں واپس آ کر طواف کیا اور پھر اپنے
 مکان میں داخل ہوئے بعد ازاں حضرت عبداللہ بن
 عمر کو بلا کر کلمہ پڑھا اور کہا اے ابن عمر کہ تم مجھ سے کہتے
 تھے کہ میں بغیر امیر کے ایک رات گزارنا بھی پسند نہیں
 کرتا اور اب میں تجھے سمجھاتا ہوں کہ مسلمانوں کے
 درمیان پھوٹ نہ ڈالنا اور ان میں فساد برپا نہ کرنا
 جب امیر معاویہ نے خاموشی اختیار کی تو عبداللہ بن عمر
 نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا سے آغاز کلام کیا اور کہا کہ تجھ
 سے پہلے بھی خلفا ہوئے ہیں اور ان کے بیٹے بھی
 تھے۔ ان ﴿خلفاء﴾ نے تو اپنے بیٹوں کے متعلق وہ
 نہیں سوچا جو تم اپنے بیٹے کے متعلق سوچتے ہو بلکہ
 انہوں نے تو مسلمانوں کو اختیار دیا کہ وہ اپنی بہتری
 خود سوچیں۔

اور تمہارا مجھے یہ کہنا کہ میں مسلمانوں میں تفرقہ نہ
 ڈالوں تو میں ایسا کام نہیں کروں گا اور میں بھی
 مسلمانوں ہی سے ایک شخص ہوں جب سب لوگ کسی

بات پر اجماع کر لیں گے تو، میں ان کے ساتھ ہوں اور پھر ابن عمر واپس آ گئے۔

پھر عبدالرحمن بن ابوبکر پہنچے ﴿امیر معاویہ﴾ نے تشہد پڑھ کر آغاز کلام کیا تو انہوں نے کلام کو قطع کرتے ہوئے فرمایا کہ واللہ تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے بیٹے کے معاملہ میں تمہیں اللہ کے سپرد کر دیں خدا کی قسم ایسا کام ہرگز نہیں کریں گے بخدا تم یہ فیصلہ مسلمانوں کے مشورہ پر چھوڑ دوں ورنہ یہ فتنہ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور پھر آپ یکدم کھڑے ہو گئے تو اس نے کہا تو جسے چاہے اس کی زبان بند کر دے پھر کہا ٹھہر جاؤ اگر تم اہل شام کے سامنے اس طرح جاؤ گے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ میرے پہنچنے سے قبل تمہارے جان نہ لے لیں میں ان کو بتا دوں گا کہ تم نے بیعت کر لی ہے اس کے بعد جو تمہارے جی میں آئے کرتے رہنا۔

پھر امیر معاویہ نے ابن زبیر کو بلایا اور کہا اے ابن زبیر بے شک تو ایک مکار لومڑی ہے جو ایک سوراخ سے نکل کر دوسرے میں داخل ہو جاتی ہے اور ان دونوں آدمیوں کو تم نے ہی پھونک دی ہوئی ہے۔

ابن زبیر نے کہا اگر تم امارت سے تنگ آ چکے ہو تو خود معزول ہو جاؤ اور اپنے بیٹے کو اپنی جگہ پر لے آؤ ہم اسکی بیعت کر لیں گے بتاؤ تو سہی کہ تمہاری بیعت کے ساتھ تمہارے بیٹے کی بیعت بھی کر لی جائے تو کس کی بات سنی جائے اور کس کا کہا مانا جائے تم دونوں کی بیعت کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتی اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے پھر امیر معاویہ نے باہر آ کر منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ کچھ لوگ الٹی میڑھی باتیں کر رہے ہیں کہ ابن عمر ابن زبیر اور ابن ابوبکر یزید کی بیعت نہیں کی بے شک انہوں نے بات کو سنا ہے اور اطاعت و بیعت کر لی ہے اور امیر معاویہ کا یہ اعلان سن کر یہ بکھ اہل شام نے کہا نہیں واللہ ایسے نہیں وہ لوگ ہمارے سامنے آ کر بیعت کریں ورنہ ہم ان کی گردنیں اتار دیں گے۔

امیر معاویہ نے کہا سبحان اللہ لوگ قریش کے ساتھ شراکین کی کوکتے تیز ہیں میں اس دن کے بعد کسی سے ایسی بات سننے کے لئے ہرگز تیار نہیں پھر منبر چھوڑ دیا لوگ کہتے تھے کہ انہوں نے بیعت کر لی مگر وہ خود کہتے تھے کہ ہم نے بیعت نہیں کی اور لوگ کہتے کہ نہیں تم نے بیعت کر لی ہے۔

دوسری روایت

وروی وہب من طریق آخر قال: خطب معاوية
 فذکر ابن عمر فقال: واللہ لبا لیعن أ ولاقتلنہ
 فخرج عبد اللہ بن عمر الی ابيه وسار الی مکة
 ثلاثا واخبر الی عبد اللہ بن صفوان۔
 فدخل علی ابن عمر فقال اخطب هذا بكذا قال
 نعم قال فما تريد اترید قتاله؟ قال یا ابن
 صفوان الصبر خیر من ذلك لا قاتلنہ فقد م
 معاوية مکة فنزل ذاتوی وخرج الیه عبد
 اللہ بن صفوان فقال انت تزعم انک تقتل ابن
 عمر ان لم یبائع لا بناک؟ قال: انا اقتل ابن
 عمر؟ انی واللہ لا اقتله۔

﴿العواصم من القواصم ص ۲۱۹﴾

وہب ہی سے دوسری سند سے یہ روایت آئی ہے کہ
 امیر معاویہ نے اپنے خطبے میں عبد اللہ ابن عمر کا ذکر
 کرتے ہوئے کہا خدا کی قسم یا تو وہ بیعت کر لے گا یا
 میں اسے قتل کر دوں گا۔

عبد اللہ ابن عمر کا بیٹا عبد اللہ جب اپنے باپ عبد اللہ
 ابن عمر کو ملنے کے لئے مکہ معظمہ آئے اور آ کر امیر

معاویہ کے اس اعلان کی اطلاع دی تو ابن عمر رونے لگے عبد اللہ ابن صفوان کو پتہ چلا تو انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے ملاقات کر کے استفسار کیا کہ کیا معاویہ نے اس قسم کا خطبہ دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں عبد اللہ ابن صفوان نے پوچھا اب کیا ارادہ ہے کیا معاویہ سے قتال کرو گے تو عبد اللہ ابن عمر نے فرمایا اے ابن صفوان اس سے صبر بہتر ہے ابن صفوان نے کہا بخدا اگر اس نے یہ ارادہ کیا تو میں ضرور اس سے لڑائی کروں گا پھر معاویہ نے مکہ میں آ کر وادی طویٰ میں ڈیرا لگایا تو عبد اللہ بن صفوان نے ملاقات کر کے پوچھا کہ تم نے یہ بات کی ہے کہ اگر ابن عمر نے بیعت نہ کی تو میں اسے قتل کر دوں گا امیر معاویہ نے کہا بھلا میں ابن عمر کو قتل کروں گا واللہ میں ہرگز اسے قتل نہیں کروں گا۔

تیسری روایت

رووی وھب من طریق الثالث قال ان معاویة
لساراح عن بطن مرّ قاصد آلی مکة قال

لصاحب حرسه: الا تدع احد اليسيمى الا
 من حملة، فخرج يسير وحده حتى اذا كان وسط
 الاراك لقيه الحسين بن على فوقف وقال
 مرحبا واهلا با بن بنت رسول الله صلى الله
 عليه وآله وسلم سيد شباب المسلمين دابة لا
 ابى عبد الله ير كيهما فأتى ير ذون فتحول
 عليه ثم طلع عبد الرحمن بن ابى بكر.

فقال مرحبا با بن شيخ قريش وسيد هم ابن
 صديق هذه الامة دابة لا بى محمد ير كيهما
 فأتى ببر ذون فر كيه ثم طلع ابن عمر فقال
 مرحبا واهلا بصاحب رسول الله وابن
 الفاروق وسيد المسلمين ودعاه له بدابة
 فر كيهما ثم طلع ابن الذبير فقال مرحبا واهلا
 با بن حوارى رسول الله وابن الصديق
 وابن عمه رسول الله صلى الله عليه وآله
 وسلم ودعاه له بدابة فر كيهما ثم اقبل يسير
 بينهم لا يسايره غيرهم حتى دخل مكة ثم
 كانوا اول داخل و آخر خارج ليس فى الارض
 صباح الا لهم فيه حا وكرامة لا يعرض لهم
 بذكر شى مما هو فيه حتى قضى نسكه
 وترحلت الثقاله وقرب مسيره الى الشام
 وادبخت رواحله فقالوا ايها القوم لا تغدعوا انه
 والله ما ضع هذا الحبكم ولا لكر امتكم ولا

صنعه الالمايريد فاعد واله جوابا واقبلوا
على الحسين فقلوا انت يا ابا عبد الله قال
فيكم شيخ قریش وسيدها : هذا حق بالكلام
فقلوا انت يا با محمد لعبد الرحمن بن ابي بكر
فقال لست هناك وفيكم صاحب رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم وابن سيد
المسلمين يعنى ابن عمر فقلوا لا ابن عمر انت
فقال لست بصاحبكم ولكن اولو الكلام ابن
الذبير يكفكم قالوا انت يا ابن الذبير قال نعم
ان اعطيتمونى عهدكم ومواثيقكم ان لا
تخالفونى كفتيكم الرجل فلک ذلك فخرج
الاذن فاذن لهم قد خلوا.

فتكلم معاوية فحمد الله واثنى عليه ثم
قال لقد علمتم سيرتى فيكم وصلتى
لارحامكم وصفحى عنكم وحملى لما يكون
منكم ويزيد ابن امير المؤمنين اخوكم وابن
عمكم واحسن الناس لكم رايا وانما اردت ان
تقدموه باسم الخلافة وتكونوا التم الذين
تنزعون وتومرون وتجبون وتقسمون لا يدخل
عليكم فى شئى من ذلك فسكت القوم فقال
الاتجيبونى ؟ فسكت القوم فقال الاتجيبونى
نى فسكتوا فاقبل على ابن الذبير فقال هات
يا ابن الذبير فانك لعروى صاحب خطبة

القوم فقال نعم يا امير المؤمنين اخيرك، بين
 ثلاث خصال ايها اخذت فهي لك رغبة، قال
 لله ابوك اعرضهن. قال ان شئت صنعت ما
 صنع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
 وان شئت صنعت ما صنع ابو بكر فهو خير
 هذه الامة بعد رسول الله صلى الله عليه وآله
 وسلم وان شئت صنعت ما صنع عمر فهو خير
 هذه الامة بعد ابو بكر قال الله ابوك :
 ما صنعوا؟ قال قبض ارسول الله صلى الله
 عليه وآله وسلم فلم يستخلف احدا فارضى
 المسلمون ابا بكر. فان شئت ان تدع امر هذه
 الامة حتى يقضى الله فيه قضاءه فيختار
 المسلمون لانفسهم فقال: ايه ليس فيكم اليوم
 مثل ابي بكر واني لا آمن عليكم الاختلاف
 قال: قاصنع كما صنع ابو بكر عهد الى رجل
 من قاصية قريش ليس من نبي ابيه
 فاستخلفه قال لله ابوك الثالثة؟ قال تصنع
 ما صنع عمر جعل الامر شورى في سنة نفر
 من قريش ليس احد منهم من ولد ابيه
 قال: عندك غير هذا؟ قال: الا قال: فانتم؟ قالو
 اونحن ايضا قال: اما لا فاني اجبت ان اتقدم
 عليكم، انه قد اعذر من اندروان كان يقوم
 القائم منكم انى فيكذب نبي على رؤس الاشهاد

فاحتمل له ذلك وانى قائم بمقالة فان
صدقت فلى صدقى وان كذبت فعلى كذبى
وانى افسكم با لله لكم لئن رد على النسان
منكم لا ترجع اليه كلمته حتى يسبق الى
راسه ثم دعا بصاحب حرسه فقال: اقم على
كل رجل من هولاء رجلين من حرسك فان
ذهب رجل يرد على كلمة بصدق او كذب
فليضرب باه بسيفيهما ثم خرج وخرجوا معه
حتى رقى المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال
ان هولاء الرهط سادة المسلمين وخدامهم لا
نسبند بامر دونهم ولا تقضى امرا الا عن مشور
تهم وانهم ارتضوا وباعوا ليزيد ابن امير المو
منين من بعده فبايعوا باسم الله فضربو
اعلى يده ثم جلس على راحتله وانصرف
فلقيهم الناس فقالوا لوزعتم فلما ارضيتم و
حسببتم فعلتم قالوا: انا والله ما فعلنا قالوا:
فما منعكم ان تردوا على الرجل از كذب؟
ثم بايع اهل المدينة والناس: ثم خرج الى
الشام

العواصم من القواصم ۲۲۲

وہب ہی سے تیسری سند کے ساتھ اس طرح

مروی ہے جب امیر معاویہ نے وادی بطن مر سے مکہ

معظمہ جانے کا ارادہ کیا تو محافظ کو بلا کر کہا کہ حفاظتی
 دستہ میں سوائے خاص آدمیوں کے کوئی دوسرا شخص سا
 تھ نہ چلے پس اکیلے ہو کر چلنے لگے حتیٰ کہ جب وادی
 اراک کے درمیان پہنچے تو حسین ابن علی سے ملاقات
 ہوئی امیر معاویہ نے رک کر کہا اے بنت رسول کے
 بیٹے اور مسلمان نوجوانوں کے سردار ہلاؤ سہلاً مرحبا پھر
 ساتھیوں کو کہا ان کے لئے سواری لاؤ تو ایک ترکی
 گھوڑا لایا گیا جس پر آپ سوار ہو گئے پھر عبد الرحمن
 بن ابوبکر آئے تو امیر معاویہ نے کہا اے سردار قریش
 اور بزرگ اور اس امت کے صدیق کے بیٹے خوش
 آمدید اور کہا کہ ان کے لئے بھی سواری لاؤ تو انہیں
 بھی ترکی گھوڑا پیش کیا گیا اور وہ بھی سوار ہو گئے پھر
 عبد اللہ بن عمر آئے تو انہیں بھی امیر معاویہ نے خوش
 آمدید اور مرحبا کہا اور سواری پیش کی پھر عبد اللہ بن
 زبیر آئے تو امیر معاویہ نے کہا کہ اے ابن حواری
 رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق کے بیٹے اور
 رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کے پوتے
 اہلاً وسہلاً پھر ایک سواری طلب کی گئی اور وہ بھی سوار ہو

گئے پھر ان کے سوا کسی آدمی کو ساتھ نہ ملایا اور سب چلتے ہوئے مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے یہ لوگ سب سے پہلے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور سب سے آخر پر وہاں سے نکلے اس دوران امیر معاویہ کی طرف سے انہیں تحائف وغیرہ بھی پیش ہوتے رہے۔

امیر معاویہ نے فراغت حج تک ان کے سامنے اپنا ارادہ ظاہر نہیں کیا اور پھر جب سامان سفر باندھ کر شام کی تیاری ہونے لگی تو ان حضرات میں سے بعض نے بعض کو کہا کہ اے قوم دھوکے میں نہ رہنا معاویہ نے یہ سلوک تمہاری بزرگی یا محبت کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ یہ سب سے کچھ مطلب براری کی ابتدا ہے لہذا اس کا جواب ابھی سے سوچ لو چنانچہ سب سے پہلے حسین علیہ السلام ابن علی سے کہا گیا کہ اے ابو عبد اللہ اس کا جواب آپ دیں گے آپ نے فرمایا تم میں سرداران قریش اور بزرگ موجود ہیں اس کا نہیں زیادہ حق ہے تو پھر انہوں نے عبد الرحمن بن ابوبکر سے کہا کیا آپ جواب دیں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور مسلمانوں

کے سردار کے بیٹے ہیں ان سے کہو پھر جب عبداللہ بن عمر سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں کام نہیں کر سکتا آپ لوگ یہ کام عبداللہ بن زبیر سے کہا گیا تو انہوں نے کہا میں یہ کام مشروط طور پر کر سکتا ہوں اگر آپ لوگ وعدہ کریں کہ میرے جواب کی مخالفت نہیں کی جائے گی تو میں بات کر لوں گا چنانچہ سب نے بلا تفاق وعدہ کر لیا کہ ہم تمہاری مخالفت نہیں کریں گے ابھی یہ بات ختم ہی ہوئی تھی کہ امیر معاویہ نے انہیں بلا بھیجا اور جب یہ لوگ اندر گئے تو امیر معاویہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے آغاز گفتگو کرتے ہوئے کہا تم جانتے ہو کہ میں نے تم سے کس قدر اچھا سلوک کیا ہے؟ میں تم سے ہمیشہ چشم پوشی کرتا رہا ہوں تم لوگوں نے جو بھی بوجھ مجھ پر رکھا میں نے برداشت کیا اور میرا یزید تمہارا بچا زاد اور تمہارا بھائی ہے اور تمہارے متعلق اس کے خیالات بڑے نیک ہیں میرا ارادہ ہے کہ تم اسے خلیفہ کا نام دے دو اور باقی تمام معاملات تمہارے سپرد ہیں گے جسے چاہو رکھو جسے چاہو نکال دو جو چاہو حکم چلاؤ اور جیسے چاہو مال تقسیم کرو

وہ تمہارے معاملات میں دخیل نہیں ہوگا سب لوگ
خاموشی سے یہ گفتگو سنتے رہے تو امیر معاویہ نے کہا تم
لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟

لیکن پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا پھر پوچھا گیا جواب
کیوں نہیں دیتے؟ مگر ادھر خاموشی ہی رہی تو
امیر معاویہ نے ابن زبیر کو متوجہ کر کے کہا اے ابن
زبیر تم ہی بولو بخدا آپ تو خطیب قوم ہیں تو انہوں نے
کہا ہاں اے امیر المؤمنین میں تین باتیں پیش کرتا
ہوں ان میں سے جو چاہو پسند کر لو تو امیر معاویہ نے
کہا ہاں بیان کرو تو انہوں نے کہا اس معاملہ میں اگر
مناسب سمجھو تو وہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے کیا اگر چاہو تو وہ کرو جو ابو بکر نے کیا وہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کے بہترین
آدمی ہیں تو امیر معاویہ نے کہا خدا تیرا پاپ کو جنت
عطا کرے انہوں نے کیا۔

ابن زبیر نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو جنہوں نے خلیفہ
مقرر نہ فرمایا اہل اسلام نے اپنی مرضی سے ابو بکر

صدیق کو خلیفہ بنا لیا اگرچا ہو تو یہ کام امت کی مرضی پر چھوڑ دو یہاں تک کہ منشاءے ایزدی پوری ہو جائے اور مسلمان اپنے خلیفہ کو منتخب کر لیں تو امیر معاویہ نے کہا کوئی اور بات کرو آج تم میں ابو بکر کی مثل کوئی شخص موجود نہیں اور مجھے ڈر ہے کہ اختلاف نہ ہو جائے۔

پھر ابن زبیر نے کہا کہ ایسا کرو جو ابو بکر نے کیا تھا کہ کسی ایسے شخص کو خلیفہ نامزد کر دیا جو قریشی تو تھا مگر ان کے خاندان سے نہیں تھا تو امیر معاویہ نے کہا کہ تیسری بات بیان کرو ابن زبیر نے کہا کہ تیسری بات یہ ہے کہ وہ کرو جو عمر نے کیا انہوں نے یہ معاملہ قریش کے چھ افراد پر مشتمل مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا اور اس شوریٰ میں ان کے گھر کا ایک آدمی بھی نہ تھا۔

﴿حضرت ابن زبیر کے اس جواب کے بعد﴾ امیر معاویہ نے پوچھا کہ اس کے سوا کوئی اور صورت ہو سکتی ہے تو انہوں نے کہا نہیں امیر معاویہ نے پھر دوسرے لوگوں سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا بھی یہی خیال ہے تو امیر معاویہ نے کہا جو تمہاری مرضی ہے کرو اگر میری بات نہیں مانتے تو نہ سہی

حالانکہ میں تمہیں ترقی دینا چاہتا ہوں اور میں نے تم کو
انتباہ کر کے اتمام حجت کر دیا ہے اگر تم میں سے کسی
شخص نے بھی برسرعام میری بات کو جھٹلائی کی تو
اس کا انتظام ہمیں کر لوں گا میں ایک بات کرنے
والا ہوں اگر سچ بولوں گا تو اس اجر کا مجھے ملے گا اور اگر
جھوٹ بولوں گا تو اس کا گناہ میری گردن پر ہوگا اور
میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم لوگوں میں سے
کسی ایک نے بھی میری بات کو جھٹلایا تو اس کے بات
کرنے سے پہلے اس کا سر اس کی گود میں گرے گا۔

پھر اس نے اپنے محافظ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ان میں سے
ہر ایک آدمی کے سر پر اپنے دو دو آدمی مسلط کروادو اگر
ان میں سے کسی شخص نے میری بات خواہ وہ جھوٹی ہو یا
سچی قطع کرنے کی کوشش کی تو وہ دونوں اس کی گردن
علیحدہ کر دیں پھر امیر معاویہ اور وہ سب لوگ باہر آئے
امیر معاویہ نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ تبارک
وتعالیٰ کی حمد و ثنائیاں کی اور کہا کہ یہ لوگ مسلمانوں
کے سردار ہیں اور بزرگ ہستیاں ہیں ہم کوئی کام ان
کے مشورے کے بغیر نہیں کرتے اور نہ ہی کوئی کام ان

کی مرضی کے بغیر کرنا چاہتے ہیں یہ سب لوگ خوش
ہیں اور انہوں نے میرے بیٹے یزید کے لئے بیعت کر
لی ہے لہذا تم بھی خدا کا نام لیکر اس کی بیعت کرو
چنانچہ لوگوں نے مسلسل بیعت شروع کر دی اور پھر
امیر معاویہ کے لئے سواری لائی گئی بعد ازاں
﴿عبداللہ بن زبیر وغیرہ﴾ کو لوگ ملے اور انہوں نے
کہا پہلے تم ایسی باتیں کرتے تھے پھر جب امیر معاویہ
نے تمہیں تحفے تجائف دیئے تو تم نے بیعت کر لی،
انہوں نے کہا واللہ ہم نے بیعت نہیں کی تو لوگوں نے
کہا جب امیر معاویہ نے جھوٹ بولا تھا تو تم نے اس
وقت اس کی مخالفت کیوں نہیں کی پھر مدینہ والوں اور
دوسرے لوگوں نے بیعت کر لی اور امیر معاویہ کا سفر
شام شروع ہو گیا۔

ابو بکر ابن عربی کی بو قلمبونیاں

ابو بکر ابن عربی نے یہ تمام روایات بیان کرنے کے بعد اپنے

فلسفیانہ انداز سے جو بو قلمبونیاں دکھائی ہیں وہ اسی کا حصہ ہیں۔

قارئین علامہ ابن خلدون کے تعارف میں پڑھ آئے ہیں کہ ابو بکر

ابن عربی کا موقف اسی معاملہ میں قطعی طور پر غلط ہے اور اس نے مسئلہ کو سمجھنے میں سخت ٹھوک رکھائی ہے۔ بہر حال ابن عربی ان روایات کو درج کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ امیر معاویہ نے افضل امر کو چھوڑ دیا اس کو چاہیے تھا کہ خلافت کے معاملہ کو شوریٰ کے سپرد کر دیتا اور قریبوں میں سے کسی کو مخصوص نہ کرتا چہ جائیکہ اپنے بیٹے ہی کو چن لیتا اور اسے زبیر ہی تھا کہ ترک اور فعل میں عبد اللہ ابن زبیر کے مشوروں پر عمل کرتا۔ وہ اپنے بیٹے کی حکومت کی جانب مائل ہوا اور اس کے لئے بیعت کا ارادہ کیا جس نے بیعت کرنا تھی کر لی اور جس نے نہ کرنا تھی نہیں کی بہر حال شرعاً بیعت ہو گئی کیونکہ بیعت ایک یا دو آدمیوں کے کر لینے سے بھی منعقد ہو جاتی ہے۔ متن یہ ہے۔

الا انا نقول ان معاویة ترک الافضل فی ان
 یجعلها شوریٰ والایخص بها احد من قرابته
 فکیف ولدا و ان یقتدی بما اشار به عبد اللہ بن
 زبیر فی الترمک أوالفضل فعدل الی ولانة
 ابنة وعقد له البیعة وبائعہ الناس وتخلف
 عنها من تخلف فانعدت البیعة شرعا لانها
 تنعقد بواحد وقیل باثنین

دو گواہ لاؤ

پھر اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ اگر کہا جائے کہ یزید عادل نہیں تھا تو میں پوچھتا ہوں یہ کیسے معلوم ہوا۔ پھر لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ یزید شرابی تھا تو میں کہوں گا دو گواہ پیش کرو۔

چونکہ ابو بکر ابن عربی کو قاضی بھی کہتے ہیں اس لئے وہ گھر کی عدالت لگا کر بات بات پر گواہ طلب کرتے ہیں حالانکہ ایک دو نہیں مدینہ منورہ کے ایک پورے گروہ نے اس کے شرابی ہونے کی گواہی دی تھی تو اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑی تھی

بہر حال یہ مسئلہ آئندہ اوراق میں بالوضاحت پیش کیا جائے گا اور قاضی صاحب کے حضور صرف دو ہی نہیں بلکہ کئی شہادتیں پیش کر دیں گے یہاں تو یہ بتانا ہے کہ قاضی صاحب نے ان تمام روایات کو باطل قرار دینے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:-

روایات باطل ہو گئیں

امام بخاری نے ایک واضح باب لکھا ہے جو راہ صواب پر ہے انہوں نے اپنی صحیح میں وہ روایتیں درج کی ہیں جو ان سب روایتوں کا ابطال کرتی ہیں۔

روایت ہے کہ امیر معاویہ نے خطبہ دیا اور ابن عمر اس میں حاضر

تھے جیسا کہ بخاری نے عکرمہ بن خالد کے واسطے سے ابن عمر سے روایت بیان کی ہے انہوں نے کہا۔

میں ام المومنین جناب حفصہ کے پاس گیا آپ غسل فرما کر آئی تھیں اور بالوں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ آپ دیکھ رہی ہیں اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے اور میرے لئے تو اس میں کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی تو انہوں نے فرمایا ان کے پاس جاؤ۔

وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر تم نہ گئے تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تفرقہ نہ پڑ جائے پھر حضرت حفصہ نے ان کو بھیج دیا۔

تو امیر معاویہ نے خطبہ دیا جو آدمی اس معاملہ میں گفتگو کرنا چاہے وہ سامنے آجائے ہم اس معاملہ میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ مستحق ہیں۔ تو حبیب بن مسلمہ نے عبد اللہ بن عمر سے کہا پھر آپ نے اس کو جواب کیوں نہیں دیا۔

تو حضرت عبد اللہ نے فرمایا میں نے اپنی چادر اتار کر ارادہ کیا کہ اس کو جواب دوں کہ اس چیز کا تم سے زیادہ حق دار وہ ہے جس نے اسلام کے لئے تجھ سے اور تیرے باپ سے جنگیں لڑیں۔

پھر مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ اس بات سے امت میں تفرقہ پیدا ہوگا اور خونریزی ہوگی نیز میری بات کا غلط مطلب لیا جائے گا تو میں نے جنت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کیا تو حبیب نے کہا کہ آپ بیچ گئے۔

وقد حسم البخارى الباب ونهج جادة الصواب
 فروى فى صحيحه ما يبطل جميعه زال متقدم
 وهو ان معاوية خطب وابن عمر حاضر فى
 خطبة فيما روى البخارى، عن عكرمة بن
 خالد ان ابن عمر قال دخلت على حفصة ونا
 ساتها تنطف، قلت كان من الامر ما ترين،
 فلما يجعل لى من الامر شى، فقالت الحق فا
 نهم ينتظرونك

﴿العوامم من القوامم ص ۲۲۲﴾

واخشى ان يكون فى احتباسك عنهم فرقة
 فلم تدعه حتى ذهب فلما تفرق الناس خطب
 معاوية فقال من كان يريد ان يتكلم فى هذا الا
 مر فليطلع لنا قرنه فلنحن احق به منه ومن
 ابيه، قال حبيب بن مسلمة فهلا احببته؟ قال
 عبد الله، فحملت حبوتى، هممت ان اقول
 احق بهذا الامر منك من قاتلك واياك
 على الاسلام فخشيت ان اقول كلمة تفرق
 بين الجمع وتسفك الدم ويحمل عنى غير
 ذلك، فذكرت ما اعد الله فى الجنان، فقال
 حبيب حفظت وعصمت

﴿العوامم من القوامم ص ۲۲۲﴾

اور بخاری نے روایت کی ہے کہ جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت کو توڑا تو عبداللہ بن عمر نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ بروز حشر ہر غدار کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا

اور میں نے اللہ اور رسول کے لئے یزید کی بیعت کی تھی اور میں اس سے بڑی کوئی غداری نہیں سمجھتا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے لئے ایک آدمی کی بیعت کریں اور پھر اس سے لڑنے لگیں اور جس شخص سے بیعت یزید کو توڑا ہے اس کا اور میرا فیصلہ ہوگا۔

وروی البخاری۔ ان اهل المدينة لما خلفوا يزيد
بن معاوية جمع ابن عمر حشمه وولده وقال۔
انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم

يقول ينصب لكل غادر لواء يوم القيا
مة وانا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله
ورسوله وانى لا علم غدرا اعظم من ان نبايع
رجلا على بيع الله ورسول ثم ننصب له
القتال وانى لا اعلم احدا منكم خلفه ولا بايع
فى هذا الا لمر الا كانت الفيصل بينى وبينه

﴿العواصم من القواصم ص ۲۲۳-۲۲۵﴾

ہائے اے مجبوری

یہ دونوں روایات پیش کرنے کے بعد ابن عربی بڑے کرب کے ساتھ لکھتا ہے۔

اے اہل اسلام بخاری کی یہ روایت بھی دیکھو اور پہلی روایتوں کو بھی دیکھو جن میں کہا گیا ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے بیعت نہیں کی تھی اور معاویہ نے ویسے ہی کہہ دیا تھا کہ عبد اللہ بن عمر نے بیعت کر لی تھی

پھر اپنے محافظ کو کہا کہ اگر یہ میری بات نہ مانے تو اس کی گردن مار دینا اور بخاری میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت پر بیعت یزید کی ہے۔

ان روایات کا آپس میں تضاد دیکھو اور سلامتی کے لئے راجح روایت کو قبول کرو اور صحابی کرام اور تابعین کے معاملہ میں احتیاط کرو جب خدانے تمہیں اس فتنہ سے بچالیا اور تم نے اسے دیکھا بھی نہیں تو تم ان لوگوں سے کیوں ہوتے ہو جو اپنی زبانوں سے خوزریزی میں شامل ہو گئے۔ اور زمین سے ان کے گوشت کے ٹکڑے اٹھانے کے بعد کتوں کی طرح ان کا خون چاٹ رہے ہیں اور اب کتوں کو خون چاٹنے کے سوا کیا مل سکے گا۔ متن ملاحظہ فرمائیں:-

فا نظر وامعشر المسلمین الی ماروی البخاری
فی الصحیح حوالی ما سبق ذکرنا له رواۃ

بعضہم ان عبد اللہ بن عمر لم یبائع وان
 معاویة کذب وقال قد بايع ،وتقدم الی حرسه
 یامرہ یضرب عنقه ان کذبه وهو قد قال فی
 رواية البخاری قد بايعنا علی بیع اللہ ورسوله
 وما ینهما من التعارض وخذوا الا ان فسکم بالا
 رجع فی طلب الاسلامیة والخلاص بین
 الصعابة والتابعین فلا تكونوا ولم تشاهدوهم
 وقد عصمکم اللہ من فتنتهم ممن دخل
 بلسانه فی دمائهم . فیبلغ فیها ولوغ الکلب
 بقیه الدم علی الارض بعد رفع الفریسة
 ملحالم یلحق الکلب منها الا بقیة دم سقط
 علی الارض .

پھر آگے چل کر لکھا ہے اس سے ظاہر ہے امیر معاویہ کے قول کی
 تصدیق کر دی جائے کہ معاویہ نے منبر پر کہا تھا کہ ابن عمر نے میری بیعت
 کر لی ہے تو بخاری نے عبد اللہ بن عمر کا اپنا اقرار نقل کر دیا۔
 کہ میں نے یزید کی ہے اور اس کی فرمانبرداری کا وعدہ کیا ہے اور
 وہ بھی اس وقت جب مدینے کے لوگ یزید کے خلاف ہو چکے تھے

فلسفے کی مہر بانی

ایک فلسفی بزرگ کا گھوڑا چوری ہو گیا صبح اٹھ کر ان کو معلوم ہو تو بڑی
 مسرت سے کہنے لگے شکر ہے میں اس گھوڑے پر سوار نہیں تھا ورنہ چور مجھے

بھی چور لے جاتے۔

ایک اور فلسفی صاحب نظام کائنات کی کڑیاں ملانے میں مصروف تھے کڑا کے کی سردی پڑ رہی تھی۔

اور وہ کھلے صحن میں دیوار سے ٹیک لگائے مصروف فلسفہ تھے ان کی اہلیہ محترمہ نے ان کو چند بار اندر لے جانے کی کوشش کی مگر بے سود، نتیجہ صبح آپ کی اکڑی ہوئی لاش موصول ہوئی۔

ہم غیر ضروری باتوں میں الجھنا نہیں چاہتے ورنہ ان حضرات کے لئے ایسے ایسے لطیفے پیش کرتے کہ آپ کو ملا دو پیازہ اور شیخ چلی کی کہاوتیں بھول جاتیں۔

معترکہ کا مذہب بھی شدت فلسفہ کا نتیجہ ہے حالانکہ ان لوگوں کی نیت بری نہیں تھی انہوں نے غیر مسلم فلاسفوں پر اسلام کی عظمت کا سکہ جمانے کے لئے فلسفہ میں ارتقاء حاصل کیا اور جب اس فن میں کمال حاصل ہو گیا تو انہوں نے مسائل شریعہ کو فلسفہ کے تابع کر کے سوچنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سواد اعظم اہل سنت سے علیحدہ ہو گئے۔

یہی حال قاضی ابوبکر ابن العربی کا ہے ذہن میں ایک خیال پیدا ہو اور پھر اس کی کڑیاں ملانا شروع کر دیں اور اپنی ذہنی اختراع کو حقیقت متصور کر لیا۔

اگر یہ بات صرف ان کی سوچ تک رہتی تو نہایت اچھا تھا مگر بد قسمتی

سے انہوں نے اپنی مزعومہ منطق کو نوٹ بھی کرنا شروع کر دیا اور پھر فلسفیانہ انداز فکر کا نتیجہ دہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا یعنی وہ باتیں جو پہلے بیان کی تھیں ذہن سے نکلتی گئیں اور وہ ذہنی مفروضوں کو تحقیق سمجھ بیٹھے۔

قارئین ان کی بیان کردہ دس صفحات پر پھیلی ہوئے روایات پڑھ چکے ہیں جن میں بیعت یزید کے لئے امیر معاویہ کو مختلف مراحل سے گزرنا پڑا اور یہ بھی ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ ان تمام روایات کے ابطال کے لئے انہوں نے آخر پر بخاری شریف کی وہ حدیث بیان کر دی ہے جس میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر یزید کی بیعت کر لی تھی۔

یہ روایت بیان کرنے کے بعد قاضی صاحب نے جو نتیجہ پیش کیا ہے وہ انکے فلسفیانہ ذہن کی پورے طور پر غمازی کرتا ہے۔

یعنی وہ تمام روایات جھوٹی اور غلط محض ہیں جن میں ہے کہ امیر معاویہ نے جناب حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمن بن ابوبکر اور عبداللہ بن عمر سے ملاقات کی تو انہوں نے انکار بیعت کیا۔

تفصیل آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔ اس لئے ہم دوبارہ سے یہ واقعات نہیں دہرائیں گے تاہم چند ضروری نوٹ پیش خدمت ہیں۔

دعویٰ کی دلیل

قاضی صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ روایتیں اس لئے غلط ہیں اور

جھوٹی ہیں کہ ان میں حضرت عبداللہ ابن عمر نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا جبکہ بخاری میں روایت ہے کہ انہوں نے یزید کی بیعت کر رکھی تھی۔

یہ دلیل بے کار ہے

ہم کہتے ہیں کہ پہلی روایت میں صرف عبداللہ بن عمر کی بیعت کا ہی تذکرہ نہیں بلکہ ان کے ساتھ مزید بھی تین بزرگ ہیں اور ان میں سے ایک وہ ہیں جو یزید کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے اور دو وہ ہیں جو آخری دم تک اپنے موقف پر قائم رہے اور انہوں نے بیعت یزید نہیں کی تھی۔

چنانچہ ان چاروں میں سے ایک کا بیعت کر لینا ثابت کر کے ان روایات کو جھٹلانے کا کوئی جواز نہیں ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان تینوں روایات میں تمہاری اپنی تحریر کے مطابق بھی عبداللہ ابن عمر کا کوئی جملہ ایسا نہیں جس سے انہوں نے بیعت یزید سے کھلم کھلا انکار کیا ہو یا امیر معاویہ کے ساتھ اس معاملہ میں بحث کی ہو۔ بلکہ وہ گوگو کی حالت میں ہیں البتہ دوسرے بزرگوں کا واضح انکار موجود ہے۔

ان حالت میں سوائے اس کے کیا سوچا جا سکتا ہے کہ تمہاری یادداشت انتہائی کمزور اور ناقص ہے اور استخراج دلائل کا طریقہ بھی انتہائی بودا ہے۔ لہذا تمہیں یاد دلانے کے لئے تمہاری بیان کردہ پہلی روایتوں میں سے

وہ جملے لکھے جاتے ہیں۔

جن میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا موقف بیان کیا گیا ہے تاکہ تمہارے مقلدین سے ہی کوئی اعتراف حقیقت کر لے۔

اپنے آئینے میں خود کو دیکھیے

پہلی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان

ولكنهم اختاروا والمسلمين حيث علموا
الخيار وانك تجذرى ان اشق عصا
المسلمين ولم اكن لافعل وانسا رجل من
المسلمين فاذا اجتمعوا على امر فانما انا
واحد منهم فخرج ابن عمر

﴿العواصم من القواصم، ص ۲۱۶﴾

حضرت عبداللہ ابن عمر نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا تم سے پہلے بھی خلفاء ہوئے ہیں اور ان کے بیٹے بھی تھے تمہارا بیٹا ان سے اچھا نہیں انہوں نے تو اپنے بیٹوں کے متعلق یہ نہیں سوچا جو تم اپنے بیٹے کے متعلق سوچ رہے ہو بلکہ انہوں نے اس کا اختیار مسلمانوں کو دیا ہے کہ اپنی بہتری سوچیں باقی رہا مجھے نصیحت کرنا کہ میں مسلمانوں میں اختلاف پیدا نہ

کروں تو میں فی الواقع اختلاف نہیں ڈالوں گا اور
دوسرے مسلمانوں کی طرح جس بات پر وہ اتفاق کر
لیں ان کا ساتھ دوں گا اور پھر باہر آگئے

دوسری روایت میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیان۔

خطب معاویہ، فزکر ابن عمر فقال
والله ليبياعن اولاً قتلنا الخ فبلغ الخبر الى
عبد الله بن صفوان، فدخل على ابن عمر
فقال اخطب هذا بكذا؟ قال نعم قال فما تريد
، اتريد قتاله؟ قال يا ابن صفوان والله لو اراد
ذالك لا قاتلنه

﴿العصم من القواصم، ص ۲۱۸﴾

امیر معاویہ نے خطبہ میں کہا کہ اگر ابن عمر نے بیعت
یزید قبول نہ کی تو میں اسے قتل کر دوں گا یہ خیر عبداللہ بن
صفوان کو ملی تو وہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس آئے
اور کہا کہ امیر معاویہ کی بات آپ تک پہنچی ہے؟
انہوں نے کہا ہاں ابن صفوان نے کہا کہ کیا معاویہ
سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہو تو آپ نے کہا لڑائی سے
صبر بہتر ہے۔

تیسری روایت میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیان

فقالوا بن عمر انت افتال لست بصاحبكم
ولكن اولو الكلام ابن الزبير يكفكم

﴿العواصم من القواصم، ص ۲۲۰﴾

حضرت امیر معاویہ نے عبد اللہ بن عمر سے کہا کہ تم
کوئی بات کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کام
نہیں کر سکتا یہ گفتگو عبد اللہ بن زبیر کے سپرد کر دیں وہ
اس معاملہ میں کافی ہیں

قارئین اندازہ فرمائیں کہ ان تینوں روایتوں میں کونسا جملہ ایسا ہے
جس سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت
یزید سے انکار کیا ہو بلکہ بخاری کی روایت سے ان میں سے دوسری روایت کی
تصدیق ہوتی ہے

کہ جب ابن عمر کے متعلق امیر معاویہ نے یہ کہا کہ اگر اس نے
بیعت نہ کی تو اسے قتل کر دیا جائے گا تو آپ نے اپنی ہمشیرہ ام المومنین
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں تمام حالات پیش فرمائے تو انہوں
نے اس قتل و غارت گری سے بچانے کے لئے آپ کو مشورہ دیا جا کر یہ اعلان
کرد کہ مجھے یہ بیعت منظور ہے چنانچہ انہوں نے اس بیعت کو قبول کر لیا۔

اگرچہ یہ درست ہے کہ انہوں نے بیعت یزید کی تھی اور اپنے عہد پر
آخر تک قائم بھی رہے تھے تاہم بخاری کی اس روایت سے اتنا ضرور واضح ہو

جاتا ہے کہ اس سے پہلے ضرور کوئی ایسی بات ہوئی تھی جس سے پریشان ہو کر حضرت عبداللہ بن عمر ام المومنین سیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور صاف ظاہر ہوتا ہے

کہ آپ اپنے ان تینوں ساتھیوں حضرت امام حسین علیہ السلام، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ تھے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ چونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے بیعت کر لی تھی اس لئے ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں جس میں امیر معاویہ نے ان سب کے بیعت کر لینے کا شوشہ چھوڑ کر دوسروں کو بیعت کر لینے پر رضامند کر لیا تھا محض فلسفیانہ فلا بازیاں ہیں۔

یہ تو تصدیق ہے

بخاری کی یہ روایت قطعی طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ امیر معاویہ نے ان لوگوں دھمکی وغیرہ دے کر لوگوں سے علیحدہ رکھا اور اپنا اعلان کر لینے کے بعد اسی حال میں سب کو چھوڑ کر واپس آگئے۔

البتہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کی مزید دھمکی سن کر بیعت کر لی اور ان تینوں روایات کے درست ہونے میں بخاری کی روایت مانع نہیں ہے بلکہ ان کی تصدیق و تائید کرتی ہے اور ان کے راوی جناب وہب بخاری کے معتبر راویوں سے ہیں۔

لہذا قاضی ابوبکر ابن العربی صاحب نے ان روایتوں کو باطل قرار دیتے وقت ہرگز یہ نہیں سوچا کہ ان میں کوئی ایسا جملہ نہیں ہے جس سے بخاری کی روایت میں تعرض پیدا ہوتا ہے

بلکہ خواہ مخواہ شور مچانا شروع کر دیا ہے کہ اس بات کو مان جائیے جدھر بخاری ہے، اور اس کا انکار کر دیجیے جس میں بخاری کے سوا کوئی دوسرا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ چلو ہم بخاری کی بات مان لیتے ہیں بخاری ہی میں کوئی ایسی روایت دکھا دو جس میں ہو کہ حضرت امام حسین، حضرت عبد اللہ ابن زبیر، اور حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر نے یزید کی بیعت کر لی تھی جبکہ امیر معاویہ کی بات سے انکار ان ہی لوگوں نے ہی کیا تھا اور عبد اللہ بن عمر تو پہلے ہی سب کچھ تسلیم کئے بیٹھے تھے۔

بہر حال عبد اللہ بن عمر کے بیعت کر لینے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پہلی روایات جھوٹی ہیں۔ جن میں حضرت امیر معاویہ نے دوسرے حضرات سے بیعت لینے کی کوشش کی تو انہوں نے صاف صاف انکار کر دیا اور اس بیعت کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت خلافت راشدہ کے خلاف قرار دیتے ہوئے دین میں ایک کھلی بدعت قرار دیا اور اس کی بیعت کو ہرگز شرعی بیعت نہیں کہا جاسکتا جو حکومت اور تلوار کے زور پر لی۔

عبد اللہ ابن عمر کا اجتہاد

قاضی ابوبکر ابن العربی کی تقلید میں عباسی وغیرہ اور اس کے پس خور دوں نے اس بات پر بڑا زور دے رکھا ہے کہ جب عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی اور صحابی زادے نے بیعت یزید کو برضا و رغبت قبول کر لیا اور آخر تک اپنے عہد پر قائم رہے تو پھر یزید کی خلافت حقہ پر کیسے اعتراض کیا جاسکتا ہے؟

یہ البتہ ایک سوال ہے جسے ایک واضح دلیل کا نام دیا جاسکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس دلیل کے بل بوتے پر یزید خلیفہ راشد اور اس کی کسرانی امارت کو خلافت راشدہ کا نام دیا جاسکے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر کے بیعت کر کے اور اس پر قائم رہنے سے یزید پلید فرشتہ ہرگز نہیں بن سکتا بلکہ وہ وہی یزید ہے جو جمہور اہل اسلام کے نزدیک فاسق و فاجر اور ظالم بادشاہ تھا۔

اس لئے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ذاتی اجتہاد تھا اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس ایک اجتہاد کے علاوہ آپ کے اور بھی متعدد اجتہادات ایسے ہیں جو حجت قرار نہیں پاتے۔

ابن العربی اور عباسی وغیرہ نے یہ روایت بھی بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے درج کر رکھی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس وقت

جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بلوائیوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ اپنے آپ کو اس فتنہ سے بالکل بچائے رکھا

اور اس واقعہ میں کسی قسم کا کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ اور یہ روایت بھی بڑے زور و شور سے بیان کر رکھی ہے کہ جب جنگ صفین ہوئی تو باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت خلافت کر لینے کے آپ نے جنگ میں حصہ لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں مسلمانوں پر تلوار اٹھانا نہیں چاہتا۔

ہمیں ان روایات کو قبول کر لینے میں ہرگز تامل نہیں مگر ہم بصد احترام ابن عربی سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ تم نے حضرت عبد اللہ ابن عمر کا موقف بھی پیش کیا ہے کہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی امیر کی بیعت سے علیحدہ نہیں رہنا چاہتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت سے علیحدہ ہو کر مرنے والا جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

اور یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں کہ جب کسی شخص کی خلافت پر لوگوں کا اجماع ہو جائے تو اس پر خروج کرنے والے کو قتل کرنے کے لئے تم تلوار اٹھا لو اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بیعت کر رکھی تھی اور حضرت علیؑ کی بیعت قائم ہو چکی تھی کیونکہ ایک یا دو آدمیوں کے بیعت کر لینے سے بھی بیعت ہو جاتی ہے

اب جبکہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے حضرت عثمان غنیؓ سے بیعت کر رکھی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق ان پر بلوہ کرنے والوں کے خلاف تلوار کیوں نہ اٹھائی۔

اور پھر جب آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت کر رکھی تھی تو آپ نے امیر معاویہ کے خلاف تلوار کیوں نہ اٹھائی اور جنگ صفین میں شرکت کرنے سے پہلو تہی کی۔

اگرچہ آپ کا ان دونوں مقامات پر خاموشی سے ایک طرف ہو رہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے سراسر خلاف ہے جس میں تسلیم شدہ امیر کے مخالف کی گردن اڑا دینے کا حکم ہے۔

تاہم یہ آپ کا اجتہاد ہی کہلائے گا اور آپ نے اس روایت سے احتجاج کیا ہے جس میں ہے کہ مسلمان بھائی کا خون نہ بہاؤ۔ مگر آپ کا یہ اجتہاد پوری امت کے لئے حجت نہیں ہو سکتا ورنہ جنگ صفین میں طرفین کے موقف کو باطل قرار دینا پڑے گا۔

کیسے کیسے اجتہاد

یہی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ ابن عمر کے بیسیوں ایسے اجتہادات کتب احادیث میں موجود ہیں جو مسلمانوں کے لئے قطعی طور پر حجت نہیں مثلاً بخاری شریف میں ہی یہ ایک روایت موجود ہے

کہ جب آپ سے جہاد ترک کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا اسلام کے یہ پانچ ہی ارکان ہیں۔ توحید و رسالت پر ایمان۔ پانچوں نمازیں، رمضان المبارک کے روزے، ادائے زکوٰۃ اور حج بیت اللہ شریف

عن نافع ان رجلا اتى ابن عمر فقال يا عبد الرحمن ما حلتك على ان تتجعا ما وتعتمر عا وتترك الجهاد في سبيل الله قد علم ما رعب الله فيه قال يا ابن اخي بنا لا سلام على خمس، ايمان بالله ورسوله، والصلوة الخمس وصيام رمضان واداء زكوة وحج البيت

﴿بخاری جلد دوم، ص ۲۳۸﴾

اسی طرح جب آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں قتال کرنے لگیں تو ان میں صلح کرادو اور پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس سے لڑائی کرو جو زیادتی کرتا ہے تو حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی بات ہے اس وقت مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی اور یہ حدیث بھی بخاری شریف میں ہی موجود ہے بلکہ مندرجہ بالا روایت ہی کا ایک حصہ ہے۔

متن ملاحظہ ہو:-

قال يا ابا عبد الرحمن الاتسع ما ذكر اله في
كتابه وان طائفان من المومنين اقتلو
فاصلح ابينهما، الخ الى امر الله ج
وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة قال فعلنا على
عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
وكان الاسلام قليلا

﴿بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۲۸﴾

اسی طرح حضرت عبد اللہ ابن عمر کے ساتھ سے بھی زیادہ اجتہاد
ایسے ہیں جو جمہور اہل اسلام کے لئے ناقابل قبول ہیں مثلاً آپ بیت اللہ کی
طرف رخ کر کے پیشاب کرنا جائز قرار دیتے ہیں جبکہ کوئی آڑ موجود ہو۔
ہم زیادہ تفصیل میں نہیں جائیں گے اور نہ ہی یہ ہمارا مقصد ہے کہ
بات کو خواہ مخواہ طول دے دیا جائے۔

چونکہ قارئین کی اس خلش کو دور کرنا ضروری امر تھا اس لئے چند
باتیں بتادی گئی اجتہاد روایات کی روشنی میں کیا جاتا ہے کسی بھی صحابی پاس
جو روایت موجود ہو اس کا اجتہاد اسی کے مطابق ہوگا۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام فرامین کا حصر آپ کا کوئی
بھی صحابی نہیں کر سکا تھا اس لئے یہ صورت پیدا ہوئی اور ضروری نہیں کہ ہر
اجتہاد دوسروں کے بھی لائق عمل یا حجت ہو کیونکہ اجتہاد میں غلطی کا امکان ہے

چنانچہ انہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب کہا کہ اہل میت کی آہ و
بقا سے میت پر عذاب ہوتا ہے

تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا نہیں، خدا کی قسم نہیں
بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات کفار کے لئے فرمائی ہے
کہ ان کے مردے پر عذاب ہو رہا ہوتا ہے اور یہ اس پر روپیٹ
رہے ہوتے ہیں عبداللہ بن عمر نے جھوٹ نہیں بولا مگر اس کو یا تو سماع میں
غلطی ہوئی یا اس سے سہواً ہو گیا ہے۔

قال لما بلغ عائشة قول عمر وابن عمر قالت
انکم لتحد ثونی عن غیر ولا مکذیبین ولكن
السمع یخطئی۔

دوسری روایت میں ہے۔

فقال عائشہ یغفر اللہ لابی عبد الرحمن اما
انه لم یکذب ولکنه نسی او اخطاء

﴿مسلم شریف جلد اول، ص ۳۰۳﴾

عز میت یا رخصت

بہر حال اس مسئلہ کو انہیں الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن
عمر رضی اللہ عنہما طبعاً بجائے ہنگامہ خیر زندگی حجرہ نشینی کو زیادہ پسند فرماتے
تھے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ نے بجائے تب و تاب جاودانہ اور

مقام عزیمت کے مقام رخصیت کو اپنا رکھا تھا اور خواہ کتنا ہی اہم موقع کیوں نہ ہو جدال و قتال سے پرہیز کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری لمحات میں چھ افراد میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا لینے کے لئے وصیت فرمائی تو ساتویں امیدوار کے طور پر آپ کی خدمت میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا نام بھی پیش کیا گیا۔

مگر آپ نے اس مشورہ کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا کہ میں کسی ایسے شخص کو خلافت کی ذمہ داریوں کے اہل کس طرح سمجھ سکتا ہوں جو اپنی بیوی کو ٹھیک طریقے سے طلاق بھی نہ دے سکتا ہو۔

﴿طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۴۶﴾

بتایا یہ جا رہا تھا کہ جناب عبداللہ بن عمر فطرتاً جدال و قتال سے پہلو تہی کرتے تھے اور مجتہد فی الدین تھے ان کے سامنے اطاعت امیر کی ایسی ہی روایات تھیں جن کے پیش نظر انہوں نے بیعت یزید کر بھی لی اور پھر اسے توڑنے سے انکار کر بھی دیا۔

مگر ان کا یہ اجتہاد عالم اسلام کے لئے ناقابل قبول نہیں تھا خاص طور پر اہل مدینہ جن میں صحابی بھی تھے اور صحابہؓ اذی بھی اور ان کے مقدس نفوس نے جب دمشق میں جا کر خود تصدیق کر لی کہ یہ یزید فسق و فجور میں پورے طور پر مبتلا ہے اور یہ خبر پوری تصدیق کے ساتھ مدینہ منورہ میں پہنچ گئی

تو انہوں نے اس بیعت کے پر نچے اڑادیئے اور اسے بھی اجتہاد ہی کہا سکتا ہے

چنانچہ تمام اہل مدینہ کا یہ اجتہاد تھا کہ فاسق و فاجر اور تارک نماز آمر کے خلاف آواز اٹھانا ضروری ہے اور عبد اللہ ابن عمر کا یہ اجتہاد کہ جب ایک شخص کی بیعت کر لو تو جب تک وہ مرتد ہو کر دارہ اسلام سے نکل نہ جائے اس کی اطاعت کرو!

مگر اس بات پر آپ نے یہاں بھی عمل نہیں کیا کہ امیر کے خلاف جو شخص بھی خروج کرے اس کی گردن اڑادو اور نہ ہی آپ نے اس پر اس وقت عمل کیا جب امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے کوفہ کو روانہ ہوئے تھے حالانکہ پوری حدیث پر عمل اسی صورت میں ہو سکتا تھا

کہ آپ یزید کی حمایت میں امام حسین سے بھی لڑائی کرتے اور واقعہ ترہ کے وقت اہل مدینہ پر بھی تلوار اٹھاتے۔

مگر آپ اپنی طبیعت کے موافق ہر مقام پر لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرتے رہے اور خونریزی سے بچتے رہے اور آخر میں اس احتیاط اور سلامت روی کے باوجود بھی حضرت عبد اللہ بن زبیر کے دور خلافت میں حجاج بن یوسف کے ایک فوجی نے آپ کو زہر آلود نیزہ سے شہید کر دیا۔

انا لله وانا اليه راجعون

کیا یہ بیعت خلافت ہے

قارئین کو اچھی طرح یاد ہوگا کہ امیر معاویہ نے یزید پلید کے لئے حجاز مقدس میں کون کون سے حربے استعمال کئے کیا اس بیعت کو خلافت راشدہ کی بیعت کہا جاسکتا ہے؟

ہرگز نہیں کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی گفتگو سے امیر معاویہ کو لاجوب کر دیا تھا اور ان پر ثابت کر دیا تھا کہ یہ بیعت اسلامی بیعت نہیں اور بالآخر امیر معاویہ نے ان سے مایوس ہو کر لوگوں میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ ان سب نے بیعت کر لی ہے لہذا تم بھی بیعت کر لو۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر نے بھی اس بیعت کو غلط قرار دیا تھا کہ لڑائی بھگڑے سے بچنے کے لئے یہ اقرار کر لیا کہ اگر لوگوں نے تمہاری بات مان لی تو میں انکار نہیں کروں گا۔

اور ان روایات کے علاوہ شارحین بخاری نے یزید کی بیعت کو توڑنے کے قول ابن عمر کی تشریح میں جو لکھا ہے اس میں بیعت کرنے کا واقعہ اس طرح درج ہے

کہ جب امیر معاویہ نے عبداللہ بن عمر سے یزید کے لئے بیعت لینا چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں دو امیروں کی بیعت کیسے کر سکتا

ہوں تو امیر معاویہ نے انہیں ایک لاکھ درہم بھیج دیا اور آپ نے قبول کر لیا۔
اور پھر جب امیر معاویہ فوت ہوئے تو یزید کو آپ نے خط لکھ دیا کہ:-

﴿مجھے تیری بیعت قبول ہے﴾

عن نافع ان معاویہ ارادا ان یرسل علی بن
یبالع لیزید فابى وقال لا ابائع الامیرین
فارسل الیہ معاویة بمائة الف درهم فاخزها
فرس الیہ رجلا فقال له ما یمنک ان
تبایع؟ فقال ذالک ذالک یعنی عطاء ذالک
السال لاء جل وقوع السبائعة ان دینی عندی
اذا الرخید فلما مات معاویة کتب ابن عمر الی
یزید۔

﴿فتح الباری شرح بخاری جلد ۵، ص ۱۲۷﴾

یہی نسلخہ

یہ نسخہ جناب امیر معاویہ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے لئے
بھی استعمال کیا تھا مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور اس پیش کش کو مسترد کرتے
ہوئے فرمایا کہ میں دنیا کے بدلے دین فروخت نہیں کروں گا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی الاصابہ ابن عبدالبر الاستیاب میں اس
حقیقت کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

زہیر بن عبداللہ بن نافع سے روایت ہے کہ امیر معاویہ نے لوگوں

کو بلا کر یزید کی بیعت کے لئے خطبہ دیا، پھر حسین ابن علی، عبد اللہ ابن زبیر اور عبد الرحمن بن ابی بکر سے کلام کیا تو عبد الرحمن بن ابوبکر نے فرمایا کہ یہ ہر قلیہ طریقہ ہی کہ ایک قیصر کے مرنے پر دوسرا قیصر تخت نشین ہوتا رہا ہے۔

خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہوگا اور عبد العزیز نے زہری کی سند سے بیان کیا کہ امیر معاویہ نے واپس آ کر ایک ہزار دینار عبد الرحمن بن ابی بکر کے پاس بھیجا تو انہوں نے واپس کر دیا اور فرمایا!

کہ میں دنیا کے بدلے دین فروخت نہیں کرتا اور پھر مکہ معظمہ میں چلے گئے اور یزید کی بیعت مکمل ہونے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے وصال کی خبر پہنچی تو آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئیں اور ان کے مزار پر روتی رہیں۔
متن یہ ہے:-

واخرج الزبير عن عبد الله بن نافع قال خطب
معاوية فدعا الناس الى بيعة يزيد فكلّمه
أحسين بن علي وابن ابي بکر وعبد الرحمن بن
ابى بکر فقال له عبد الرحمن اهر قليّة كلما
مات قيصر كان قيصر مكانه لا تفعل والله
ابدا ولبسندة له عبد العزيز الزمري قال بعث
معاوية الى عبد الرحمن بن ابي بکر بعد ذلك
الف دينار فردها وقال لا ابيع ديني بدنياي
رخرج الى مكة فمات بها قبل ان تتم بيعت

الیزید ولما بلغ عائشہ خبرہ خرجت حاجة فو
قنت علی قبرہ فبکت

﴿الاصابة في تميز الصحابة جلد دوم، ص ۲۰۰﴾

﴿الاستيعاب في معرفة الاصحاب جلد ۲، ص ۳۹۳﴾

انہی کتابوں اور بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ امیر معاویہ نے حجاز مقدس میں اپنی آمد سے پہلے مروان کو لکھا کہ لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لو اور مروان نے حکم حاکم کو پہنچانے کے لئے جب اہل مدینہ کو جمع کر کے خطبہ دیا تو حضرت ابو الحسن بن ابوبکر نے فرمایا کہ یہ سنت ہر قلم ہے یہ سنت ہی مروان نے آپ کو پکڑنا چاہا تو آپ نے اپنی ہمشیرہ سیدہ عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں پناہ گزریں ہوئے۔ مروان بھی آپ کے پیچھے تھا۔

اس نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر کو کہا کہ تمہارے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ﴿لَوَالِدِيهِ اف﴾ یعنی تم اپنے والدین سے زیادتی کرتے ہو۔ اس کی خرافات سن کرام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پردے کے پیچھے سے اس کا انکار فرمایا۔

اور فرمایا کہ:- اگر تم چاہو تو اس کا نام بتا دوں کہ یہ کس کے لئے نازل ہوئی ہے۔

واخرج البخاری من طریق یوسف بن ماہلک
کان مروان علی الحجاز استعمله معاویة
فخطب فذکر یزید بن معاویة لکی یباع له

بعد ابيہ فقال له عبد الرحمن بن ابى بكر شيئاً ،
فقال خذوه، فدخل بيت عائشة فقال مروان
هذا الذى وانزل الله فيه ﴿والزى قال لوالديه
اف لكما﴾ فانكرت عائشة ذلك من وراء
لحجاب ،

واخرجه النسائى والاسما عيلى من وجه آخر
مطولا فقال مروان سنة ابى بكر وعمر، فقال
عبد الرحمن سنة هرقل وقيصر وفيه فقالت
عائشة والله ما هوبه ولو شئت ان اسميه
لسميته ۞

﴿الاصابه جلد ۲، ص ۲۰۰﴾

﴿الاستيعاب جلد ۲، ص ۳۹۳﴾

عجیب دھوکا

عباسی وغیرہ نے متعدد بار یہ دھوکا دیئے کی کوشش کی ہے کہ حضرت
عبدالرحمن بن ابی بکر کا وصال تو ۵۳ھ میں ہو گیا تھا اور یزید کی تخت نشینی کا
دور ۶۰ھ ہے تو یہ دھوکا محض دھوکا ہے

کیونکہ یزید کی ولیعہدی کا پروگرام ۵۰ھ سے بھی پہلے مرتب ہو
چکا تھا کیونکہ اس فتنہ کا آغاز کرنے والے مغیرہ بن شعبہ ۵۰ھ میں انتقال
کر گئے تھے اور یہ مسئلہ بہر حال ان کی زندگی میں ہی اٹھا تھا کیونکہ بعد

از انتقال تو انہوں نے یہ مشورہ امیر معاویہ کو نہیں دیا ہوگا۔

عباسی نے بخاری شریف کی وہ حدیث نقل کر کے جس میں عبدالرحمان بن ابوبکر نے اس بیعت کو ہرقل کی سنت قرار دیا تھا لکھا ہے کہ مروان کے کہنے پر سب لوگوں نے ہی بیعت یزید کو تسلیم کر لیا تھا اور صرف عبدالرحمن بن ابوبکر نے ہی انکار کیا تھا چہ خوب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر مروان یہ کام مکمل کر چکا تھا تو امیر معاویہ کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں اس کے لئے اتنے پاڑ کیوں بیٹنے پڑے۔

حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں ہوتے ہی نہیں اور حقائق کو خواہ کتنا مسخ کرنے کی کوشش کی جائے حقائق ہی رہتے ہیں۔

اور یہ قطعی بات ہے کہ یزید کی بیعت کا کوئی شرعی جواز موجود نہیں تھا ورنہ لاکھ لاکھ درہم اور ہزار ہزار دینار سے رائے عامہ کو خریدنے کی کوشش نہ کی جاتی۔

جو حکومت تلواروں اور دیناروں اور کے زور پر معرض وجود میں آئی ہو اسے خلافت حقہ اور خلافت راشدہ کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے اور پھر اس سنت ہرقلیہ پر عمل کرنے سے جس طرح اسلامی اقدار پامال ہوئیں ان کو ہر انصاف پسند مسلمان ٹھیک طور پر جانتا ہے۔

ابوبکر ابن العربی نے اس امارت کو خلافت حقہ اور عباسی وغیرہ نے خلافت راشدہ ثابت کرنے کے لئے جو ایوان استدلال سجایا تھا و بفضلہ تعالیٰ

زمین بوس ہو چکا ہے۔

اب یزید کا تعارف باقی ہے جسے صحابہ کا امام و امیر اور فرشتہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا ہے۔

یزید کا اصلی چہرہ

قارئین باب اول میں یزیدیت کے پرستاروں کے یزید پلید کی مدح و ستائش میں لکھے ہوئے متعدد قصائد ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

مگر لفظوں کے یہ خوبصورت غلاف یزید کے بھیا تک چہرے کو کیسے ڈھانپ سکتے ہیں جب کہ اس کی مکروہ تصویر قرطاس عالم پر کھینچی جا چکی ہے۔

خارجیوں کی خلافت راشدہ معرض وجود میں آنے کا شاخسانہ قارئین بالوضاحت ملاحظہ فرما چکے ہیں اب ان کے خلیفہ راشد پیدائشی جنتی اور معصوم فرشتہ کے کرتوت ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے ہم یزید نوازوں کی یزید نازیوں کا جواب دیں گے اور پھر اس کے کارنامے پیش کریں گے۔

ایک جھوٹ اور سہی

ہمارے قارئین یہ تو جان ہی چکے ہیں کہ یزید کے میر یزید کے منشی یزید کو یگانہ روزگار عابد و زاہد تابعی تسلیم کر کے اسے صحابہ کا امام اور امیر ثابت

کرتے ہیں مگر ان کے امام دوم ابو بکر ابن العربی جن کا نام آپ گزشتہ صفحات میں کئی بار پڑھ چکے ہیں یزید کی امارت کو بزم خویش خلافت حقہ تسلیم کرانے کے بعد اسے صحابی بھی تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے یزید کا تذکرہ صحابہ کرام میں کیا ہے اور اس کے تابعین کا ذکر شروع کیا ہے۔

ملاحظہ ہو:-

وهذا احمد بن حنبل على تقسفه وعظيم منزلة
 فى الدين وورعه قد ادخلت يزید بن معاوية
 فى كتاب الزهد انه كان يقول فى خطبة اذا
 مرض احدكم مرضاً فاشقى ثم تماثل فليُنظر
 الا افجل عمل عنده عنده قليلزمه وليُنظر
 الى أسوأ عمل عندك فليدعه وهز ايدى على
 عظيم منزلة عنده حتى يدخله فى جملة
 الزادها من الصحابة والتابعين الذى يقتدى
 بقولهم ويرعوى من وعظمتهم ، ونعم وما ادخله
 الا فى جملة الصحابة قبل ان يخرج الى ذكر
 التابعين

﴿العواصم من القواصم ص ۲۳۳﴾

ترجمہ:-

اور یہ امام احمد بن حنبل ہیں ان کا دین اور تقویٰ میں

عظیم مقام ہے انہوں نے اپنی کتاب الزہد میں یزید بن معاویہ سے روایت نقل کی ہے کہ اس نے خطبہ میں کہا تھا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی بیمار ہو کر نزع کے عالم میں پہنچ کر پھر تندرست ہو جائے تو وہ غور کرے اور اس عمل کو لازم قرار دے لے جو افضل ترین ہو اور پھر اپنے کسی برے عمل کو دیکھے تو اسے ترک کر دے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یزید کا مقام امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہت بلند تھا حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل نے یزید کو ان زہاد صحابہ اور تابعین میں شمار کیا ہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور جن کے واعظ سے لوگ گناہ چھوڑ دیتے ہیں اور ہاں! امام احمد بن حنبل نے یزید کو صحابہ میں شمار کیا ہے اور پھر اس کے بعد تابعین کا ذکر ہے

کیا یزید صحابی بن گیا

یہ ہے ترجمہ قاضی ابن عربی صاحب کی عبارت کا اب اس سے بڑھ کر کذب و فریب دہی کی واردات کیا ہوگی کہ فرضی عبارت بنا کر امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب بھی کر دی جائے اور ان کی کتاب کا نام

بھی لکھ دیا جائے۔

آپ اندازہ کریں کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے کئی سال بعد پیدا ہونے والے ایک ظالم بادشاہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ثابت کرنے کے لئے فرضی عبارتیں بنا سکتا ہے وہ حقیقت بیان کرنے میں کہاں تک مخلص ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ یزید کی خلافت کو اور بیعت خلافت کو اعتراضات سے بچانے کے لئے قاضی صاحب نے جو ہاتھ پاؤں مارے ہیں وہ ان سب ان کے فلسفیانہ ذہن کی پیداوار ہے

ورنہ حقیقت سے تو اس کا دور کا بھی تعلق نہیں اور اب یہ شوشہ چھوڑ دیا ہے کہ امام احمد بن حنبل تو یزید کا تذکرہ صحابہ کرام میں کرتے ہیں۔

عباسی نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید کے صفحہ ۶۶ پر ابن عربی کے ہی حوالہ سے نقل کیا ہے اور حاشیہ میں لکھ دیا کہ موجودہ کتاب الزہد میں یہ روایت موجود نہیں۔

علاوہ ازیں تم نے بھی تو یزید پلیدی کی حضرت ابو درداء صحابی سے ان کے انتقال کے تیس سال بعد ہم نشینی ثابت کر ہی دی ہے آخر یہ غیر حقیقی باتیں اور تاریخی فراڈ کہاں تک تمہارا ساتھ دیں گے۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے واضح طور پر یزید پلیدی کو کافر کہا اور مستحق لعنت قرار

دیا اور تم انہی امام صاحب پر تہمت لگا رہے ہیں کہ وہ اسی یزید کو صحابہ کرام کو
شمار کرتے ہیں اور اس کی روایتیں بیان کرتے ہیں
شرم تم کو مگر نہیں آتی

ہمارا چیلنج

اس سے قبل کے یزید پلید مکروہ ترین تصویر کا خاکہ
قارئین کے سامنے لایا جائے اور اس کے مکروہ چہرے
پر ڈالے ہوئے خاجیوں کی لفاظی کے پردے کے
نقابوں کو نوحا جائے ہم دنیا بھر کے تمام یزید نوازوں کو
چیلنج کرتے ہیں کہ اگر تم سب لوگ مل کر بھی جمہور اہل
سنت کے کسی بھی مصدقہ کتاب سے یہ ثابت کر دو کہ
چاروں فقہی ائمہ کرام میں سے کسی ایک نے بھی یزید
کو خلیفہ برحق ثابت کیا ہو اور امام حسین علیہ السلام کی
شہادت کو خروج عن الجماعت قرار دیتے
ہوئے فتنہ خیزی اور شرانگیزی کا نام دیا ہو تو ہم تمہیں
مبلغ ایک ہزار روپے نقد ادا کرنے کے لئے ہمہ وقت
تیار ہیں ذرا بھی سچائی کی رمتق باقی ہے تو یہ انعام
حاصل کرنے کی ضرور کوشش کریں۔ عبارات کو توڑ

مروڑ کے پیش کرنا تحقیق نہیں فراڑ ہے بہر حال یہ چیلنج
 کر دینے کے بعد بھی ہمیں قطعی طور پر یقین ہے کہ یہ
 انعام تم لوگ قیامت تک بھی حاصل نہیں کر سکو گے
 کیونکہ ایسا ثبوت پیش کیا جانا محال ہی نہیں ناممکنات
 سے ہے بھر صورت اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو
 ثبوت پیش کرو بصورت دیگر اپنی اب تک کی گئی تمام
 خرافات کو نذر آتش کرتے ہوئے از سر نو اسلام قبول
 کر کے خدا تعالیٰ سے سابقہ گناہوں کی معافی طلب
 کرو ورتوبہ تو واہی رہتا ہے، ممکن ہے کہ رحمت خدا
 وندی تمہیں اپنے دامن میں جگہ دے دے، ورنہ تم
 لعنت کے گھڑوں میں تو گر ہی چکے ہو، ہمارا دعویٰ ہے
 کہ جمہور اہل سنت میں سے کسی اے کا بھی کبھی یہ
 عقیدہ نہیں رہا کہ **نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ**
 امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام حکومت کے باغی
 تھے اور یزید پلید خلیفہ برحق ہونے کے ساتھ ساتھ
 متقی اور پرہیزگار بھی تھا اور اس کے نام کے ساتھ رضی
 اللہ عنہ لکھنے کا جواز موجود ہے

بہر حال :-

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر علمائے اہل سنت سلف و
خلف کی یزید کے بارے میں آراء ہم بالوضاحت آئندہ اوراق میں پیش
کریں گے یہاں یزیدیوں کے سب سے بڑے حربہ کی قلعی کھولی جاتی ہے
اور وہ حربہ ہے

حدیث قسطنطنیہ، اسی روایت کی بنا پر ان لوگوں نے یزید کی شان
بیان کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں اور اسی ہتھیار کے بل
بوتے پر شان اہل بیت میں طعن و تشنیع کے تیر برسائے ہیں۔
بہر حال حدیث قسطنطنیہ کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

خارجیوں کا سب سے بڑا
حربہ

حدیثِ قسطنطنیہ

حدیث قسطنطنیہ

حمایتِ یزید پلید میں خارجیوں کے اسلحہ خانہ میں سب سے بڑا جو حربہ ہے وہ بخاری کی وہ حدیث ہے جس میں قیصر کے شہر یعنی قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والی فوج کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغفور لہم فرمایا۔

خلافت معاویہ و یزید اور رشید ابن رشید میں اس حربہ کو دو صد سے بھی زیادہ بار استعمال کرتے ہوئے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یزید اس فوج فوج میں بحیثیت جرنیل شامل تھا۔ اس لیے وہ مغفور لہم کی بشارت میں شامل ہے۔ اور یہ کہ اُس کی مغفرت یقینی ہے۔

بلکہ رشید ابن رشید کے بے وقوف اور حربہ ساز مصنف نے اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے یزید کو پیدائشی جنتی کے لقب سے بھی ملقب کرویا ہے۔ اور اس پیدائشی جنتی کے جملہ کو بھی اس نے بار بار دہرا کر عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے۔

چونکہ اس احمق الناس نے کسی بھی کتاب کے ماخذ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور محض کتابِ خلافت معاویہ و یزید کی تحریروں اور استدلال سے متاثر ہو کر ہی کتاب ترتیب دی ہے۔ اس لیے وہ یقین و اعتماد سے اس بات پر اڑا ہوا ہے کہ یزید پلید قطعی طور پر جنتی ہے اور بشارتِ مغفرت کا

مصدق ہے۔

اس مجہول ترین انسان نما حیوان کو یہ تک بھی معلوم نہیں کہ عباسی نے یہ استدلال پیش کرتے وقت کونسا فراڈ کھیلا ہے اور وہ فریب دیتے وقت کس قدر مضطرب ہے۔

مثل مشہور ہے! کہ نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جہاں عقل کا سرے سے ہی فقدان ہو وہاں سوائے جہالت کے اور کیا ہوگا۔

بہر حال ابو یزید جسے ہم ابن یزید کہیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ کا رنگ قطعی طور پر تقلیدی ہے۔ اور وہ ان تمام تر روایات کے گرد و پیش سے قطعی طور پر نا آشنا اور ناشناسا ہے۔

وہ عباسی کی پیش کردہ ہر روایت کو جوں کا توں قبول کرتے ہوئے آیات قرآنی سمجھ لیتا ہے۔ اور پھر انہیں قطع برید شدہ روایات کا سہارا لیکر اپنی ذہنی غلاظت کو غلیظ اور غیر مہذب تحریروں کی صورت میں کاغذوں پر پھیلاتا چلا جاتا ہے۔

ان حالات میں سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ابن یزید بٹ سے قطع نظر کرتے ہوئے عباسی کی ان تحریروں کو سامنے لایا جائے جن کے بل بوتے پر ابن یزید بٹ اور عباسی کے دیگر تبعین مسلسل ایمان سوز اور گمراہ کن پراپیگنڈہ کر رہے ہیں۔

چنانچہ پہلے ہم عباسی کی متعدد صفحات پر پھیلی ہوئی حدیثِ قسطنطنیہ کی بحث من و عن پیش کرتے ہیں اور بعد میں اس پر شارحین حدیث کا تبصرہ پیش کرتے ہوئے عباسی کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کریں گے۔

ملاحظہ ہو!

خارجیوں کا استدلال

اس فوج کے امیر اور سپہ سالار امیر المؤمنین کے لائق فرزند امیر یزید تھے۔ یہی وہ پہلا اسلامی جیش تھا جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔ اسی اسلامی فوج کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارتِ مغفرت دی تھی۔

صحیح بخاری کی کتاب الجہاد کے باب (ما قبل فی قتال الروم) یعنی رومی عیسائیوں سے جہاد کے ذکر میں فرمایا گیا ہے۔ کی حدیث یہ ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لہم۔

ترجمہ!

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میری امت کی پہلی فوج جو (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گی ان کے لیے مغفرت ہے۔

﴿صحیح بخاری جلد اول ص ۴۱۰﴾

شراح صحیح بخاری علامہ قسطلانی نے مدینہ قیصر کی تشریح کی ہے۔ اس سے مُراد رومی نصرانیّت کا صدر مقام قسطنطنیہ ہے۔ پھر اس حدیث کے حاشیہ پر لکھا ہے!

کان اول من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویة و
 معہ جماعة من سادات الصحابة کا بن عمرو
 ابن عباس و ابن الزبیر و ابی ایوب انصاری
 رضی اللہ عنہم

مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر سب سے اول جہاد یزید بن معاویہ نے کیا اور ان کے ساتھ سادات صحابہ مثل ابن عمرو ابن عباس و ابن زبیر اور ابویوب انصاری کی ایک جماعت تھی۔

﴿حاشیہ ص ۲۱۰ جلد ۱ صحیح بخاری مطبوعہ اصح المطابع دہلی ۱۳۵۷ھ﴾
 علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث حضرت معاویہ اور ان کے فرزند امیر یزید کی منقبت میں ہے۔ ساتھ ہی محدث المہلب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال المہلب فی هذا الحدیث منقبة معاویہ
 لانه اول غزا البحر و منقبة مولده لانه اول غزا
 مدینة قیصر

﴿حاشیہ بخاری جلد اول ص ۲۱۰﴾

اس حدیث کے بارے میں محدث المہلب نے فرمایا ہے۔ کہ یہ

حدیث منقبت میں ہے حضرت معاویہ کے کہ جنہوں نے سب سے پہلے بحری جہاد کیا اور منقبت میں ہے یہ ان کے فرزند (امیر یزید) کے کہ انہوں نے سب سے پہلے مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔

حضرت ام حرام زوجہ حضرت عبادہ بن الصامت سے مروی ہے جن کے گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا اور بحالت خواب حضرت معاویہ کے بحری جہاد، جہاد قسطنطنیہ کی کیفیتوں کا انکشاف ہوا۔

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا

صحیح بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۱۰

علامہ ابن حجر قد اوجبوا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے

ہیں!

یعنی ان سب غازیوں کے لیے جنت واجب ہوگی۔

ابن تیمیہ نے صحیح بخاری کی حدیث جہاد کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے

اور پہلی (اسلامی) فوج جس نے (قسطنطنیہ) پر جہاد کیا اس کے سردار امیر یزید تھے۔ اور لفظ فوج ایک معین تعداد ہے مطلق نہیں یعنی اس فوج کے ہر شخص کا مغفرت میں شامل ہونا قوی تر ہے۔

اسی حدیث (مغفرت) کی خاطر (امیر) یزید نے قسطنطنیہ پر جہاد

کیا۔

منہاج السنۃ ص ۲۵۲ جلد ۲

اس حدیث میں جن دو اسلامی لشکروں کے لیے وجوبِ جنت و مغفرت کی پیشگوئی لسانِ نبوی سے ہوئی کتاب الجہاد صحیح بخاری و کتاب الجہاد صحیح مسلم پہلا اسلامی جیش حضرت امیر معاویہ کی قیادت میں تھا اور دوسرا اسلامی جیش امیر یزید کی سرکردگی میں تھا۔

امیر یزید کی اس فوج میں جیسا کہ ابھی ذکر ہوا بڑے بڑے صحابہ کرام یعنی حضرت ابویوب انصاریؓ (میزبانِ رسول) نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ ابن عباسؓ کے علاوہ ابن زبیرؓ اور حسینؓ بن علیؓ شامل تھے۔

ابن کثیر نے حضرت حسینؓ کی شرکتِ جہادِ قسطنطنیہ اور امیر یزید

کے ساتھ اس فوج میں شامل ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

كان الحسين يغدو الى معاوية في كل عام
فيعطيه ويكرمه وكان في الجيوش الذين غزوا
القسطنطينية مع ابن معاوية يزيد

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۵۱﴾

ترجمہ ۱

حُسنؓ ہر سال معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے کہ وہ ان کو عطیہ اور ان کا اکرام کرتے۔ وہ (حُسنؓ) اس فوج میں شامل تھے جس نے امیر معاویہ کے فرزند کے ساتھ قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۲۹ تا ۳۲﴾

ان دلائل کے بعد خارجی عباسی نے ادھر ادھر کی تحریروں سے صرف یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قسطنطنیہ کے جہاد میں سیدنا امام حسین علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اور یہ جنگ یزید پلید کی زیرِ کمان ہی لڑی گئی تھی۔ نیز یہ کہ ابو ایوب انصاریؓ کا جنازہ بھی یزید نے ہی پڑھایا تھا۔ اور جنازہ کی نماز میں امام حسین علیہ السلام نے یزید کی اقتداء کی تھی۔

عباسی کی چالاکی

ان روایات کو بیان کرتے وقت خارجی مصنف نے ایک تو یہ ہو شیاری دکھائی ہے کہ شارحین حدیث کی عبارت کے محض اتنے ہی ٹکڑے نقل کئے ہیں جن سے اس کی مطلب براری ہو سکتی تھی اور دوسری چالاکی یہ کہ ہے کہ حدیث میں بیان کیے گئے دو مختلف جیوش کی بشارتوں کو ایک جگہ جمع کر کے لکھ دیا کہ اس حدیث میں جن دو اسلامی لشکروں کے لیے وجوب جنت اور مغفرت کی پیشگوئی لسانِ نبوی سے ہوئی پہلا اسلامی جیش امیر معاویہ کی قیادت میں تھا اور دوسرا اسلامی جیش امیر یزید کی زیر قیادت تھا۔

اس خطرناک چالاکی کو بروئے کار لاتے ہوئے اس نے اور اس کے تابعین نے سینکڑوں بار اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ یزید پلید پر حدیث کی رو سے جنت واجب ہو چکی ہے۔ اور یہ کہ وہ قطعاً جنتی اور پیدائشی جنتی ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کی فریب کاری کی مثال اور کیا پیش کی جا سکتی

ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو واضح طور پر فرما رکھا ہے کہ پہلے اسلامی جیش پر جنت واجب ہے اور دوسرے اسلامی جیش کے لیے وعدہ مغفرت ہے۔

لیکن نام نہاد محققین نے انتہائی غیر محسوس طریقہ سے دونوں لشکروں کی بشارت کو ایک جگہ جمع کر کے یہ باور کرا دیا کہ ان دونوں کے لیے جنت واجب ہے۔ اور وعدہ مغفرت ہے۔

جیسا کہ آپ سابقہ اوراق میں بھی یزید کی مدح سرائی کے ضمن میں ان کی متعدد تحریریں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ حالانکہ جنت کے واجب ہونے اور اہل مغفرت ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس کی وضاحت آگے آئے گی۔

خطرناک بے ایمانی

اب آپ ان لوگوں کی ان بے ایمانیوں اور دھوکا بازیوں کے دام تزیور کو دیکھیں جو انہوں نے شارحین حدیث کی عبارت نقل کرتے ہوئے پھیلانے کی کوشش کی ہے۔

چونکہ عباسی نے اپنے استدلال میں بخاری شریف کا حاشیہ پیش کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے آپ بخاری کی پوری حدیث اور بخاری کا وہ حاشیہ ہی پورے کا پورا ملاحظہ فرمائیں۔ جس کا کچھ

حصہ نقل کر کے بے ایمانی کے جوہر دکھائے گئے ہیں۔

بہتر ہے کہ آپ خارجی کی پیش کی گئی عبارت ایک بار پھر پڑھ

لیں۔ اور بعد میں پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

کٹی ہوئی عبارت

علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث

معاویہ اور ان کے فرزند امیر یزید کی منقبت میں ہے۔ ساتھ ہی محدث

المہلب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال المہلب فی ہذا الحدیث منقبہ

المعاویہ لانہ اول غزا البحر و منقبہ مولدہ لانہ

اول غزا مدینة قیصر

﴿حاشیہ بخاری ۴۱۰/۱ خلافت معاویہ و یزید ص ۳۰﴾

پوری عبارت

خارجی مصنف نے لوگوں پر رعب جمانے کے لیے حدیث نقل

کرنے کے بعد یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ یہ بخاری شریف فلاں مطبع میں

فلاں سن کی مطبوعہ ہے۔ لیکن اس کی اصل عبارت ہضم کرتے ہوئے ڈکار

تک نہیں لی ہے۔ ملاحظہ ہو! حدیث بخاری اور حاشیہ بخاری،،

حدیث قسطنطنیہ

محدثین کی نظر میں

بتاریخ کراحدیث

حدثنا اسحاق بن یزید الدمشقی حدثنا

یحییٰ بن حمزہ حدثنی ثور بن یزید عن خالد

بن معدان عن عمیر بن الأسود الأنسی حدثه

انه أتى عباده بن الصامت وهو نازل في ساحل

حمص وهو في بناء له ومعه أم حرام

قال عمیر محدثنا أم حرام انها سمعت

النبي صلى الله عليه وآله وسلم يقول اول

جيش من امتي يعثرون البحر قد اوجبوا قالت

أم حرام

قلت يا رسول الله انا فيهم قال انت

فيهم قالت ثمه قال النبي صلى الله عليه

وآله وسلم اول يغزو امتي مدينة قيصر مغفور

لهم فقلت انا فيهم يا رسول الله قال لا

راوی اسحاق بن یزید مشقی ، یحییٰ بن حمزہ ثور ، خالد بن معدان ،
عمر بن اسود غنسی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ عباتہ بن صامت ساحل حمص پر
اُترے اور وہ ان کے خیمہ میں تھا اور ان کے ساتھ ام حرام تھیں۔

حضرت عمیر فرماتے ہیں کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے فرمایا
کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت
میں سب سے پہلے جو لوگ سمندر میں جنگ کریں گے ان کے لیے جنت
واجب ہے۔

ام حرام فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں انہیں میں

ہوں ؟

آپ نے فرمایا اتم انہیں میں ہو۔

ام حرام فرماتی ہیں ! کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا ! کہ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر کے شہر پر جہاد کریں
گے ان کے لیے مغفرت ہے۔

میں نے عرض کی ان لوگوں میں میں ہیں ہوں ؟

آپ نے فرمایا ! نہیں

حاشیہ بخاری

قوله قد اوجبروا فعملوا وجبت لهم به

الجنة قوله مدينة قيصران ملك الروم قال
 قسطلاني كان اول من غزا مدينة قيصر يزيد
 بن معاوية وجماعت من سادات الصحابه كا
 بن عمرو ابن عباس و ابن الزبير و ابي ايوب
 الانصاري و توفي بها ابو ايوب سنة و خمسين
 من الهجرة

انتهى كذا قاله في الخير الباري وفي
 الفتح قال المهلب في هذا الحديث متقبت
 لمغوية لانه اول من غزا البحر و متقبة لولده
 لانه اول من غزا مد قيصر و تعقبه ابن التين
 و ابن المنير بما حاصله انه لا يلزم من دخوله
 في ذلك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا
 يختلف اهل العلم ان قول صلى الله عليه
 و آله وسلم مغفور لهم مشروط بان يكونوا من
 اهل المغفرة حتى لو ارتد احد ممن غزاها بعد
 ذلك لم يدخل في ذلك العموم اتفاقا فدل
 على ان الماد مغفور لمن وجد مشرط المغفرة
 فيه منهم

﴿ انتهى بخارى جلد ١ ص ٣١٠ ﴾

ترجمہ حاشیہ بخاری

قد اوجبوا ،، یعنی ان کے لیے جنت واجب ہے مدینہ قیصر یعنی

ملک روم ،

قسطنطینی فرماتے ہیں !

کہ سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر یزید بن معاویہ نے
جہاد کیا۔ اور اس کے ساتھ سردار صحابہ کی جماعت تھی جیسا کہ ابن عمر ابن
عباس ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین اور ابو ایوب
انصاری رضی اللہ عنہ ۵۲ھ ہجری میں وہیں انتقال فرما گئے۔

خیر الباری اور فتح البخاری میں ہے کہ مہلب نے کہا اس حدیث میں
معاویہ کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بحری لڑائی کی اور اُس کے بیٹے کی
منقبت ہے کہ اُس نے قسطنطنیہ میں جنگ کی۔

اور تعاقب کیا ابن مہلب کا ابن تین اور ابن منیر نے کہ عموم میں
داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی دلیل خاص سے خارج ہی نہ ہو۔
سکے۔

کیونکہ اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا فرمان مشروط ہے کہ وہ لشکر اہل مغفرت سے ہو گا حتیٰ کہ ان میں
سے کوئی مُرتد ہو جائے تو وہ اس (بشارت) کے عموم میں ہرگز داخل نہیں
پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور لہم کی بشارت انہیں کے لیے
ہے جن میں شرط مغفرت پائی جائے۔

یہ فریب کار

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ خارجی عباسی نے کس طریقہ سے اپنی مطلب براری کے لیے مطلب کا ایک ٹکڑا نقل کر کے دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ اور کس جرأت و دلیری اور چوری اور سینہ زوری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کتاب کا نام صفحہ اور طبع ہونے کے مقام تک کا نام لکھ دیا۔

یہ لوگ ایسی حرکات محض اس وجہ سے پورے دھڑلے سے کر گزرتے ہوں کہ جن لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے وہ اصل کتاب دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔

انہیں تو بس اردو نثر میں چٹ پٹی اور فصیح تحریر اور لچھے دار الفاظ کی ضرورت ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ زلفِ محبوب کی طرح یہ پُرچہ تحریریں ان کے ایمان و یقین کی راہوں میں بھی پتھر و خم پیدا کر دیں گی۔

شونہی تحریر کے یہ پتھر و خم
ہیں بھیا نک راستے منزل نہیں

اور انہیں یہ تک محسوس نہیں ہوتا کہ یہ حسین و دلکش انداز تحریر ان کے
حُسن عقیدت و محبت کو قباحت و کراہت میں تبدیل کر کے رکھ دے گا۔

وہ سمجھتے ہیں کہ جب اتنے بڑے محدثین و محققین نے اسی راستہ کو پسند کیا تو ہم کیوں محروم رہیں۔

مگر انہیں کیا معلوم کہ محدثین و محققین کے نام پر ان کے ساتھ ایسا فراڈ کیا جا رہا ہے جو انہیں دولتِ ایمان سے ہی محروم کر کے رکھ دے گا۔

کون جانے پردہ تحقیق میں
ہو رہی تکذیب ہے اسلام کی

خارجی عباسی نے بخاری کے حاشیہ پر دیا گیا علامہ قسطلانی شارح بخاری کا ایک مختصر قول نقل کر دیا گیا مگر یہ بتانا گوارا نہ کیا کہ امام قسطلانی نے اس حدیث کی پوری پوری شرح کس طرح بیان کی ہے۔

آپ نے اس اس حدیث کی طویل ترین شرح فرمانے کے بعد آخر پر لکھا ہے!

کہ ہم یزید کے متعلق ہرگز توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان پر شک کرتے ہیں۔ اس پر مع اس کے اعوان و انصار کے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

فمن لا يتوقف في شأنه بل في إيمانه لعنة

الله عليه وعلى أنصاره وعلى أعوانه

﴿ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۵ ص ۸۵ قسطلانی﴾

علامہ قسطلانی کی پوری عبارت ہم آئندہ اوراق میں پیش کر رہے ہیں۔ بتانا صرف یہ تھا کہ ان دین کے ڈاکوؤں کے اپنے ایمان کا کیا حال ہے جو اپنے ساتھ دوسروں کے ایمان کا جنازہ نکال دینے کے درپے ہیں۔

ان کا طریقہ واردات

عظیم ترین جہالت اور سب سے بڑی حماقت ان دریدہ دہنوں کی تحقیق اور ریسرچ کے نام پر یہ ہے کہ ان کی نظر میں تمام مُسَرِّین و محدثین اور تمام موزنین و محققین رافضی اور غالی شیعہ ہیں۔

تیسرے خیزان کا یہ طریقہ واردات ہے کہ جب کسی عظیم المرتبت ہستی کی عبارت کو قطع برید کر کے کوئی ایک آدھ جملہ اڑانا ہوتا ہے تو اُسے محقق بھی مان لیتے ہیں اور محدث بھی، امام بھی کہہ لیتے ہیں اور علامہ بھی۔

مگر جب

اُس کی پوری عبارت عبارت سے واسطہ پڑتا ہے تو اُسے اُسی لمحہ غالی رافضی وغیرہ قرار دے دیتے ہیں۔ اور ایسی شرمناک وارداتیں انہوں نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ کی ہوئی ہیں۔ جن کی معصودہ جھلکیاں ہم بھی کسی مقام پر پیش کریں گے۔

تراشے جا چکے فرضی فسانے
حقیقت اب تجلی بار ہو گی

بہر حال ہم اب اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں اور یزید لعین کے مغفور لہم کی بشارت میں شامل نہ ہوسکنے کے متعلق بخاری شریف کی اس حدیث کے بارے میں بخاری شریف کی متعدد و شروح کی عبارت پیش کرتے ہیں

سب سے پہلے آپ عمدة القاری شرح بخاری المعروف عینی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ پیش خدمت ہے۔

عمدة القاری شرح بخاری

امام بدر الدین عینی

قوله قد اوجبوا قال بعضهم اى وجبت لهم الجنة

قلت ! هذ الكلام لا تقتضى هذا المعنى وانما معناه اوجبوا استحقاق الجنة وقال الكرمانى قوله اوجبوا اى محبة لا تقسمهم قوله اول جيش من امتى يغزون مدينة قيصر اراد بها القسطنطينيه كما ذكرنا و ذكران يزید بن معاوية غزا البلاد الروم حتى بلغ قسطنطينيه و معه جماعة من سادات الصحابة منهم ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير و ابو ايوب الانصارى و كانت وفاة ابى

ايوب الانصارى ملك قريبا من
 سودا القسطنطينيه فى سنة اثنتين وخمسين و
 قال صاحب الالة والاصح ان يزيد ابن معاويه
 غزا القسطنطينيه فى اثنتين وخمسين وقيل
 سير الماويه جيشا كشيفا مع سفيان بن عوف
 السى القسطنطينيه فارغلوا فى بلاد الروم وكان
 فى ذلك الجيش ابن عباس، ابن عمرو ابن ا
 لزيير، ابو ايوب الانصارى وتوفى ابو ايوب
 الانصارى فى موت الحصار

قلت الاظهر ان هؤلاء السادات من
 الصحابه كانوا مع سفيان هذا ولم يكونوا مع
 يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلا ان يكون هو
 لاء السادات فى خدمته وقال المهلب فى هذا
 الحديث منقبت لماعوية كانوا اول من غزا
 البحر ومنقبة لولده يزيد لانه اول من غزا
 مدينة قيصر انتهى

قلت اى منقبة كانت ليزيد وحاله
 مشهور (فان قلت) قال صلى الله عليه وآله
 وسلم فى حق هذا الجيش مغفور لهم قلت قيل
 لا يلزم من دخوله فى ذلك العموم ان لا يخرج
 بدليل خاص اذلا يختلف اهل العلم ان قوله
 صلى الله عليه وآله وسلم مغفور لهم مشروط

بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لو اذتدوا احد
 ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل في ذلك
 العموم فدل على ان المراد مغفور لمن وجد
 شرط المغفرة في منهم

﴿ عمدة القاری شرح بخاری جز ۱۴ ص ۱۹۱ ﴾

ترجمہ

قد اوجبوا کے قول پر بعض نے کہا کہ ان کے لیے جنت واجب
 ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کلام ان معنوں کا مقتضی نہیں بلکہ اس کا معنی استحقاق
 جنت کا وجوب ہے۔ اور کرمانی نے فرمایا کہ ان کی جانوں سے محبت واجب
 ہے۔

حدیث کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے قسطنطنیہ جیسا کہ
 ذکر کیا اور یزید کا ذکر کیا اور یزید کا ذکر کہ کہ وہ بلاد روم میں جنگ کرتا رہا حتی
 کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کرامؓ کی جماعت
 تھی جن میں ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابوالیوب انصاری رضی اللہ
 عنہم اجمعین تھے۔ اور وہیں پر ۵۲ھ ہجری میں ابوالیوب انصاری رضی اللہ
 عنہ نے انتقال فرمایا۔

(اور روایت ہے کہ معاویہ نے قسطنطنیہ میں سفیان ابن عوف کی
 معیت میں لشکر بھیجا تھا جو کہ بلاد روم میں داخل ہوا اور اس جیش میں ہی ابن

عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری تھے۔

اور محاصرہ کے دوران ہی ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور دیوار شہر کے قریب اُن کی قبر بنی۔ اور اُن کے وسیلہ سے لوگ قحط کے وقت دُعائیں مانگتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں!

کہ یہ سادات صحابہ کرام سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کے زیرِ کمان تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں کیونکہ وہ ہرگز اس قابل نہیں تھا کہ یہ بزرگ صحابہ اُس کے ماتحت ہوں۔

اور اس حدیث میں مہلب کا یہ قول کہ اس میں معاویہ کی منقبت ہے کہ اُس نے پہلی بحری جنگ لڑی اور اُس کے بیٹے کی منقبت ہے کہ اُس نے مدینہٴ قیصر پر جہاد کیا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس میں یزید کی کوئی منقبت ہے۔ جبکہ اُس کا حال مشہور ہے۔

اگر تو کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جیش کے لیے مغفور لہم فرمایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عوم میں داخل ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ دلیل خاص سے بھی خارج نہ ہو سکے۔ کیونکہ اس میں اہل علم کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مغفور لہم مشروط ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہو۔

حتی کہ کوئی ان غازیوں میں سے اس کے بعد ارتداد کرے تو وہ اس
عموم میں داخل نہ ہوگا۔

پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور وہ ہے جس میں شرط مغفرت پائی
جائے۔

فتح الباری شرح بخاری

ابن حجر عسقلانی

(یغزون مدینة قیصر) یعنی
القسطنطنیہ ، قال المہلب فی هذه الحدیث
منقبة لمعاویة انه اول من غزا البحر و منقبة
لولده یزید لانه اول من غزا المدینة قیصر و
تعقبه ابن التین و ابن المنیر بما حاصله ، انه لا
یلزم من دخوله ذلك العموم ان لا ینخرج
بدلیل خاص اذ لا یختلف اهل العلم ان قوله
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغفور لہم مشروط
بان یكونوا من اهل المغفرة حتی لو ارتدوا حز
ممن غزاها ذلك لم یدخل فی ذلك العموم
اتفاقاً فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد شرط
المغفرة فیہ و منهم

﴿فتح الباری شرح بخاری جلد ششم ص ۱۰۲﴾

مدینہ قیصر پر غزوہ

یعنی قسطنطنیہ پر چڑھائی۔ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں معاویہ کی منقبت سے کیونکہ اُس نے پہلی بار بحری جنگ لڑی اور اُس کے بیٹے کی منقبت سے کہ اُس نے پہلی بار قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔

اور تعاقب کیا مہلب کا ابن تین اور ابن مسیر نے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی کو دلیل خاص سے بھی اس عموم سے خارج نہ کیا جاسکے۔

جبکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مغفور لہم مشروط ہے (اہل مغفرت سے)

حتیٰ کہ اگر کوئی اس غزوہ کے بعد مُرتد ہو جائے تو وہ متفق علیہ اس عموم سے خارج ہے۔ پس یہ دلیل ہے جس میں شرط مغفرت پائی جائے۔

یزید کے حدیثِ قسطنطنیہ کے اخراج کی روایت عباسی خازمی کے نزدیک بھی اور شیخ الاسلام کی کتاب فتح الباری شرح بخاری سے نقل کی گئی ہے۔

اب کوئی ان نواصب و خوارج سے یہ پوچھے کہ تم محدثین کرام کو شیخ الاسلام بھی تسلیم کرتے ہو اور ان کی تحقیق کو بھی چیلنج کرتے ہو۔

تحقیق تو یہ ہے کہ انہوں نے اُس شخص کا قول بھی نقل کر دیا کہ جس نے یزید کو اس حدیث کے مطابق مغفور کہا۔ اور ان محدثوں کا قول بھی نقل کر

و یا جنہوں نے پہلے قول کی تردید کی تھی۔

اور یہ تردید کرنے والے محدث ابن تین اور ابن منیر وہ لوگ ہیں

جنہیں چوٹی کے ناقدین رجال میں شمار کیا جاتا ہے۔

کیا وہ خارجی جو یزید کو ہر قیمت پر فرشتہ ثابت کرنے پر تکلے ہوئے

ہیں یہ بتا سکتے ہیں کہ احادیث رسول کو تم زیادہ سمجھتے ہو یہ وہ محدثین کرام بہتر

سمجھتے تھے جنہوں نے اس حدیث کی شرحیں لکھیں۔ مگر تم کیا جواب دو گے

تمہارے پاس سوائے کذبِ اَبیت کے رکھا ہوا کیا ہے۔

بہر حال قارئین مزید حوالے دیکھیں۔

قسطانی شرح بخاری

وکان اول من غزا الی مدینة قیصر

یزید بن معاویة ومع جماعة من سادات

الصحابه ابن عمرو وابن عباس وابن الزبیر و

ابی ایوب النصری وتوفی بها سنة اثنین و

خمسين من الهرة

استدل بها علی ثبوت خلافة یزید وانه

من اهل الجنة لم قوله فی عموم قوله (مغفور

لهم) واجیب بان هذا جار علی طریق الحمیة

لبنی أمیة ولا یلزم من دخوله فی ذالک

العموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذ لا خلاف

ان قوله علیه السلام مغفور لهم مشروط بكونه

من اهل المغفره حتى لو ارتد واحد من غزاها
بعو ذالك لم يدخل في ذالك العموم اتفاقا

﴿قسطانی شرح بخاری جلد پنجم ص ۱۲۳ مطبوعہ مصر﴾

ترجمہ اور جو شہر قیصر قسطنطنیہ پر پہلی بار حملہ آور ہوا وہ یزید تھا۔ اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گروہ تھا۔ مثل ابن عمر ، ابن عباس ، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری کے اور موخر الذکر نے ۵۲ھ ہجری میں وہیں انتقال فرمایا۔

اس سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اس کے حقیقی ہونے کی دلیل پکڑی ہے۔ کہ وہ مغفور لہم کے ارشاد کے عموم میں داخل ہے۔ اور اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مہلب نے یہ بات ۱۱۱ھ میں کہ حمایت کی وجہ سے کی ہے۔ اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی دلیل خاص سے بھی اس سے خارج نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ اس پر اتفاق کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مغفور لہم مشروط ہے۔

اس شرط کے تحت وہ لوگ معفرت کے اہل ہونگے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص جنگ کے بعد متہد ہو جائے تو بالا اتفاق اس بشارت سے خارج ہے۔

مغفور یا مقفور

اس حدیث کے متعلق دیگر شارحین بخاری نے بھی یہی سب کچھ لکھا

ہے۔ جو ہم نقل کر چکے ہیں۔ اس لیے باقی عبارات کو کسی دوسرے موقعہ کے لیے محفوظ رکھتے ہوئے ہم اخلاف یزید پلید سے یہ سوال کرتے ہیں کہ یزید مغفور تھا یا مقہور۔

مومن تھا یا مرتد۔

جَنَّتِي تَهَا يَا جَهَنَّمِي!

اور اس بات کا جواب تمہیں انہیں عبارتوں سے پیش کرنا ہو گا جن کا ایک حصہ کاٹ کر تم نقل کر دیتے ہو۔ اور باقی پوری عبارت بغیر ڈکار لیے ہضم کر جاتے ہو۔

تم نے بخاری کی حدیث بھی نقل کر دی اور مہلب کا قول بھی انہی شارحین سے نقل کر دیا جن کی پوری عبارات ہم نقل کر چکے ہیں۔ مگر تم نے یہ نہ سوچا کہ اگر اس حدیث پر زور دیا گیا تو یزید پلید فاسق و فاجر سے بڑھ کر مرتد بھی ثابت ہو جائے گا۔

ناجائز حمایت

محدثین کرام کی اس عبارت میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ مہلب کا قول بنو امیہ کی ناجائز حمایت کا پیش خیمہ ہے۔ اور یزید ہرگز اس عموم میں داخل نہیں، بلکہ مغفور لھم کا قول قابل مغفرت ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ گویا یزید ہرگز قابل مغفرت نہیں اور وہ اس عموم سے خارج ہے۔

اور پھر دوسری بات جو محدثین نے واضح کی ہے وہ یہ ہے کہ اس جنگ کے بعد ارتداد نہ کرنے والا شخص ہی قابلِ مغفرت ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یزید کو محدثین کا اس عموم سے خارج کرنا اُس کے مُرتد ہونے کی دلیل ہے۔

تعجب کی بات

کتنے تعجب کی بات ہے کہ مُسلمہ محدثین کرام تو یزید کو اسی حدیث پر رو سے مُتد اور مقہور ثابت کرتے ہیں اور نام نہاد محققین اس کے مغفور اور پیدائشی جنتی ہونے پر استدلال قائم کرتے ہیں۔

جہادِ قُسطِ نِیَہ

مورخین کی نظر میں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کو یہ بھی بتا دیا جائے کہ یزید پلید کا اس جنگ میں جانا کس نوعیت کا حامل ہے۔ اس کے لیے ہمارے پاس متعدد کتب تاریخ کا ذخیرہ موجود ہے۔ مگر ہم مضمون کی طوالت سے گریز کرتے ہوئے صرف دو حوالے نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

چونکہ ہمیں معلوم ہے خارجی ثولہ جناب محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ طبری تو کیا ان کے نام سے ہی الرجک ہے اس لیے ہم نے پہلے بھی کوشش کی ہے کہ تاریخ طبری سے استدلال نہ قائم کیا جائے۔ اور آئندہ بھی انشاء اللہ پوری کوشش کریں گے کہ بغیر انتہائی ضرورت کے طبری کا حوالہ نہ دیا جائے۔

چنانچہ ہم تاریخ کی مسلمہ کتابوں تاریخ کامل اور تاریخ ابن خلدون کی وہ عبارات نقل کرتے ہیں جو انہوں نے یزید اور جہاد قسطنطنیہ کے متعلق بیان کی ہیں۔

تاریخ کامل ابن اثیر

وقیل سنة خمسین سیر معاویة جیشا کثیفا
الی بلاد الروم للغزاة وجعل علیہم سفیان ابن
عوف و امر بنہ یزید بالغزاة معہم فتناقل و
اعتقل فامسک عنہ ابوہ فاصاب الناس فی
غزاتہم جوع و مرض شدید فانشاء یزید یقول
ما ان ابانی بما لاقت جموعہم

بالفرقدنة من حمى ومن حوم
 اذا اتكأت على الانهاط مرتفعاً
 بسدير مران عندى أم كلثوم
 ام كلثوم امراءة وهى انبة عبد الله بن
 عامر فبلغ معاوية شعره فاقسم عليه يلحقن
 بسفیان فى ارض الروم ليصيبه ما اصاب
 الناس.

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ص ۱۹۶ ، ۱۹۷﴾

اور ۵۰ھ میں معاویہ نے ایک لشکر جرار بلاد روم کی طرف سفیان
 ابن عوف کی قیادت میں روانہ کیا اور اپنے بیٹے یزید کو اس لشکر میں شامل
 ہونے کا حکم دیا تو یزید حیلے بہانے بنا کر بیٹھ رہا۔

اس کے حیلوں بہانوں میں آ کر امیر معاویہ نے اُسے چھٹی دے

دی۔

(خدا کی قدرت) کہ وہ لشکر ابتلاء کا شکار ہو گیا اور اُسے بیماری اور قحط

نے اپنی پلیٹ میں لے لیا۔

یزید کو پتہ چلا تو وہ یہ شعر پڑھنے لگا۔

مجھے ہرگز اس کی پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر مقام فروقدانہ پر بخار

اور سختی کی بلائیں نازل ہو گئی ہیں۔ جبکہ میں نے دیرم آن میں اونچے تخت پر

تکیہ لگایا ہوا ہے۔ اور ام کلثوم میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔

امم کلثوم عبداللہ بن عامر کی لڑکی اور یزید کی بیوی کا نام ہے۔

امیر معاویہ نے یہ شعر سننے تو قسم کھالی کہ اب میں یزید کو سفیان بن عوف کے پاس ضرور بھیجوں گا تاکہ اس کو بھی ان مصیبتوں کا حصہ ملے جو اسلامی لشکر پر نازل ہوئی ہیں۔

یہ ہے جذبہ جہاد

عنقریب ہم اس سے ملتی جلتی عبارت تاریخ ابن خلدون سے بھی پیش کریں گے۔ تاہم قارئین پر اس قدر تو واضح ہو ہی چکا ہے۔ کہ یزید پلید میں کس قدر جذبہ جہاد تھا اور صحابہ کا یہ امام اور امیر کس قدر نشہ جہاد میں سرشار تھا۔

حواریان یزید کو شرم آنا چاہیے کہ وہ کس بد نصیب اور بد بخت کی وکالت کر کے اپنے ایمانوں کو برباد کر رہے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ کاذیب و اباطیل کے پلندے جمع کرنا ان کے لیے جہنم کی آگ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

کیا مجاہدین اسلام کی صف میں ایسے لوگوں کو شامل کیا جا سکتا ہے جو جہاد کا نام سن کر بہانے تراشنے شروع کر دیں ؟

کیا یہ غازیان اسلام کی شان ہے کہ اسلامی جیوش آزمائش و امتلا کے دور سے گزر رہے ہوں اور ان کا یوں تمسخر اڑایا جائے کہ تجھے ان

مصیبتوں کی کچھ پرواہ نہیں،، میں نے اُنچے مقام پر مسند لگا رکھی ہے۔ اور میری بیوی میری گود میں ہے۔

بے وقوفو! مجاہد تو وہ تھا کہ جس کے بیٹے قتل کرنے کے لیے یزید نے مدینہ منورہ پر فوج کشی کی۔

جذبہ جہاد تو اس کا نام ہے کہ صدائے جہاد سنتے ہی تمام خواہشات کو ترک کر کے میدان جہاد میں آجائے اور پھر غسل دینے کے لیے ملائکہ کی صف آجائے،، اور پھر غسبل ملائکہ کے نام سے مشہور ہو۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ تم ایسے بد بخت کو مجاہدِ اعظم اور صحابہ کا سپہ سالار ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو جو مجاہدین پر آنے والی مصیبتوں پر خوش ہوتا ہے اور اس جہاد میں شامل نہ ہونے پر فخر کرتا ہے تم اسی کے لیے مغفور لکھم کا قول ثابت کر رہے ہو۔

اور پھر اُس کا باپ محض اُس کا تقاضا توڑنے کے لیے زبردستی اُسے اُس فوج میں شامل ہونے کے لیے دھکیل کر بھیجتا ہے جو جہاد پر روانہ ہو چکی تھی اور مصیبت جھیل چکی تھی۔

تعجب ہے کہ تم اُسے لشکر کا سپہ سالار بھی ثابت کر رہے ہو جو سفیان بن عوف کی زیرِ کمان پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ اور اس کی تصدیق شارح بخاری علامہ عینی کی عبارت سے ہوتی ہے۔ کہ قسطنطنیہ پر پہلی بار جہاد کرنے والے لشکر کے سپہ سالار سفیان بن عوف ہی تھے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ

جلیل القدر صحابہ کا امیر یزید جیسے کھنڈرے کو بنایا جاتا۔

تاریخ ابن خلدون اور جہاد قسطنطنیہ

اب آپ تاریخ ابن خلدون سے بھی اس واقعہ کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔ پھر باقی بحث پیش کی جائیگی۔

امیر معاویہ نے ۵۰ھ میں ایک بہت بڑا لشکر سفیان بن عوف کی قیادت میں بلاد روم کی طرف روانہ کیا۔ اور اپنے لڑکے یزید کو ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا لیکن یزید نے جانا پسند نہ کیا اور معذرت کر لی۔ اس پر امیر معاویہ نے اُس کی روانگی ملتوی کر دی۔

اتفاق سے مجاہدین کو اس جنگ میں اکثر مصائب کا سامنا ہوا۔ غلہ کی کمی اور مرض کی زیادتی سے بہت سے لوگ تلف ہو گئے۔ یزید کو خبر ہوئی تو وہ بے ساختہ اشعار ذیل پڑھنے لگا۔

ما ان ابانی بما لاقت جموعهم
بالفرقدنة من حمى ومن حوم
اذا اتكات على الانهاط مرتفعاً
بذیر مران عندی ام کلثوم

یعنی!

مجھ کو اس کی پرواہ نہیں کہ لشکر اسلام کو فروقد نہ
میں سختی اور بدبختی کا سامنا کرنا پڑا۔ جبکہ میں نے بلند

ہو کر (دیرمران میں) رنگ برنگ قالینوں پر تکیہ لگایا

ہوا ہے۔ اور ام کلثوم میرے پاس ہے۔

امیر معاویہ کے کانوں میں ان اشعار کی آواز پہنچی تو یزید کو جہاد پر

بھیجنے کی قسم کھالی۔ چنانچہ یزید کو ایک جماعت کثیرہ کے ساتھ جس میں ابن

عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابویوب انصاری بھی تھے روانہ کیا۔

مجاہدین نے میدان جنگ میں پہنچ کر نہایت تیزی اور سختی سے

جنگ شروع کی اور لڑتے بھڑتے قسطنطنیہ تک پہنچے۔ رومیوں نے قسطنطنیہ کی

دیوار کے نیچے معرکہ آرائی کی۔ ان ہی معرکوں میں ابویوب انصاری شہید ہو

گئے اور قسطنطنیہ کی شہر پناہ کی دیوار کے نیچے مدفون ہوئے۔

تاریخ ابن خلدون کا متن ملاحظہ فرمائیں۔

بعث امیر معاویة سنة خمیس جیشنا

کثیفا الی بلاد الروم مع سفیان بن عوف و

ندب یزید ابنہ معہم فتتأقل فترکہ ثم بلغ

الناس ان الغزاه اصابہم جوع ومرض وبلغ

معاویہ ان یزید اشد فسی ذالک

ما ان ابانی بما لاقیت جموعہم

بالفرقدۃ من حمی و من حوم

اذا اتکات علی الانماء مرتفعاً

بدیر۔ ان عندی ام کلثوم

فحلف ليلحقن بهم فارفي جمع كثير جمعهم
اليه معاوية فيهم ابن عباس وابن عمرو ابن
الزبير و ابو ايوب الانصاري و دفن قريب من
سودها و رجع يزيد و العساكر الي الشام

﴿ تاريخ ابن خلدون عربي جلد سوم ض ۱۰ ﴾

تاریخ ابن خلدون کا واضح ترین بیان پیش کر دینے کے بعد اب
ہم خارجیوں کے استدلال کو باطل قرار دینے کے لیے چند اصولی باتیں
قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

چند اصولی باتیں

اول - پہلی بات تو یہ ہے کہ جہادِ قسطنطنیہ والی روایت راویوں
کے اعتبار سے محل نظر ہے۔ اور اگر یہ روایت بجائے بخاری کے حدیث کی
کسی اور کتاب میں ہوتی تو اس پر جرح کے انبار لگ گئے ہو۔

دوم - بنا بر صدق روایت! اگر یزید پلید اس جنگ میں برضا و
رغبت بھی حصہ لیتا اور اس لشکر کا سپہ سالار بھی ہوتا تو جب بھی اس روایت
میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے وہ پیدائشی جنتی ثابت کیا جاسکے۔

اور مغفور لہم کا جملہ کسی شخص کے لیے قطع جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ
نہیں۔ جیسا کہ اصحابِ عشرہ مبشرہ کے قطع جنتی ہونے کی بشارت سرکارِ دو

عالم نے دے رکھی ہے۔

اور نہ ہی مغفور لھم کا جملہ اصحاب بدر کی طرح جو چاہو کرو کی ضمانت دے سکتا ہے۔ کیونکہ اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی پاکیزگی فطرت کے پیش نظر جو چاہو کرو کی اجازت دے رکھی تھی۔

بلکہ مغفور لھم کا فرمان قد اوجبوا کی بھی وسعت نہیں رکھتا۔ اور اگر ہر دو لشکروں کا معاملہ ایک سا ہوتا تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز دونوں کو علیحدہ نہ کرتے۔ بلکہ دونوں کے لیے ہی واجب ہونے کا ارشاد فرماتے۔

اگرچہ محدثین نے قد اوجبوا سے جنت کے علاوہ اور کچھ واجب ہونا بھی مراد لیا ہے۔

سوم۔ اگر مغفور لھم کا مطلب پیدائشی جنتی ہے تو ہر حاجی کو پیدائشی جنتی قرار دینا ہوگا چاہے وہ حج کے بعد کسی کو قتل کرتا پھرے۔ اور خواہ اسلام سے ہی نکل جائے۔ کیونکہ حجاج کے لیے اللہ تعالیٰ نے وعدہ مغفرت فرما رکھا ہے۔

چہارم۔ اگر مغفور لھم سے پیدائشی جنتی مراد لیا جائے تو ہر اُس شخص کو پیدائشی جنتی کہنا ہوگا جو رمضان المبارک میں مُعْتَمَف ہوتا ہے۔ خواہ وہ اعْتِکَاف کے بعد ارتکابِ کبائر کرتا پھرے۔

کیونکہ حدیث شریف میں ہر اعتکاف کرنے والے کے لیے یہی جملہ مغفور لھم اور اس کا واحد مغفر لہ، موجود ہے۔

پنجم - یہ کہ جس انداز سے یزید کو دھکیل کر میدان جہاد میں بھیجا گیا ہے۔ اس سے ہرگز وہ مغفور لھم کا مصداق قرار نہیں پاتا کیونکہ یہ یزید کا جہاد نہیں تھا بلکہ امیر معاویہ کی قسم پوری کی گئی تھی۔ اس لئے کہ جب تک کوئی شخص خود جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر میدان جنگ میں نہ جائے مجاہدین کی صف میں شمار نہیں ہو سکتا۔ ورنہ منافقین مدینہ بھی تلواریں اٹھا کر اسلامی لشکر کے دوش بدوش میدان کارزار میں پہنچ جاتے تھے۔ مگر ان کی اسلام کی طرف سے لڑائی کو بھی جہاد کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

اور یہ حقیقت ہے کہ یزید نے اپنی مرضی سے نہیں بلکہ منافقوں کی طرح پنجابی محاورے کے مطابق بدھیاں لاہور دیکھیا،

ششم - یہ کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ یزید اس وقت نہایت دیندار متقی اور پرہیزگار تھا اور جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا تھا اور وہ اس وقت جلیل القدر صحابہ کا سپہ سالار بھی تھا تو جب بھی اس کے بعد کے کرتوت اُسے داخل جہنم کرنے کیلئے کافی ہیں۔

اور اس پر مورخین کا ہی نہیں بلکہ محدثین کا بھی اجماع ہے۔ جس کے بیشمار ثبوت، آئندہ اوراق میں بھی پیش ہونگے۔

ان ضروری وضاحتوں کے بعد ہم نہایت اختصار کے ساتھ اس حدیث کے راویوں کا تعارف پیش کرتے ہیں اور چند ایک ضروری حوالہ جات نقل کرنے کے بعد اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

حدیث قسطنطنیہ کے راوی

حدیث اسحاق بن یزید دمشقی، حدیث یحییٰ بن حمزہ حدیثی ثور بن یزید عن خالد بن معدان بن عمیر بن الاسود العنسی

﴿بخاری جلد اول ۱ ص ۴۰۹﴾

یعنی ۱۔ اسحاق بن یزید دمشقی ، ۲۔ یحییٰ بن حمزہ ، ۳۔ ثور بن زید ، ۴۔ خالد بن معدان ، ۵۔ عمیر بن اسود عنسی۔

ان پانچوں بزرگوں کا تعارف بخاری ہی میں اسماء الرجال کے تحت اس طرح ہے۔

۱۔ اسحاق بن یزید بن ابراہیم ،، یہ دمشقی ہیں۔ جیسا کہ متن میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے۔

۲۔ یحییٰ بن حمزہ بن واقد ابو عبد الرحمن دمشقی ،، یعنی یہ بزرگ بھی دمشق ہی کے رہنے والے ہیں۔

۳۔ صود بن زید المحضی ،، یہ بزرگ حمص کے رہنے والے

ہیں۔

۴۔ خالد بن معدان الکلابی

۵۔ عمیر بن الاسود العنسی

پہلے دونوں بزرگ دمشق کے رہنے والے ہیں۔ اور تیسرے بزرگ ساکنِ حمص ہیں۔

قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جس طرح عراق میں روایات کا ایک کارخانہ تھا اسی طرح دمشق و حمص میں بھی ایسے ہی کارخانے معرض وجود میں آچکے تھے۔

چونکہ یہ مضمون ہمارا مضمون نہیں اس لیے ہم اسے چھیڑنا ہرگز پسند نہیں کرتے۔ تاہم مندرجہ بالا بزرگوں کا تعارف تعدیل و جرح رجال کی کتب سے پیش خدمت ہے۔

پہلے بزرگ اسحاق بن یزید دمشقی کے متعلق مشہور محدث ابن ابی حاتم کہتے ہیں۔ کہ اُن سے میرے باپ نے روایت لکھی اور میں نے ابو زرہ سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے اُس کا زمانہ پایا مگر اُس سے روایت نہیں لکھی۔

قال ابن ابی حاتم کتب عنہ ابی و سمعت ابازرہ یقول اور کناہ ولم تکتب عنہ

(میزان الاعتدال ، تہذیب التہذیب)

دوسرے راوی یحییٰ بن حمزہ کے متعلق محدثین لکھتے ہیں۔ کہ ان پر

قدریہ فرقہ سے تعلق رکھنے کا الزام ہے۔ اور ابن معین کہتے ہیں کہ وہ قدری تھے۔

کان یریٰ بالقدر راوی عن ابن معین انه کان قدریا

(میزان الاعتدال ، تہذیب التہذیب)

تیسرے راوی ثور بن یزید حمصی کے متعلق محدثین لکھتے ہیں کہ یہ قدری مذہب رکھتا تھا۔ اس کا دادا جنگ صفین میں قتل ہوا اور وہ امیر معاویہ کے ساتھ تھا۔ چنانچہ ثور بن یزید حضرت علی کا ذکر کرتا تو کہتا کہ میں ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا ہو۔ اور اس کو قدریہ مذہب رکھنے کی پاداش میں اہل حمص نے شہر سے نکال دیا تھا۔

یقال انه قدریا وکان جدہ قتل یوم صفین مع معاویہ وکان ثورا اذا ذکر علیاً قال لا احب رجلاً قتل جدی نفاہ اہل حمص لکونہ قدریا
تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۳۴ عسقلانی۔ تقریب التہذیب

جلد ۷ ص ۷۴

امام احمد بن حنبل رماتے ہیں کہ ثور قدریہ عقائد رکھتا تھا اس لیے شہر بدر کیا گیا۔ اور اس کا گھر جلا دیا گیا اور اس کے قدری ہونے پر کلام کیا گیا،
قال احمد بن حنبل کان ثور یری القدر وکان اہل حمص نفوہ اخر جوہ و

اجز قوادارہ

میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳۸۴ ذہبی ، الکشاف

بُغْضِ حَضْرَتِ عَلِيِّ كَا اَقْرَارِ كَرْنِے وَالَا رَاوِی

اگرچہ چوتھے راوی خالد بن معدان کے متعلق بھی محدثین کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے بلکہ لکھتے ہیں کہ وہ مُرسل روایات بیان کرتے ہیں۔

محترم قارئین ہم مضمون کو زیادہ پھیلاؤ سے بچانے کے لیے انہیں بھی قلم انداز کرتے ہیں اور پہلے دونوں شامی و دمشقی بزرگوں کو بھی باوجود قدری وغیرہ ہونے کے نظر انداز کر دیتے ہیں اور صرف تیسرے راوی جناب ثور کے متعلق ضرور سوال کریں گے کہ کیا صرف اسی ایک راوی کی وجہ سے قصر روایت زمین بوس ہو سکتا ہے یا نہیں جبکہ وہ قدری ہونے کے ساتھ ساتھ دشمن علیؑ بھی ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ میں علی کو دوست نہیں رکھتا، حالانکہ صحیح روایت کے مطابق علی کا دوست ہونا ہی مومن کی نشانی ہے اور علی سے محبت نہ رکھنا ہی منافق ہونے کی دلیل ہے۔

خارجیوں کے مطابق تو یہ راوی یقیناً ثقہ ہو گا مگر اہل سنت کے مطابق دشمن علی اور قدریہ مذہب کا پیرو کس طرح قابل اعتماد ہو سکتا ہے جبکہ وہ اپنے آباؤ اجداد سے لیکر بنو امیہ کا نمک خوار بھی ہو؟

اگر یہ درست ہے کہ شیعان علی کی وہ روایات لائق اعتماد نہیں جو وہ اہلبیت کی شان میں بیان کریں تو پھر شیعان بنو امیہ کی وہ روایت کس طرح

قابل اعتماد ہو سکتی ہے جس سے بنو امیہ کے کسی فرد کی شان کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

حدیث قسطنطنیہ کے متعلق اس وضاحتی نوٹ کے بعد ہم ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں لفظ مغفور کا مفہوم موجود ہے مگر قطعی جتنی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

غفرلہ کی بشارات

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من یتم لیلة القدر ایمانا واحسانا باغفرلہ من ذنبہ بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۰۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو ایمان کی حالت میں لیلة القدر میں جاگتا رہے تو اُس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

اسی طرح بخاری شریف میں ہی رمضان المبارک میں عبادت کرنے والوں کے لیے وعدہ مغفرت ہے۔

اگر مندرجہ بالا روایت میں یہ شرط موجود ہے۔ کہ اس میں عبادت کرنے والوں کے اس سے پہلے کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور مغفور لہم میں ما تقدم من ذنبہ کی شرط موجود نہیں، مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں

محمد ثین نے اسے بھی مشروط کر دیا ہے۔ کہ بشرطیکہ وہ اہل مغفرت ہو۔

اب ان حالات میں اگر کسی مومن کے شب قدر میں جاگ لینے اور رمضان المبارک میں عبادت کر لینے پر بشارتِ مغفرت موجود ہے تو قسطنطنیہ میں دھکیل کر بھیجے گئے نام نہاد مجاہد کو سر پر کیوں اٹھایا جا رہا ہے؟ جبکہ وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے اس عموم سے خارج قرار دیا جا چکا ہے۔

علاوہ ازیں کتب احادیث میں یہی پورے کا پورا جملہ مغفور لھم اعتکاف کرنے والوں کے لیے بھی موجود ہے۔

کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص ایک بار اعتکاف کر لے اور پھر جس قسم کے بھی چاہے جرائم کرتا پھرے پیدائشی جنتی بن چکا ہے۔

بہر حال حدیثِ قسطنطنیہ سے یزید کو پیدائشی جنتی ثابت کرنے کا استدلال لغو اور وہیات ہے۔ اور ایسی باتیں خلف و سلف سے یوائے موجودہ خاندانوں کے کسی نے بھی نہیں کیں۔

مہلب اور ابن تیمیہ و کلائے بنو امیہ نے اگرچہ اس سے یزید کے جنتی ہونے کی دلیل قائم کی ہے مگر یہ پیدائشی جنتی کا شوشہ ابن یزید وغیرہ کا ہی چھوڑا ہوا ہے۔

اگرچہ انہی الفاظ پر حدیثِ قسطنطنیہ کی بحث کو ختم کیا جا رہا ہے مگر جو بیان اب ہم شروع کرنے والے ہیں وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی

ہے۔ جس سے قطعی طور پر واضح ہو جائے گا کہ یزید کو حدیث قسطنطنیہ کے معذورین میں کسی بھی صورت شامل نہیں کیا جاسکتا حالانکہ وہ روایت بھی کئی طریقوں سے کمزور ہوتی ہے۔ جس میں جہاد قسطنطنیہ کی فضیلت درج ہے۔

حرف آخر

درج ذیل عبارت صرف محض ابن یزید کے لیے پیش کی جا رہی ہے۔ کیونکہ یہ نامی ہونے کے ساتھ ساتھ اہلحدیث یعنی وہابی ہونے کا بھی دعویدار ہے۔ اور یزید کو جنتی بنانے کے لیے وہابیوں کے پیچھے پیچھے بھی بھاگتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں اپنے طائفہ سے کئی ایک فتوے بھی حاصل کر چکا ہے۔

عباسی کو یہاں اس لیے نہیں مخاطب کیا کہ وہ سرے سے کسی بھی مسلک کا پیروکار نہیں۔ اور اپنی ذات کو ہی امام الائمہ متصور کئے ہوئے ہے۔ بہر حال آخر پر حدیث قسطنطنیہ کے بارے میں وہابیوں کے پیشوا علامہ وحید الزمان کا تبصرہ پیش خدمت ہے۔

تیسیر الباری شرح بخاری

علامہ وحید الزمان

دوسرا جہاد قسطنطنیہ پر ہوا۔ یزید بن معاویہ اس لشکر کا سردار تھا۔ اس میں بہت سے صحابہ شریک تھے۔ جیسے ابن عمرؓ ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور ابوالیوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس حدیث سے بعضوں نے یہ مطلب نکالا ہے جیسے مہلب نے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے اور وہ بہشتی ہے۔

میں کہتا ہوں! سبحان اللہ

اس حدیث سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے؟

کیونکہ جب یزید قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے گیا اُس وقت تک معاویہ زندہ تھے، اُن کی خلافت تھی اور اُن کی خلافت تاحیات باتفاق علماء صحیح تھی۔ اب لشکروں کی بخشش ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس کا ہر فرد بخشا جائے اور بہشتی ہو۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص خوب بہادری سے لڑ رہا تھا اور آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ اور بہشتی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے۔ یزید نے پہلے بڑا ہتھیار کام کیا کہ قسطنطنیہ پر چڑھائی

کی مگر خلیفہ ہونے کے بعد تو اُس نے وہ گن پیٹ سے نکالے کہ معاذ اللہ
امام حسین کو قتل کرایا، اہل بیت رسول کی اہانت کی، جب سر مبارک امام کا
آیا تو مردود کہنے لگا میں نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

اور مدینہ منورہ پر چڑھائی کی، حرم محترم میں گھوڑے باندھے،
مسجد نبوی اور قبر شریف کی توہین کی۔ ان گناہوں کے بعد بھی کوئی یزید کو بہشتی
کہہ سکتا ہے؟

قسطانی نے کہا تھا یزید امام حسین کے قتل سے خوش اور راضی تھا اور
اہل بیت کی اہانت پر بھی۔ اور یہ امر متواتر ہے۔ اس لیے ہم اس باب میں
توقف نہیں کرتے۔ بلکہ اُس کے ایمان میں ہمیں کلام ہے۔ اللہ کی لعنت اس
پر اور اُس کے مددگاروں پر۔

تیسیر الباری شرح بخاری جز ۱۱ ص ۹۱ مولف وحید الزمان

بخاری پر بخاری

یزید کے کاسہ لیسوں اور عاشیہ برداروں کو بخاری شریف میں وہ
روایت تو نظر آگئی جس میں پکڑ دھکڑ کر یزید کو ٹھونسنا جا رہا ہے۔ مگر اس حدیث
سے قطعی طور پر آنکھیں بند ہو چکی ہیں جس میں واضح طور پر یزید کو دشمن اسلام
اور ملحد قرار دیا گیا ہے۔ جس کے دور کو فتنوں کا دور اور جس کی امارت کو بے
وقوفوں کی امارت قرار دیا گیا ہے۔

وہ منجوں امارت جس کو محمد صادق، رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا دور قرار دیا ہے۔ اسلام سے بغاوت اور سرکشی کا دور کہا ہے۔ بدعت والحاد کا دور کہا ہے۔

یہ روایت بھی ہم بخاری شریف سے ہی پیش کریں گے اور پھر شارحین حدیث کی روشنی میں واضح کریں گے کہ یزید پلید فاسقو فاجر اور ملعون ہے۔ اور اس کا دور امارت اسلام کا روشن دور نہیں بلکہ اسلام کی صورت مسخ کر دینے والا دور منوں تر اور تاریک ترین دور ہے۔

اور اس حدیث کی موجودگی میں یزید ہرگز ہرگز مغفورین قسطنطنیہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اور اُسے پیدائشی جنتی قرار دینا محض خوارج و نواصب کی ذہنی اختراع ہے۔

بات میں بات

یہی نہیں بلکہ ان لوگوں کی دریدہ ذہنی کا یہ عالم ہیک کہ یہ مروان جیسے گستاخ اہل بیت اور دشمن صحابہ کرم کو بھی امیر المؤمنین اور امیر مروان کے القابات دیتے ہیں۔ اور اس کے نام کے ساتھ فخریہ طور پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں۔

اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مروان کو اہل بیت رسول سے بے پناہ محبت تھی۔

حالانکہ اسلام میں تمام فسادات کی جڑ مروان ہے۔ چنانچہ اکثر محدثین نے اس پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے۔

ہم نے مروان کے وہ تمام کروتوت اپنی کتاب (مُشکل کُشا) میں شرح و بسط کے ساتھ نقل کئے ہیں جو اس سے سازشوں اور فتنوں کی صورت سے سرزد ہوئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے اُسے اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی شان میں گستاخی کرنے کے جواب میں فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے تیرے باپ پر اُس وقت لعنت کی تھی جب تو اُس کی پشت میں تھا اور فرمایا تھا کہ جو اُس کی پشت میں ہے ہماری اُمت کے لیے خرابی ہے۔

چنانچہ ابن حنیّ عسقلانی وغیرہ نے یہ روایت اس طرح بیان کی ہے۔

اُمت کے لیے خرابی

نافع بن جبیر بن مطعم اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ حکم بن ابوالعاص (مروان کا باپ) گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو گچھ اس کی پشت میں ہے ہماری اُمت کے لیے خرابی ہے۔

اور ابن خیشمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمن کے بیعتِ یزید کے انکار کرنے کے معاملہ میں فرمایا! مگر اے مروان تو گواہ ہو جا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے باپ پر اُس وقت لعنت کی جب تو اُس کی پُشت میں تھا۔

متن یہ ہے۔

حدیثی نافع بن جبیر بن مطعم عن امیہ قال سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ضَمَرَ الْحَكَمُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَيْلَ الْإِمْتِي مِمَّا فِي صُلْبِ هَذَا، وَرَوَى ابْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لِمُرْوَانَ قِصَّةَ أَخِيهَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُتَمَعِ مِنَ الْبَيْعَةِ لِيَزِيدَ بْنِ مَعَاوِيَةَ أَمَانَتِ يَا مُرْوَانَ فَاشْهَدِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ أَبَاكَ وَأَنْتَ فِي صُلْبِهِ

﴿الاصابه جلد اول ص ۲۲۲﴾

الاستعیاب میں یہ روایت اس طرح ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے مروان کو فرمایا کہ بیشک تیرا باپ لعنتی ہے۔ اور ابن خیشمہ کے طریق سے ہے کہ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابوبکر کے معاملہ میں فرمایا! کہ اے مروان تو گواہ ہو جا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے باپ کو اُس وقت لعنتی کہا تھا جب تو اُس کی پُشت میں تھا۔

فاما قول عبد الرحمن ان اللعين ابوك فردي عن عائشة من طرق
 ذكرها ابن ابي خيثمة وغيره انها قالت لمروان اذ قال في اخيها عبد الرحمن ما قال
 امانت يا مروان فاشهد ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لعن اباك في صلبيه
 الاستيعاب جلد ۱ ص ۲۱۷

ضرور برا کھو

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاویٰ ۶ میں اس حقیقت کا اظہار
 اس طرح فرماتے ہیں کہ!

اهل بیت سے محبت فرائض ایمانی سے ہے نہ کہ لوازم سنت۔

اور محبت اہل بیت کا تقاضا ہے کہ مروان علیہ اللعنة کو برا کہنا
 چاہیے۔ اور اُس ہے دل بیزار رکھنا چاہیے۔ علائخصوص اُس نے نہایت بد
 سلوکی کی حضرت امام حسینؑ اور اہل بیت کے ساتھ اور کامل عداوت رکھتا تھا
 ان حضرات کے ساتھ۔ اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا
 چاہیے۔

فتاویٰ عزیزہ مترجم ص ۲۸۰

الغرض محققین و محدثین کے نزدیک مروان کا دشمن اہل بیت ہونا
 قطعی مسئلہ امر ہے۔ جبکہ اس کے برعکس عباسی وغیرہ نے یہ ثابت کرنے کی
 کوشش کی ہے کہ مروان برا محبت اہلیت تھا اور خاوادہ رسول کا نہایت

احترام کرتا تھا۔

مروان کا ذکر اس جگہ عجیب سا ضرور معلوم ہوتا ہوگا مگر جو ہم یزید کے متعلق بخاری کی روایت پیش کرنے والے ہیں اس کے ساتھ مروان اور آل مروان کا نہایت گہرا تعلق ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ یہ چند باتیں قارئین کے علم میں لا کر وہ روایت بیان کی جاتی تاکہ حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے آسانی پیدا ہو جاتی۔ بہر حال اب آپ بخاری کی وہ روایت ملاحظہ کریں جس میں یزید پلید کے دور حکومت کو اُمت کی ہلاکت کا دور کہا گیا ہے۔

امت کی ہلاکت کا سبب

بے وقوف اور ملعون یزید

بخاری شریف

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 ہلاک امتی علی یدی اغیلما السفہا حدثنا
 موسیٰ بن اسمعیل قال حدث عمر بن یحییٰ
 بن سعید ابن عمرو بن سعید قال اخبرنی جدی
 قال کنت جالساً مع ابی ہریرۃ فی المسجد
 النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 بالمدينة ومعنا مروان قال ابو ہریرۃ سمعت
 الصادق والمصدق صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم یقول ہلکۃ امتی علی یدی غلما من
 قریش فقال مروان لعنة اللہ علیہم فقال ابو
 ہریرۃ لو شئت ان اقول بنی فلان وبن فلان

﴿بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۴۶﴾

ترجمہ!

باب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد
 کا کہ میری امت کی ہلاکت بے وقوف لڑکوں کے
 ہاتھوں ہوگی۔

موسیٰ بن اسماعیل روایت فرماتے ہیں کہ روایت بیان کی عمر بن یحییٰ بن سعید بن عمر بن سعید نے کہ خبر دی مجھ کو میرے دادا نے کہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو مروان نے کہا ان لڑکوں پر لعنت ہو یہ سن کر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ فلاں ابن فلاں ہیں۔

حاشیہ بخاری

یہ قول ہے کہ بے وقوف لڑکے جو گناہوں پر مضبوطی سے قائم ہوں گے اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ ان سے مراد بنو امیہ کے لڑکے ہیں اور ان کی بلوغت ان کے خلاف نہیں، امت کا ہلاک ہونا، اس سے مراد اس زمانہ کے لوگوں کی ہلاکت ہے اور یہ قیامت تک کے لئے تمام امت کے لئے نہیں، لڑکوں کے ہاتھوں سے جیسا کہ یہ روایت اکثر نے بیان کی اور روایت کیا سرحسی اور کشمینی نے اوپر ہاتھوں کے ساتھ جمع کے لئے اور یہ قول کہ لعنت ہو

بیٹے ہیں پس اللہ تعالیٰ کا اس کی زبان سے یہ کہلا دینا ان کے ﴿ملعون﴾ ہونے پر شدید حجت ہے اور بے شک طبرانی وغیرہ کی حدیث میں لعنت ہے مروان کے باپ حکم پر اور اُس پر جو اُس نے پیدا کیا۔

اور یہ قول کہ احداثاً جمع حدیث یعنی نو جوانوں اور ان کا پہلا یزید ہے اُس کو وہی ملے جس کا وہ مستحق ہے وہ کبار بزرگان کو شہروں کی امارات سے معزول کر کے اپنے قریبوں میں سے اصاغر کو حاکم بناتا تھا۔
متن یہ ہے:-

وفى رواية عبد الصمد لعنته الله عليهم من
اغليمة والعجب من لعن المروان الغلطة المذ
كور رين مع ان ظاهر انهم من ولده فكان الله
تعالى اجرى ذلك لسانه ليكون اشد في
الحجة عليهم لعلمهم يتعظون وقد اردت
احاديث فى لعن الحكم والا مروان وما ولد
اخرجها طبرانى وغيره... الخ

قولاً! حداناً جمع هدت اى شبانا واولهم يزید
عليه ما يستحق وكان غالباً يترع الشيخ من
امارة البلدان الكبار ويوبها الاصاغر من اقاربه

﴿عمدة القارى شرح بخارى جلد ۲۴ صفحہ نمبر ۱۸﴾

فتح الباری شرح بخاری

عباسی اور اُس کے کاسہ لیسوں ابن یزید بٹ وغیرہ کے معتمد امام جنہیں یہ لوگ شیخ الاسلام کے نام سے یاد کرتے ہیں یعنی علامہ ابن حجر عسقلانی، وہ اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے واضح طور پر بتاتے ہیں کہ اُمتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہلاکت اور تباہی کا سبب بننے والوں میں پہلا نام یزید بن معاویہ کا ہے۔ اور یہ بات انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ثابت کی ہے انہوں نے اپنی مشہور زمانہ کتاب فتح الباری شرح بخاری میں زیرِ بحث حدیثِ مبارکہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ :-

میں کہتا ہوں کہ صبی اور غلیم تصغیر کے ساتھ ضعیف العقل و تدبیر اور ضعیف الدین کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ جوان ہو اور یہاں یہی مراد ہے۔ ابن بطلال کہتے ہیں کہ ہلاکتِ اُمت کی مراد حضرت ابو ہریرہ کی ہی دوسری حدیث سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ جس کو دوسری سند سے علی بن معبد اور ابی شیبہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں امارت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور امارتِ غلیم یعنی لڑکوں کی حکومت کیا ہے؟

فرمایا اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے یعنی دین کے

بارے میں ان کی اطاعت ہلاکت کا باعث ہے اور اگر تم ان کی اطاعت نہیں کرو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔ یعنی دنیا کے بارہ میں تمہاری جان بچانے کے لیے تمہارا مال غصب کر کے یا جان بھی لے لیں گے اور مال بھی چھین لیں گے۔

اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازاروں میں چلتے پھرتے فرماتے تھے۔ یا اللہ میں ۶۰ھ کا زمانہ نہ دیکھوں اور مجھے لڑکوں کی حکومت دیکھنی نصیب نہ ہو۔

اور اس میں اشارہ ہے کہ ان لڑکوں نے ہلاک کرنے والوں میں پہلا نمبر یزید کا ہے۔ کیونکہ ۶۰ھ میں یزید تھا اور وہ ایسا ہی تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

کیونکہ یزید بن معاویہ کو ۶۰ھ میں حکومت ملی اور وہ ۶۴ھ تک زندہ رہا اور پھر مر گیا۔

اور اس بیان سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جن قریشی لڑکوں کا ذکر ہوا ان میں پہلا یزید ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ نے ۶۰ھ ہجری اور امارت صبیان کے متعلق بیان کیا ہے کیونکہ یزید بزرگوں کو سلطنت کے عہدوں سے معزول کر کے ان کی جگہ اپنے رشتہ دار چھو کروں کو عہدے دیتا تھا۔ متن ملاحظہ ہو۔

قلت وقد يطلق الصبي ولغليم با

لتصغير على الضعيف العقل والتدبير
والذين ولو كان محتتما وهو المراد هذا قال
ابن بطل جاء المراد بالهلك مبينا في حديث
آخر لابي هريرة رفعه اعوذ بالله من امارة
الصبيان قالوا وما امارة الصبيان قال ان
اطعموهم ورهلكم اى فى دينكم وان
عصيتموهم اهلكوكم اى فى دينكم بازهاق
النفس او باذهاب المال او بهما وفى رواية ابن
شيبه ان ابي هريرة كان يمشى فى الاسواق
ويقول اللهم لا تدركنى سنة ستين ولا امارة
الصبيان وفى هذا اشارة الى ان اول الاغيلة
كان فى سنة يزيد وهو كذلك فان يزيد بن
معاوية استخلف فيها وبقى سنة اربع وستين
والذى يظهر ان الى المذكورين من جملتهم
وان اولهم يزيد كما دل عليه قول ابو هريرة
راس ستين وامارة الصبيان فان يزيد كان
غالباً ينتزع الشيوخ من امارة البلدان ويو
ليها الا صاغر من اقاربة

فتح الباری شرح البخاری جلد ۱۳ صفحہ ۷، ۸ مطبوعہ مصر مولفہ ابن حجر عسقلانی

علامہ ابن حجر عسقلانی کی یہ واضح ترین عبارت حق قبول کر لینے
والوں کے لئے بہر صورت کافی ہے۔ وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان کی
کوئی کرن ابھی موجود ہے انہیں ایمان و دیانت سے فیصلہ کرنا چاہیے حق

کس طرف ہے کیونکہ ایک طرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ ۶۰ ہجری میں بے وقوف اور امت کو ہلاک کرنے والے چھو کرے کی حکومت ہوگی جس کی دین میں اطاعت کرو گے تو دین ہلاک ہو جائے گا اور اگر تم اس کا کہنا نہ مانو گے تو وہ تمہاری جانوں کو ہلاک کر دے گا۔

اور دوسری طرف ان لوگوں کا بیان ہے جو حدیث قسطنطنیہ کی فرضی آڑ لے کر یزید پلید کو خلیفہ راشد اور یگانہ روزگار عابد و زاہد اور متقی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں بلکہ جھوٹی موٹی روایتیں بیان کر کے اُسے اس کے سن پیدائش سے بھی پچیس سال پہلے ہی پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں تاکہ وہ صحابی ثابت ہو جائے۔

اہل حق جانتے ہیں کہ حق یقیناً اسی طرف ہے جس طرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ اس کے برعکس جو کچھ بھی بیان کیا جائے گا محض کذب و فریب اور باطل ہوگا۔

اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ

سرتاج المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ امت کی بربادی کا سبب یزید بن معاویہ، عبید اللہ بن زیاد اور مروان کے لڑکے تھے، اور ان لوگوں پر شہوات و ہیجان کا غلبہ تھا اسی وجہ سے انہیں نو عمر چھو کرے کہا گیا

چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ :-

وعن ابی ہریرۃ قال قال صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم ہلکۃ امتی ہلاکت امت من علی یدی
غلمۃ من قریش یرد دوست کو دکان وجوانان
نوسالان است از قریش۔ کذافی القاموس وفی
المصراح غلام کو دک او اصل غلمۃ واغتلام
غلبہ شہوت و ہیجان اوست۔ در حواشین
وشتہ اند کہ مراد بآن غلمہ کشتگان عثمان و
علی حسن وحسین اند رضی اللہ تعالیٰ عنہم
وامثال ایشان اند

اہل فتنہ و بغی فطمہ و در مجمع البحار
آوردہ کہ ابوہریرہ می شناخت ایشان را با
سما و اشخاص ایشان و سکوت می کرد از تعیین
و نام بردن ایشان از جهت ترس و مفسدہ و مراد
یزید بن معاویہ و عبید اللہ بن زیاد مانند
ایشان اندا حداثہ و نوسالان بنی امیہ خذلہم
اللہ و بتحقیق صادر شد از ایشان قتل اہل
بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بند
کردن ایشان و کشتن خیار مہاجرین و انصار
آنچہ شد صادر شد۔

از حجاج کہ امیر الامراء عبد الملک بن
مروان بود و از سلیمان بن عبد الملک اولاد

اوازر یختن خون ها وتلف کردن مال ها آنچه
پوشیده نیست بر هیچ کس

﴿اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۲۸۲﴾

ترجمہ ! ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ
میرا امت ہلاک ہوگی قریش کے نوجوان لڑکوں کے
دونوں ہاتھوں سے جیسا کہ قاموں اور صراح میں ہے
۔ کہ غلام لڑکے کو کہتے ہیں اور اس کی اصل غنمت ہے
اور اعتلام اسکی شہوت اور ہیجان کا غلبہ ہے۔
اور اس حدیث کے حواشی میں لکھا ہے کہ ان لڑکوں
سے مراد قاتلان عثمان وعلی اور حسن و حسین رضی اللہ
عنہم ہیں اور اس کی مثل اہل فتنہ اور ظلم و جور کرنے
والے اور مجمع البجار میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ عنہ ان کو پہچانتے تھے اور ان کے نام جانتے تھے مگر
ان کے ناموں کا تعین کرنے سے فساد وغیرہ کے ڈر
سے خاموش تھے۔ اور ان سے مراد یزید بن معاویہ
اور عبید اللہ بن زیاد اور انکی مانند دیگر نوجوانان بنو اُمیہ
ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کیا اور تحقیق سے

ثابت ہے کہ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور بہترین انصار و مہاجرین کو شہید کیا اور یہ عبد الملک بن مروان اور امیر الامراء حجاج بن یوسف اور اسکے لڑکے سلیمان وغیرہ نے بھی خون ریزی کی اور مالوں کو لوٹا اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں آنے والی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے جناب ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

وقال المظھر لعلہ ارید بہم الذین کانوا بعد الخلفاء الراشدين مثل یزید و عبد الملک بن مروان وغیرہما۔

﴿مرقاۃ مشکوٰۃ جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۰﴾

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ کو دونوں ہاتھوں سے ہلاک کرنیوالے یزید پلید اور عبد الملک بن مروان وغیرہ ہیں۔

علاوہ ازیں ابن یزید بٹ کے اکابرین اہل حدیث مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث کا ترجمہ و تشریح کرتے ہوئے واضح طور پر لکھتے ہیں کہ امت کی ہلاکت کا سبب یزید پلید ہی ہے اور اس نے سنت مصطفویہ کو تبدیل بھی کیا

ہے اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی بھی کی۔ اور یہ کہ یزید اور مروان کے لڑکے ہی اس حدیث کے مصداق ہیں۔

چنانچہ لکھا ہے:-

بمفتاح البرکات ترجمہ مشکوٰۃ

اور یزید کے وقت کا قتال جس میں بے حرمتی مسجد نبوی کی ازالہ بکارت ہزارہا عورتوں کا لشکریوں کے ہاتھ سے وقوع میں آیا ﴿اور اس کا اطلاق﴾ کتنے ایک نوجوانوں کے حصے قریش میں سے ہے جیسے یزید اور مروان کی اکثر اولاد۔

﴿بمفتاح البرکات ترجمہ مشکوٰۃ مطبوعہ﴾

﴿مکتبہ اثریہ سانگلہ بل جلد چہارم صفحہ ۷۷﴾

دیگر متعدد محدثین کرام نے بھی اس حدیث بخاری کے ضمن میں قطعی طور پر صراحت فرما رکھی ہے کہ اس کا مستحق یزید پلید ہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق امت کی تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ اسی کا دور حکومت ہے۔

اب جبکہ محدثین کرام نے یہ بھی وضاحت کر رکھی ہے کہ حدیث قسطنطنیہ کے مغفورین میں یزید کو شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ حدیث شرط مغفرت کے ساتھ مشروط ہے اور یزید پلید میں میں شرط مغفرت نہیں پائی

جاتی اور یہ بھی بتا دیا کہ امارۃ صبیان کا شروع کنندہ یزید پلید ہی ہے تو پھر آج کل کے بزعم خویش اہل حدیث کو حدیث رسول کی پیروی کرتے ہوئے محدثین کرام کی تحقیق کو تسلیم کرنا چاہیے یا فرضی قصے کہانیوں کو ریسرچ کا نام دے کر اپنی بات پوری کرنے کا جھپٹ پورا کرنا چاہیے۔

کیا یہ محدثین کرام معاذ اللہ شیعہ اور غالی رافضی بن جائیں گے جنہوں نے یزید پلید اور اس کے بعد دور بنو امیہ کو احادیث رسول کی روشنی میں امت کی ہلاکت اور تباہی کا دور ثابت کیا ہے اور مروان کو بھی اس میں شامل کرتے ہوئے غلمہ کا ترجمہ ضعیف العقل اور ضعیف الدین بتایا ہے۔

تاریخ کے نام پر تو یہ لوگ امام ابن جریر طبری پر شیعہ ہونے کا الزام لگالیں گے اور ان کی بیان کردہ روایات کو مسترد کر دیں گے۔ مگر اب ان احادیث کے بارے میں کیا رویہ اختیار کریں گے جن کو سواد اعظم کے مسئلہ اور ثقہ محدثین نے اپنی کتابوں میں نہ صرف درج کیا ہے بلکہ اپنی آراء کو بھی واضح طور پر ظاہر کر دیا ہے

تاریخ اسلام کا روشن باب

قارئین کرام اندازہ فرمائیں کہ رسول برحق مخرصادق تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی اور پھر یہ فرمان رسول حرف بحرف پورا ہو گیا۔

یزید بن معاویہ اور اولاد مروان بن حکم نے اپنی سفاکیوں اور ہلاکت خیزیوں سے سرور انبیاء کے اس فرمان مقدس پر مہر ثبت کر دی، لفقہ مورخین نے ان کے حالات کو قلمبند کیا۔

محدثین کرام نے ان روایات کو معیار روایت پر جانچا اور اچھی طرح وزن کر لینے کے بعد بتایا کہ یہ قریشی لڑکے جن کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے وقوف اور امت کی ہلاکت کا سبب فرمایا تھا۔ وہ اولاد مروان ہے اور ان سب کا امام اول یزید بن معاویہ ہے جس نے اس ہلاکت کی بنیاد رکھی۔

مگر آج کا نام نہاد محقق فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں اپنی اختراع کو پیش کر کے یہ ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے کہ یہ دور تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کا بھی دعویٰ ہے مگر ان سے مخالفت کا یہ عالم ہے کہ وہ جس دور کو ظلمت کا دور فرماتے ہیں یہ اسے روشنی کا زمانہ کہتا ہے وہ جس کو ہلاکت اور گمراہی کا دور فرماتے ہیں یہ اسے رشد و ہدایت کا دور قرار دیتا ہے۔

بہر حال عباسی کا مزمومہ تاریخ کا روشن باب اہل اسلام کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ مذکورہ بالا روایات کے علاوہ دیگر بھی متعدد ایسی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں

جن کے مطالعہ سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مخبر صادق حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزید کے پرفتن دور کی نشاندہی پہلے ہی کر رکھی ہے
اور تاریخ اسلام کے اس سیاہ ترین باب کو اہل اسلام کے لئے وحشت ناک
دور قرار دیا ہے اور نشاندہی کر رکھی ہے کہ فلاں شخص ہماری ستون کو تبدیل کر
کے بدعات والحاد کا آغاز کرے گا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مزید چند روایات ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔

دین میں رخنہ اندازی کرنے والا

ابن منیع، ابو یعلیٰ، بہیقی اور ابو نعیم نے یہ روایت بیان
کی ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ
عنه نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا کہ ہمیشہ یہ امر ﴿دین﴾ اعتدال و انصاف پر
غالب رہے گا۔ حتیٰ کہ بنو امیہ کا ایک شخص اس میں
رخنہ اندازی کرے گا اور اس شخص کے لئے کہا گیا کہ
وہ یزید ہے۔

أخرج ابن منیع و ابو یعلیٰ البہیقی و ابو نعیم
عن ابی عبیدة بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ
عنه قال قال رسول اللہ صلی علیہ وآلہ
وسلم لا یزال هذا الامر معتدلاً قائماً بالقسط

حتیٰ یثلمہ رجل من بنی امیة یقال له یزید

﴿حجة الله على العالمین، صفحہ ۵۲۹﴾

صلوة کا تارک شعوات کا تابع

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا ساٹھ ہجری کے بعد نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے۔

واخرج البیهقی عن ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول یكون خلف بعد ستین سنہ اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات ہ

﴿حجة الله على العالمین صفحہ نمبر ۵۲۹﴾

خصائص کبریٰ میں ہے

خصائص کبریٰ میں ہے کہ تاجدار انبیاء نے فرمایا خلافت راشدہ کے بعد ملک عضو ہوگا اور پھر جابر و مفسد حاکموں کا دور ہوگا جو شرمگاہوں اور شراب کو حلال کریں گے اور ریشمی لباس پہنیں گے۔

ثم کائن ملکا عضو ضائم کائن عنوا جبر یہ

وفساد فی الامت يستحلون الفروج والخمر
والحریر حضرت ابی درداء فرماتے ہیں لا مدینة
بعد عثمان ولا رخاء بعد معاوية

﴿خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۱۶﴾

اللہ کی پناہ مانگو

امام احمد حنبلی اور جناب بزاز نے صحیح سند کے
ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فر
مایا! اللہ سے پناہ مانگو ساٹھ ہجری سے، اور چھو کروں کی
امارت سے اور فرمایا کہ نہیں جائیں گے وہ ساتھ دنیا
کے حتیٰ کہ تختِ امارت باپ سے بیٹے کی طرف منتقل
کرتے رہیں گے۔

واخرج احمد واليزاز بسند صحيح عن ابي
هريره رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعوذوا باللہ من
راس الستين ومن امارة الصبيان وقال لا
تذهب بالدينيا حتى تصير لکنع بن لکع

﴿حجۃ اللہ علی المسلمین صفحہ نمبر ۵۲۹﴾

اور یہ روایت تو قارئین ملاحظہ فرمائی چکے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے پیش نظر مدینہ منورہ کے بازاروں میں چلتے پھرتے بھی یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ الہی مجھے ۶۰ ہجری دیکھنا نصیب نہ ہو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لیا اور آپ کے ۵۰ ہجری میں انتقال فرما گئے اب آپ ایک ایسی رویت ملاحظہ فرمائیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت مصطفیٰ کو تبدیل کرنے والا بھی یزیدی تھا۔

سنت مصطفیٰ کو تبدیل کرنے والا

امام بیہقی حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سن سے پہلے ہماری سنت کو تبدیل کرنے والا شخص بنو امیہ سے ہوگا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہمارا گمان ہے کہ ایسا کرنے والا شخص یزید بن معاویہ ہے۔

واخرج بهيقه عن ابى هريرة رضى الله عنه
سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله سلم
يقول اول من يبديل سنتى رجل من بنى امية
قال البهيقى يشبهه ان يكون هو يزيد بن معاوية
«حجة الله على العالمين صفحہ نمبر ۵۲۹»

محدثین کرام نے حضور کی پیشگوئی کے مطابق تو یزید کے نام کا تعین کیا ہے

اس کا انکار کسی بھی صورت میں نہیں ہو سکتا کیونکہ فرمان رسول کے مطابق
 حضرت ابو ہریرہ کا ۶۰ ہجری سے پناہ مانگنا ایک ناقابل تردید حقیقت ہے
 جبکہ یہی سال یزید کی تخت نشینی کا ہے الاصابہ میں امام ابن حجر کی فرماتے ہیں،
 وهذا الحديث مرفوعا كان ابو هريرة تشبوه
 ابصدغى معاويه لا تدر كنى سنت سنين

﴿الاصابہ ج ۲ ص ۲۰۷﴾

خدا یزید کو برکت نہ دے

حضرت ابو نعیم حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرکارِ دو عالم کی
 طویل حدیث نقل کرتے۔ جس میں فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے امام الانبیاء
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت راشدہ کے ختم ہو کر ملوکیت کے آنے کی خبر
 بھی دی ہے اور یزید کا نام لے کر پیشگوئی فرمائی ہے کہ اللہ یزید کو برکت نہ
 دے وہ میرے حسینؑ کو شہید کر دے گا اور پھر ولید بن عبد الممالک کے متعلق
 فرمایا کہ وہ فرعون ہوگا اور شرائع اسلام کو مٹائے گا میرے اہل بیت کے ایک
 شخص کے خون سے رنگین کرے گا۔

اس مضمون کا واضح ترین متن ملاحظہ فرمائیں:-

واخرج ابو نعیم عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال
 اتکم الفتن کتطلع الیل المظلم کما ذہب

رسل اتى رسل تناسخت النبوة وصارت ملكا
امسك يا معاذ واحص فلما بلغت خمسة قال
يزيد لا يبارك الله في يزيد ثم ذرقت عيناه
فقال نعى الى الحسين واتيت بترية واخرت
بقاتلة فلما بلغت عشرة قال
الوليد اسم فرعون هادم شرائع الاسلام يبؤد
مه رجل من اهلية

﴿الحجة اللہ علی العالمین ص ۵۲۹﴾

ام المومنین کی بات ہی مان لو

علاوہ ازیں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے
یزید کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ
روایت بھی نقل فرمائی ہے۔

عن عائشہ یزید لا یرک اللہ فی یزید الطعان
اللعان اما انہ نعی الی حبیبی ومنجلی حسین
اتیت بترتہ ورائت قاتلہ اما انہ یقتل بین
ظہرائی قومفکا ینصروه الا عمہم اللہ بعقاب
رواہ ابن عساکر

﴿ما ثبت بالسنة ۲۲۰﴾

ترجمہ :-

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

روایت ہے کہ قاتل و معوں یزید کو اللہ برکت نہ دے
 کیونکہ اس نے میرے پیارے بیٹے حسین کے ساتھ
 بغاوت کی اور ان کو شہید کرایا۔ حسین کی تربت کی مٹی
 میرے پاس لائی گئی اور مجھے ان کا قاتل بھی دکھایا
 گیا اور بتایا گیا کہ جنکے سامنے حسین شہید کئے جائیں
 گے وہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اسی سبب سے ان
 پر مسلط کر دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا روایت کو خوارج و نواصب نے اس لئے وضعی قرار دے
 رکھا ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا حضرت امام حسین کی شہادت
 سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا حالانکہ ام المومنین کی روایت امام حسین علیہ
 السلام کی شہادت کی پیش گوئیوں میں سے ایک ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن کی متعدد
 پیشگوئیاں جو انہوں نے حضور سرور دو عالم صلا اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن رکھیں
 تھیں۔ کتب احادیث میں موجود ہیں۔

اور یہ روایت بھی ترتیب مضمون کے لحاظ سے قطعی طور پر پیش گوئی
 ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں جناب سیدہ عائشہ صدیقہ کا یزید کا
 نام لینا بھی مجر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق ہے
 جس میں آپ نے لا بارک اللہ یزید فرمایا ہے

اور پھر جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات طیبہ میں تو یزید کی بیعت کا مسئلہ زوروں پر تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں بھی آپ کے سامنے تھیں پھر اس میں خلاف واقع کو نسا امر ہے جسے یہ یزیدی ماننے سے گریز کرتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ کا فتویٰ

یزید کے بارے میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ڈھکا چھپا نہیں آپ کا یہ قول محدثین کے نقل در نقل کرنے سے تو اتر کا درجہ حاصل کر چکا ہے کہ ہم یزید کے بارے میں سکوت کرتے ہیں انشاء اللہ العزیز بخیر ہم بھی یہ قول نقل کریں گے اور اس ضمن میں متعدد حوالہ جات بھی پیش کریں گے۔

شارحین کرام نے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس توقف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یزید کی مذمت نہ کرو بلکہ اس سے ظاہر ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یزید لعین کا اسلام مشتبہ ہے اگر یزید کے اسلام میں آپ کو اشتباہ نہ ہوتا تو اسے مسلمان کہنے میں ہرگز سکوت نہ کرتے اس مسئلہ میں مزید گفتگو محدثین اور فقہائے کرام کی عبارات نقل کرنے کے بعد ہوگی یہاں ہم عباسی کی اس چالاکی پر روشنی ڈالیں گے جو اس نے امام صاحب کا نام استعمال کرنے کے سلسلہ میں دکھائی ہے۔

قارئین گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ عباسی نے امام اعظم نام سے ایک روایت نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا خلیفہ وقت کے خلاف خروج ناجائز تھا۔ حالانکہ نہ تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت میں امام حسین کا نام لیا ہے اور نہ یزید پلید کا نہ تو امام حسین علیہ السلام کے خروج کو ناجائز قرار دیا ہے اور نہ ہی یزید پلید کی امارت و حکومت کو درست تسلیم کیا ہے بلکہ یہ وہی روایت ہے جو متعدد کتب احادیث میں حدیث مصطفیٰ کی صورت میں موجود ہے اور اس ضمن میں یہ ایک ہی روایت نہیں متعدد اور بھی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جنہیں عباسی نے کبھی حدیث رسول کے نام سے پیش کیا ہے۔

اور کبھی اقوال صحابہ اور اقوال ائمہ کے نام سے بیان کیا ہے حالانکہ ان روایات میں سے اکثر وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے اپنی بیعت لیتے ہوئے ارشاد فرمائیں۔ اور بعض وہ ہیں جنہیں محدثین نے جانشینان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان ذوالنورین اور سیدنا حیدر کرار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافتوں میں رخنہ اندازی نہ کرنے کے سلسلہ میں بیان فرمائیں۔

اور ایک دور روایات ایسی بھی ہیں جنکا اطلاق ہر حاکم وقت پر ہو سکتا ہے لیکن وہ قطعی طور پر مشروط ہیں ان میں سے ایک روایت میں یہ شرط موجود ہے کہ جب تک کوئی حاکم ارتداد نہ کرے اس سے قتال نہ کرو اور دوسری

روایت میں یہ ہے کہ جب تک وہ نماز پڑھتا ہے اس پر تلوار نہ اٹھاؤ۔ اور ساتھ ہی ساتھ میں یہ شرط بھی موجود ہے کہ جب تک وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بلا تا رہے اس کی بات سنو اور جب تمہیں معصیت اور گناہ کی طرف بلائے اس کا انکار کر دو۔

اور اس کے ساتھ ساتھ یہ روایات بھی موجود ہیں کہ جابر حکمران ان کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے جب کہ پہلی دونوں روایات میں جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں میں ہے کہ ہر حال میں حاکم وقت کی اطاعت کرو اور اس کے خلاف نہ تلوار استعمال کرو اور نہ زبان سے محاذ آرائی کرو۔

ان تمام تر روایات کو ایک ہی مکام پر جمع کر کے جب بھی تطبیق دی جائے گی تو قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلے گا کہ حاکم وقت کی طرف سے جب تک تمہیں دنیاوی تکلیفیں پہنچتی رہیں پورے ضبط و تحمل کے ساتھ ان دنیاوی مشکلات کا مقابلہ کرو اور صبر سے کام لو اس کا حکم مانو اور ہرگز نظام سلطنت کو درہم برہم نہ کرو اور اگر حاکم وقت اطاعت خدا اور رسول سے نکل گیا ہو اور تمہیں معصیت کی طرف راغب کرتا ہے تو تم بھی اس کی اطاعت سے نکل جاؤ۔

اور قرآن کریم کی نص قطعی سے بھی یہی ثابت ہے کہ

اطيعوا الله واطيعوا الرسول اولوا الامر منكم

سب سے پہلی شرط ہی یہ ہے کہ اللہ ورسول کی اطاعت کرو پھر اس

بلکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ "سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے کے صاحبزادے یعنی زید بن زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ایسے ہی حالات میں پورا پورا ساتھ دیتے ہیں جن حالات سے امام حسین علیہ السلام کو سابقہ پڑا تھا چنانچہ کتب معتبرہ میں یہ واقعہ شرح و بسط کہ ساتھ موجود ہے۔

مشہور محقق مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ دشت کربلا کی مصیبت اور اس کے بعد بنی امیہ کے فولادی بیٹوں کی آہنی گرفتوں نے عام مسلمانوں پر اوس ڈال دی تھی باطل کے مقابلہ میں اٹھنے کی تاب مسلمانوں میں عموماً باقی نہ رہی تھی اور سب سے زیادہ خصوصیت کے ساتھ دنیا میں پیسے گئے۔

وہ فاطمہ اور اولاد علی ﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہم﴾ تھی جب یہ حال ہو گیا ہو جیسا کہ امام زین العابدین سے منقول ہے کہ بیمار ہونے کی وجہ لوگوں نے انہیں قتل کرنے سے چھوڑ دیا

﴿امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی﴾

آگے چل کر لکھا ہے کہ اہل بیت کو اس قدر کچل دیا گیا تھا کہ مدینہ منورہ میں واقعہ ۳۰ پیش آیا، حالانکہ زیادہ تر اس واقعہ کے پیش آنے میں بڑا سبب امام حسین علیہ السلام کی شہادت تھی۔ لیکن طبقات میں لکھا ہے خود حضرت سیدنا زین العابدین کا بیان ہے کہ:-

ما اخرج فيها احد من آل ابى طالب ولا اخرج
فيها من بنى عبد المطلب لوموا بينهم.

﴿طبقات ابن سعد - ج ۵ - ص ۱۵۹﴾

یعنی ابوطالب کے خاندان سے کوئی آدمی بھی اس ہنگامے میں
شریک ہونے کے لئے نہ نکلا اور نہ عبدالمطلب کے گھرانے والے نکلے
سب کے سب گھروں میں پڑے رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حادثہء کربلا کے
بعد اہل بیت نبوت والوں نے سیاسی قصوں سے اپنے آپ کو الگ تھلگ کر
لیا خود امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی عبادت و ریاضت
اور مجاہدے میں گزاری۔

مدینہ منورہ کے پاس عقیق نامی ندی کے کنارے جو محلہ تھا وہیں
آپ نے مکان بنو الیا اور اپنے بال بچوں اور خاندان والوں کے ساتھ صبر شکر
کے ساتھ زندگی کے دن پورے کر رہے تھے سیدنا امام حسین علیہ السلام کی
اولاد کو ر میں آپ تنہا باقی رہ گئے تھے۔ لیکن خدا نے آپ کی اولاد میں برکت
دی۔

سب سے زیادہ شہرت امام محمد باقر بن محمد علی بن حسین نے حاصل کی
چونکہ آپ کی والدہ امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ اس لئے دونوں
بھائیوں کی نمائندگی آپ کا وجود کرتا تھا۔

سیدنا زین العابدین علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے دوسری

عورتوں سے تھے جن میں زید بن علیؑ زین العابدینؑ شہید رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حضرت زید غیر معمولی طور پر حسین و جمیل تھے اور غیر معمولی طور پر ہی ذہین و فطین، علم دوست، معارف پرور ہونے کے ساتھ بڑے بہادر اور نڈر تھے آپ کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں نے زید بن علی کو دیکھا تھا جیسے ان کے خاندان کے دوسرے حضرات کے مشابہت کا مجھے موقع ملا ہے میں نے ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا اور ان جیسا حاضر جواب واضح اور صاف گفتگو کرنے والا آدمی اس عہد میں مجھے کوئی نہیں ملا اور حقیقت ان کے جوڑ کا آدمی اس زمانہ میں نہ تھا۔

مشاہدت زید بن علی کما شہدت اہلہ فلما
رائت فی زمانہ افقہ منہ ولا اعلم والا اسراع
جواباً ولا ابین قولاً لقد کان منقطع التمرین
روض الکبیر ص ۵۰

اور امام ہی کیا اس عہد کے بڑوں میں مشکل ہی سے کوئی آدمی نظر آتا ہے جس سے حضرت زید شہید کے متعلق اس قسم کے الفاظ منقول نہیں۔

شععی سے روایت ہے کہ زید بن علی سے بہتر بچہ شاید ہی کسی عورت نے پیدا کیا ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علمی اور فہمی فراست کے ساتھ حضرت زید

شہید کی دنیاوی سوجھ بوجھ غیر معمولی تھی۔

﴿امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی﴾

حضرت زید کوفہ میں

اس مختصر تعارف کے بعد قارئین کے لئے یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ کہ حضرت زید بن زین العابدین نے بنو امیہ کے خلاف کیسے علم جہاد بلند کیا جب کہ خاندان اہل بیت ملکی سیاست سے قطعی طور پر الگ تھلگ ہو کر محض عبادت الہی اور حصول علم میں مصروف و مشغول تھا۔

تو ہوا یہ کہ بنو امیہ کے سابق عامل خالد نامی جو کہ کوفہ میں تھا کو نئے عامل یوسف نے غبن وغیرہ کے کیس میں ملوث کرنے کے لئے کچھ شہادتیں جمع کر لیں اور کہا کہ یہ غبن شدہ روپیہ پیش کرو خالد کو کچھ اور تو نہ سوچھی اس نے کہہ دیا کہ میں نے یہ رقم مدینہ میں حضرت زید بن زین العابدین کے پاس جمع کرائی ہے اور ان کے ساتھ کئی لوگوں کے نام بھی بتا دیئے یوسف نے مروئی حاکم ہشام بن عبد الممالک کو اس واقعہ کی اطلاع دے دی چنانچہ ہشام نے حضرت زید اور دوسرے لوگوں سے جن کا نام خالد نے لیا تھا پوچھ گچھ کرنے کے لئے حاکم مدینہ کو لکھا۔ اس نے حضرت زید کے سامنے یہ واقعہ دہرایا تو آپ حیران رہ گئے بالآخر اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے انہیں ہشام بن عبد الممالک کے پاس دمشق آنا پڑا۔

آپ نے صفائی پیش کی تو ہشام نے کہا کہ آپ سچے ہیں اور خالد جھوٹا ہے مگر آپ کو بجائے مدینہ واپس جانے کے کوفہ جانے کے لئے کہا۔

تاکہ خالد کے سامنے بات ہو جائے۔ آپ کوفہ میں آئے تو خالد نے واضح طور پر اعلان کر دیا کہ میں نے آپ کے پاس کوئی امانت نہیں رکھی۔ حضرت زید نے پوچھا تو پھر تو نے ہمارا نام کیوں لیا؟

تو اس نے جواب دیا مجھے توقع تھی کہ آپ کے آنے پر نجات کی کوئی راہ نکل آئے گی کوفہ کی حالت اس وقت یہ تھی کہ مساجد کے مینار گرا دیئے گئے تھے اور عیسائیوں کے لئے پر شکوہ گرجا تعمیر کر دیا گیا تھا ایمان والوں پر مشرکین کا تسلط صرف اس وجہ سے قائم کیا گیا تھا کہ بادشاہ کی آمدنی میں کمی نہ آئے۔ بہر حال انتہائی اہتر حالات تھے اس وقت کوفہ میں ان حالات میں اگر زید خود آنا چاہتے تو ہرگز نہ آسکتے کیونکہ حکومت مروانہ نے اہل بیت کی مکمل طور پر نگرانی کر رکھی تھی۔

حالانکہ اہل بیت رسول کہیں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اب چونکہ حضرت کو خود حکومت ہی نے کوفہ بھیجا تھا۔

اس لئے کوفہ میں آپ کی آمد انتہائی پرسکون ماحول میں ہوئی تھی مگر مصیبت یہ ہوئی کہ کوفیوں کے سینوں میں سوائے ہوئے جذبات کے جراثیم پھر جاگ پڑے۔

اہل کوفہ نے جناب زید شہید کی خدمت میں اسلامی اقتدار کو بچانے

رے تھے تاہم مؤرخین و محققین کا اتفاق ہے کہ یزید پلید ہشام بن عبد الملک سے بدرجہا بدتر تھا۔

فتویٰ یہ تھا

اور اس حقیقت سے کون نا آشنا ہے کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام اپنے پوتے زید رضی اللہ عنہ سے شان و عظمت میں بہر صورت اور بہر حال بدرجہا بہتر تھے۔ اب جب کہ یہ ثابت ہے کہ امام حسینؑ زید سے بہتر و برتر ہیں اور یزید ہشام سے کم تر و بدتر ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا زید کے جہاد کے بارے میں فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

خروجہ یضاحی خروج رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم یوم بدر

یعنی حضرت زید کا اس وقت کھڑے ہونا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدر میں تشریف لے جانے کی

طرح ہے۔

﴿الروض الکبیر ص ۲۶۰ بحوالہ امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۱۳۸﴾

ایک روایت اور بھی ہے کہ ان دنوں حج کا زمانہ تھا اور امام ابوحنیفہ

نے فتویٰ صادر کیا کہ جناب زید کی قیادت میں جہاد کو جانا حج بیت اللہ سے

افضل ہے۔

اسلام یا فرعونیت

ان روشن حقائق کی موجودگی میں عباسی وغیرہ کا مسلمانوں کو دھوکا دینا کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے حاکم وقت کے خلاف خروج سے منع فرمایا ہے اور پھر ساتھ ہی امام صاحب کے تلامذہ امام محمد وغیرہ سے بھی ایسی ہی باتیں منسوب کی ہیں جو سراسر جھوٹ، بے بنیاد کذب سرائی اور صریح دھوکا کے مترادف ہے اس قسم کا تاثر دے کر یہ لوگ ہر حکومت کی چچہ گیری کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

کہ جب کوئی حاکم بن جائے تو اس کے جو روستم سہتے رہو۔ اسلام کی پامالی اور بربادی دیکھتے رہو۔ مگر اس کے خلاف کبھی آواز نہ اٹھاؤ وہ جو کرتا ہے اسے کرنے دو ورنہ تم دین سے نکل جاؤ گے تمہاری موت جاہلیت کی موت ہوگی تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا وغیرہ وغیرہ ہم کہتے ہیں کہ ایک شخص بذریعہ الیکشن جمہوری طرز پر برسر اقتدار آجائے۔ تو پھر وہ متفقہ علیہ حاکم ہوگا یا نہیں؟ اور جب وہ یقیناً متفقہ علیہ ہے تو پھر اس کے خلاف عوام کی نعرہ بازی کیوں ہوتی ہے۔ اسے ذلیل و رسوا کر کے ایوان صدر سے کیوں نکالا جاتا ہے اس سے اسلامی دستور کیوں طلب کیا جاتا ہے اس کے اعمال و افعال پر کیوں نکتہ چینی کی جاتی ہے اور پھر حکومتوں کے تختے کیوں الٹے جاتے ہیں۔ حالانکہ تمہارے فارمولے کے مطابق ایسا کرنے والے لوگ لائق

گردن زدنی، جہنمی اور جہالت کی موت مرنے والے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تمہارا یہ فارمولا مسلمان حاکموں کو ہٹلرا اور سٹالین بننے کی ترغیب دیتا ہے۔ نمرود اور فرعون بننے پر راغب کرتا ہے، حالانکہ اسلام نے مسلمانوں کو حکام کا محاسبہ کرنے کا پورا پورا حق دے رکھا ہے۔

اسلام تو مظلوم کی حمایت کرتا ہے مگر تم کہتے ہو کہ ظلم سہتے رہو مگر ظالم کی شکایت نہ کرو۔ اسلام جابروں سے ٹکرانے کا حکم دیتا ہے مگر تم کہتے ہو کہ مجبور گھٹ گھٹ کر مر جائے، مگر جابر حاکم کے خلاف آواز بلند نہ کرے، اسلام کہتا ہے کہ جو حاکم نماز کا تارک ہو اس سے ٹکرا جاؤ۔

تم کہتے ہو کہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والوں اور اسلامی اقدار کو پامال کرنے والے کو بھی خلیفہ راشد تسلیم کرو، اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے کو باغی قرار دیتے ہو۔

کیا یہ تاریخی ریسرچ ہے یا اسلام سے کھلم کھلا بغاوت اور سرکشی، تم نو اسہ رسول کو باغی کہتے ہو

حالانکہ تم خود باغی ہو، خداوند قدوس کے باغی ہو، رسول کریم کے باغی اسلام اور قرآن کے باغی اور اس بغاوت کی سزا یقیناً یقیناً جہنم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی پر تعصب کا بھوت سوار ہو تو وہ ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے، یہی حال موجودہ نواصب کا ہے۔

تعصب کی آگ نے ان کے ذہنوں کو پراگندہ اور دماغوں کو مختل کر

نہیں تھی وہ ایک کھلنڈر اور پیش پرست امیر زادہ تھا۔

بقول تمہارے بھی وہ اپنے استاد کی پگڑی اچھال دیا کرتا تھا۔ پھر اس کی اچھی تربیت کس نے کرنا تھی۔ وہ گاؤں میں محض اپنے ذوق کی تسکین کے لئے رہتا تھا اور اس کا وہ ذوق تھا شکار گاہوں میں کتوں کی فوج لئے پھرنا یہی اس کا عظیم مشغلہ تھا اور یہی اس کا جہاد تھا اور اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے امیر معاویہ اس کی ان عادات اور درشتیء مزاج کو اچھی طرح جانتے تھے اور ان کا بھی یہی خیال تھا کہ اسے اس وقت تک لوگوں سے دور رکھا جائے جب تک اس کی حکومت کی تمام راہیں استوار نہ کر لی جائیں۔

یہی وجہ تھی کہ متعدد لوگ اس کے کرتوتوں سے اچھی طرح واقف نہ تھے اور جو لوگ اسے قریب سے جانتے تھے انہوں نے امیر معاویہ کو تلقین کی کہ پہلے اس کی اصلاح کر لیجئے اور پھر بیعت کا سلسلہ شروع کر لینا چنانچہ حاکم بصرہ کوفہ زیاد جو ابن زیاد ملعون کا باپ۔ اور امیر معاویہ کے باپ ابو سفیان کا بیٹا تھا اس نے واضح طور پر امیر معاویہ کو اس کام سے رک جانے کا مشورہ دیا تھا۔

تاریخ کامل ابن اثیر اور دیگر کتب تواریخ میں اس امر کی پورے طور پر وضاحت موجود ہے ذیل میں ہم تاریخ ابن اثیر کے خلافت بنو امیہ پر مشتمل ترجمہ شدہ حصہ کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ واقعات اچھی طرح نکھر کر قارئین کے سامنے آجائیں۔

بیعت یزید کے مفصل حالات

یزید سے اس کے باپ کے باپ کے ولیعہد ہونے کی بیعت کی ابتداء اور تحریک مغیرہ بن شعبہ سے ہوئی۔ امیر معاویہ نے ارادہ کیا کہ ان کو کوفہ سے معزول کر کے ان کی جگہ سعید ابن عاص کو مقرر کریں مغیرہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں خود امیر معاویہ کے پاس جا کر استعفیٰ دے آؤں گا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مجھے حکومت سے نفرت و کراہت ہے۔

﴿خلافت بنو امیہ ابن اشیر، ج ۱۔ ص ۸۲﴾

چنانچہ وہ اس خیال سے دمشق پہنچے اور پہلے یزید کے ہی ذریعہ سے یزید کی ولیعہدی کی بات امیر معاویہ تک پہنچائی انہوں نے بلا کر پوچھا مگر اس میں میرا صامن اور معاون کون ہوگا؟

مغیرہ نے کہا کہ اہل کوفہ کے لئے میں اور بصرہ کے لئے زیاد کافی ہے ان دونوں شہروں کے بعد کوئی شخص آپ کی مخالفت نہیں کرے گا۔

امیر معاویہ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ تم واپس جاؤ اور ایسے لوگوں سے اس کے متعلق گفتگو کرو جن پر تمہیں اعتبار و وثوق ہو پھر ہم اور تم دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔

امیر معاویہ سے رخصت ہو کر مغیرہ اپنے دوستوں میں آئے انہوں

نے پوچھا کہ کیا ہوا مغیرہ نے جواب دیا۔ میں نے امیر معاویہ کہ پاؤں امت محمدی کی بعید الغایت رکاب میں رکھ دیا ہے۔ اور ان کے امور میں ایسا شگاف کیا ہے جو قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ اور پھر ایک شعر پڑھا جس کا یہ ترجمہ ہے۔

مجھ جیسا آدمی تو دشمن کے رازوں میں شریک ہوتا ہے اور مجھ جیسے آدمیوں کو بڑے بڑے غضبناک دشمن گرامی قدر سمجھتے ہیں۔

الغرض اس کے بعد مغیرہ واپس آئے اور کوفہ میں ایسے لوگوں سے یزید کا ذکر کیا جن کو وہ جانتے تھے کہ وہ بنو امیہ کے طرف دار ہیں اور پھر ان سے دس پادس سے زائد اشخاص کا وفد تیار کیا۔ اور ان کو تیس ہزار درہم دیئے اور اپنے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کی ماتحتی میں روانہ کیا ان لوگوں نے امیر معاویہ کو مل کر بڑے زور و شور سے بیعت یزید کے خیال سے کئی اتفاق کیا۔ اور انعقاد بیعت کی درخواست پیش کی۔

امیر معاویہ نے انہیں کہا کہ ابھی اپنی رائے کے اظہار میں عجلت نہ کرو بلکہ اپنی رائے پر جمے رہو پھر موسیٰ بن مغیرہ سے پوچھا تمہارے باپ نے ان لوگوں کے دین کو کتنے میں خریدا؟

موسیٰ بن مغیرہ نے کہا کہ تیس ہزار درہم میں امیر معاویہ نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنے دین کو کیسا آسان سمجھ رکھا ہے

اس کتاب میں دوسری روایت ہے کہ وہ وفد چالیس افراد پر مشتمل تھا اور جب موسیٰ بن مغیرہ سے امیر معاویہ نے پوچھا کہ تیرے باپ نے ان کے دین کو کتنے میں خریدا تو انہوں نے کہا کہ چار سو درہم میں۔ امیر معاویہ نے یہ سن کر کہا کہ مغیرہ نے ان کے دین کو بہت سستا پایا ہے۔

پھر امیر معاویہ نے اس وفد کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ عجلت سے تانیر اچھی ہے وفد واپس چلا گیا اور امیر معاویہ کا یزید کی بیعت لینے کا ارادہ قوی ہو گیا اور پھر مشورہ کے لئے بصرہ کے گورنر زیاد کو خط لکھا

﴿خلافت بنو امیہ کامل ابن اثیر ج ۱، ص ۸۹﴾

کردار یزید کی جھلکیاں

زیاد نے خط پڑھ کر عبید ابن کعب النخعی سے کہا کہ امیر معاویہ نے مجھے ایسا ایسا خط لکھا ہے۔ وہ لوگوں کی نفرت سے خائف بھی ہیں اور ان کی تابعداری کی امید بھی رکھتے ہیں امر الاسلام کا تعلق اور اس کی ضمانت بہت مشکل کام ہے یزید کے مزاج میں نرمی اور سبکی ہے اور اس کے ساتھ ہی شکار کا ازہد دلدادہ ہے اس لئے تم امیر معاویہ سے ملو یزید کے عادات و خصائل بیان کرو اور کہو کہ ابھی اس کام میں توقف کرو۔

عبید ابن کعب نے مشورہ دیا کہ اس سے یہ بہتر ہے کہ میں یزید سے مل کر بتاؤں کہ تمہارے والد نے زیاد سے تمہاری بیعت کے متعلق مشورہ

طلب کیا ہے ان کو خوف ہے کہ لوگ تمہاری سبکیوں کی وجہ سے تم پر الزام نہ لگا دیں ان کا خیال ہے کہ یزید ایسی باتوں کو ترک کر دے جن کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف کینہ پیدا ہو گیا ہے۔

یزید نے یہ مشورہ قبول کر لیا پھر عبید یزید کو ملا اور تمام واقعہ بیان کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ اپنی بہت سی باتوں سے باز آ گیا یزید کو مننے کے بعد امیر معاویہ کو زیاد کا خط دیا جس میں لکھا تھا کہ ابھی اس معاملے میں عجلت نہ کریں،

﴿ خلافت بنو امیہ کامل ابن اثیر ج ۱ ص ۸۹ ﴾

انعقاد بیعت

جب زیاد کا انتقال ہو گیا تو امیر معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کا عزم کر لیا چنانچہ عبداللہ ابن عمر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے۔

جو انہوں نے قبول کر لئے لیکن جب ان کے سامنے بیعت یزید کا ذکر آیا تو فرمایا چہ خوب اس کا مطلب ہے میرا دین بہت سستا ہے۔

اس کے بعد امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ میری ہڈیاں کھوکھلی ہو گئی ہیں۔

اور چاہتا ہوں کہ میری موجودگی میں خلافت کا فیصلہ ہو جائے۔ تاکہ امت اختلاف و انتشار سے بچ جائے مروان نے اہل مدینہ کے سامنے تقریر میں یہ پیغام پہنچا دیا، جواب میں سب نے کہا کہ یہ بہت اچھی بات

سے۔ مگر ہمیں بتا دیا جائے کہ کسے منتخب کیا جا رہا ہے۔

تا کہ بعد میں اختلاف پیدا نہ ہو سکے اور نہ ہی وہ انتخاب میں غلطی کریں، مروان نے امیر معاویہ کو یہ اطلاع دے دی، امیر معاویہ نے لکھا کہ یزید کا انتخاب کیا گیا ہے۔

مروان نے پھر لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا کہ امیر معاویہ نے تمہارے لئے ایک شخص کا انتخاب کر لیا ہے اور انتخاب میں کوئی غلطی نہیں کی چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنا لیا ہے۔

اس پر حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ تم بھی جھوٹے ہو اور معاویہ بھی جھوٹا ہے۔

امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کسی کو انتخاب کرنے کا تمہارا ارادہ نہیں بلکہ تم لوگ اسے ہر فقیہ بنا نا چاہتے ہو کہ ایک ہر قتل مر گیا تو دوسرا ہر قتل اس کی جگہ بادشاہ بن جائے۔

مروان نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے

﴿وَالَّذِي لَوْلَا دِيه اف لكما﴾ والی آیت نازل کی ہے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ سنا تو پردے کے پیچھے سے

فرمایا، اے مروان اے مروان!

یہ آواز سنی تو سب خاموش ہو گئے اور مروان نے بھی ادھر منہ کر لیا، تو

آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو کہ آیت عبدالرحمن کے حق میں نازل ہوئی

ہے، بلکہ یہ آیت فلاں فلاں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مگر تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت کے ٹکڑے ہو، پھر حضرت امام حسین نے کھڑے ہو کر بیعت یزید کا انکار کیا۔

اور ابن عمر اور ابن زبیر نے بھی ایسا ہی کیا، مروان نے ان تمام باتوں کی خیر معاویہ کو دیدی،

﴿خلافت بنو امیہ ابن اشیر﴾

وہ بات کرو جو ہم چاہتے ہیں

اس اثناء میں امیر معاویہ نے اپنے عمال یزید کی تعریف و توصیف کرنے اور مختلف شہروں سے ان کے پاس و فود بھیجنے کے لئے لکھا، چنانچہ مدینہ منورہ سے محمد بن عمرو بن حزم اور بصرہ سے احنف بن قیس آئے اور امیر معاویہ سے ملاقات کی۔ محمد بن عمر نے کہا کہ ہر راعی سے اس کی رعیت کا سوال کیا جائیگا، اس لئے آپ خوب غور کر لیجئے۔ کہ آپ امت محمدی پر کس کو والی بنا رہے ہیں، یہ سن کر امیر معاویہ پر کچھ ایسی گلوں ساری ﴿شرمندگی﴾ طاری ہوئی کہ سردی کے موسم میں تنفس شروع ہو گیا۔

پھر امیر معاویہ نے احنف بن قیس ﴿بصرہ والے﴾ کو یزید کے پاس جانے کا حکم دیا۔ جب وہ واپس آئے تو امیر معاویہ نے پوچھا کہ تم نے یزید کو کیسا پایا انہوں نے جواب دیا میں نے شباب، نشاط، درشتی اور مزاج

دیکھا۔

اس کے بعد امیر معاویہ کے پاس وفود جمع ہو گئے، تو انہوں نے ضحاک ابن قیس فزاری کو کہا کہ پہلے میں کلام کروں گا۔ اور جب میں چپ ہو جاؤں تو تم لوگوں کو یزید کی بیعت کی دعوت دو گے اور مجھے بیعت لینے کی ترغیب دینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا پھر سعید بن اشراق نے بھی ایسی ہی تقریر کی ان کے بعد یزید بن مفتح عذری نے اٹھ کے کہا کہ امیر معاویہ کے بعد یزید خلیفہ ہوگا۔

اور اگر کسی نے اس کا انکار کیا تو اس کا فیصلہ تلوار کرے گی امیر معاویہ نے کہا کہ آپ بیٹھ جائیے آپ سید الخطباء ہیں اس کے بعد دیگر وفود نے بھی یزید کے حق میں تقریریں کیں

﴿خلافت بنو امیہ، کامل ابن اثیر جلد ۱۔ ص ۹۱﴾

اس کے بعد امیر معاویہ نے احنف بن قیس سے کہا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا کہ اگر سچ کہتے ہیں تو آپ سے ڈر لگتا ہے اور اگر جھوٹ کہتے ہیں تو خدا تعالیٰ سے خوف آتا ہے۔

اے امیر المؤمنین، آپ یزید کے لیل و نہار، ظاہر و باطن، اور دخل و خروج سے واقف ہیں پس اگر آپ ان کو اللہ تعالیٰ اور امت کے لئے پسندیدہ خیال کرتے ہیں تو مشاورت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آپ اس کے

متعلق اس کے سوا کچھ اور رائے رکھتے ہیں تو اس معاملہ کو تو شہہ دینا بنا کر چھوڑتے جائیے۔ جبکہ آپ خود راہی آخرت ہونے والے ہیں بعد ازاں لوگ متفرق ہو گئے اور احنف کی تقریر کا تذکرہ کرنے لگے غرض یہ کہ امیر معاویہ دور و نزدیک کے آدمیوں کو انعام و کرام دیتے۔ ان کی خاطر و مدارت کرتے اور ان پر لطف و احسان کرتے رہے تا آنکہ لوگ پختہ طور پر ان کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے یزید سے بیعت کر لی جب اہل عراق اور اہل شام بیعت کر چکے تو امیر معاویہ ایک ہزار سوار ہمراہ لے کر حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔

﴿خلافت بنو امیہ کامل ابن اثیر جلد ۱۔ ص ۹۱﴾

تاریخ ابن اثیر میں اس کے بعد وہ تمام روایات معمولی تغیر لفظی سے موجود ہیں جو آپ العواصم من القواصم سے بیعت یزید کے سلسلہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور تمام تر روایات و واقعات دیگر ثقہ اور مسلمہ کتب تواریخ و سیر میں بھی موجود ہیں۔ علامہ ابن اثیر جزری سواد اعظم کے عظیم ترین مورخ محدث اور بطل جلیل ہیں۔ اس لئے آپ کی کتاب سے ہی چند اقتباسات کا اختصار پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ ان حالات میں یزید پلید کے لئے لی جانے والی بیعت میں شریعت مطہرہ کی کوئی شق موجود ہے۔

کیا یہ شرعی خلافت ہے کہ کسی شخص کو نامزد کر کے مسلمانوں سے اس

کے متعلق رائے پوچھی جائے اور بصورت انکار یا تو ان کو مسلمانوں کی امانت بیت المال سے بڑی بڑی رقوم عطا کر کے خرید لیا جائے اور یا بزور شمشیر ان کی صدائے احتجاج کی گردن کاٹ دی جائے۔

قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ اگر یہ خلافت راشدہ ہے تو آمریت کس کا نام ہے۔ آخر پر عباسی کے نیم معتمد جناب ابن خلدون کی تاریخ سے اس واقعہ کا مختصر متن ملاحظہ فرمائیں۔

فرد معاوية المغيرة الى الكوفة وامره ان يعمل
 في بيعة يزيد فقدم الكوفة وذاكر من يرجع اليه
 من شيعة بنى امية فا جا ابو اوقد منهم جماعت
 مع ابنه موسى فدعاء الى عقد البيعة ليزيد

﴿ابن خلدون جلد سوم ص ۱۶﴾

وکلانے یزید کا اعتراف

ان روشن حقائق کے باوصف وکلانے یزید خود بھی متعدد مقامات پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ بیعت یزید کے طریقہ کار کو جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہ صرف یہ چیلنج ہی کیا تھا بلکہ کتاب و سنت کے خلاف ہر قلانہ نظام قرار دیا تھا اور ہر ممکن طریقہ سے کوشش کی تھی کہ اسلام میں اس بدعت ضالہ کا اجراء نہ ہو۔

یزید کے کاہنہ لیس اس وقت اعتراف کرتے ہیں جب انہیں یزید

پلیید کو فرشتہ سیرت ثابت کرنا ہوتا ہے۔

چنانچہ ان لوگوں کی رسوائے زمانہ کتابوں میں متعدد مقامات پر لکھا ہوا ہے کہ صحابہ کرام نے یزید کی بیعت خلافت کے طریقہ کی مخالفت کی تھی اس کے کردار پر نکتہ چینی نہیں کی تھی اگر یزید کردار کا اچھا نہ ہوتا تو صحابہ کرام اس بات کا بھی برملا اعلان و اظہار کر دیتے۔

جہاں تک یزید کے کردار پر نکتہ چینی کا سوال ہے اس کی وضاحت بھی ہم چند سطور کے بعد کرنے ہی والے ہیں دیکھنا تو یہ ہے کہ جب بقول تمہارے بھی یہ بیعت اسلامی طریقہ پر منعقد نہیں ہوئی تو پھر یزید کی حکومت کو خلافت راشدہ اور یزید پلیید کو خلیفہ راشد کس طرح کہا جاسکتا ہے؟

جب یہ بیعت بنیادی طور پر ہی خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف اور دینِ قیم میں ایک مکروہ ترین امر اور بدعتِ ضالہ کی حیثیت رکھتی ہے تو پھر اس کے عواقب و نتائج کو درست تسلیم کروانے کے لئے ہاتھ پاؤں کیوں مارے جاتے ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ صحابہ کرام نے یزید کے کردار و افعال پر نکتہ چینی کیوں نہ کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام نے یزید پر نکتہ چینی کی ہے۔ جو لوگ اس وقت یزید کی بد کرداریوں سے آگاہ تھے انہوں نے برملا اس کا اظہار بھی کر دیا تھا جنہیں بعد میں معلوم ہوا تو انہوں نے نہایت نفرت و حقارت سے اس کی بیعت کو توڑ ڈالا حتیٰ کہ یزید کے بیچا اور ابن زیاد کے

باپ زیاد بن سفیان نے یزید کو بلا کر انتباہ کیا کہ وہ ان بد اعمالیوں کو چھوڑ دے جو اس کی بیعت کے انعقاد میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔

یزید کو اس کے گھروالوں سے زیادہ کون جان سکتا تھا زیاد اس کے گھر کا فرد تھا کہ اگر لوگوں پر یزید کی پوشیدہ کارگزاریاں ظاہر ہو سکیں تو لوگ اسے متنفر ہو جائیں گے۔

بہر حال اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ یزید قبل از بیعت نہایت ہی فرشتہ سیرت تھا تو پھر بھی اس کی بیعت شرعی اور سنت خلفائے راشدین کے خلاف تھی اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس کے دور حکومت میں کیا ہوا؟

اگر کوئی فرشتہ سیرت حکومت ملنے کے بعد شیطان کا روپ دھار لے تو کیا اس کی ملکوتی صفات کا جنازہ نکل جائے گا یا نہیں؟
یزید اگر نیک سیرت بھی ہوتا تو بھی اس کی حکومت کو خلافت حقہ نہیں کہا جاسکتا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی بھی دور میں اچھی سیرت کا مالک نہیں تھا۔

اس کے بچپن، لڑکپن، اور شباب کا ہر دور لہو و لعب اور بد اعمالیوں کا دور تھا حکومت ملنے سے پہلے بھی اس میں مطلق العنانی، کھلنڈراپن اور عیاشی و فحاشی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور حکومت ملنے کے بعد تو وہ مکمل طور پر کھل

کھیلا اور جی بھر کر بیت المال کی رقوم سے اپنی تسکین کا سامان فراہم کرتا رہا
بہر حال وہ اول و آخر فطرتاً ایک عیاش شخص تھا۔

اور ساتھ ہی ساتھ ظالم و مبعوض اور انتہائی متشدد بھی تھا ان غلیظ
اوصاف کا شخص امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین تو کیا مسلمان آمر کہلانے کا
بھی حق دار نہیں چہ جائیکہ اسے صحابہ کا امیر ثابت کیا جائے ایسا ثابت کرنا
سوائے ایک فراڈ کے اور کچھ بھی نہیں۔

کیا یزید محدث تھا

یزید نو ازلوں نے تاریخ کے سینہ پر جراحت کرتے ہوئے ایک
شوشہ یہ بھی چھوڑا ہے کہ یزید ایک بہت بڑا فقیہ اور محدث بھی تھا اس نے
متعدد صحابہ سے سماع حدیث کیا۔ اور اسے متعدد روایات مروی ہیں حالانکہ یہ
بات محض مفروضہ ہے۔

عباسی وغیرہ نے ابو بکر ابن عربی کے حوالہ سے یہ تاثر بھی قائم کیا
ہے کہ بخاری شریف کی اس روایت کے مقابلہ میں جس میں حضرت عبداللہ
بن عمر نے یزید کی بیعت نہ توڑنے کا ارشاد فرمایا ہے ان تمام روایات کو غلط
قرار دیا جائے جن میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ یزید کی
بیعت نہ کرنے والے چار افراد سے ایک ہیں جو یہ بحث گزشتہ اوراق میں ہو
چکی ہے اس لئے یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ اگر تم بخاری شریف کو ہی واقع

ایک معیار قرار دیتے ہو تو پوری بخاری شریف میں ایک روایت ایسی دکھا دو جو یزید سے مروی ہو لیکن تم ایسا کبھی نہیں کر سکو گے۔

اس لئے کہ امام بخاری نے یزید پلید سے کوئی ایک روایت بھی بیان نہیں کی جب کہ بخاری شریف میں مروان بن الحکم جیسے متنازع اور مجروح شخص سے روایات لی گئی ہیں یہی نہیں۔

بخاری یزید پلید سے کوئی روایت لینا پسند نہیں کرتے۔ تو پھر تم ادھر کیوں نہیں ہو جاتے جدھر امام بخاری ہیں بخاری کا یہ معیار کیوں تمہاری تکلیف کا باعث ہے اور اسے قبول کرنے سے کون سی چیز مانع ہے حقیقت یہ ہے کہ تمہارا اپنا ایک معیار ہے۔

اور تمہارے معیار پر اسلاف میں سے کوئی شخص بھی پورا نہیں اتر سکتا خواہ وہ کتنا ہی صاحب علم اور زہد حیثیت ہو تم نے جن لوگوں کی جلالت علمی کا اعتراف کیا ہے ان کے بارے میں بھی مخلص نہیں ہو۔

بلکہ ان کی کتابوں سے بھی وہی روایتیں نقل کی ہیں جو تمہارے ذاتی معیار پر پوری اترتی ہیں۔ ورنہ تم اپنے آپ ہی سب کچھ ہو اور خود ہی تحقیق کے نام پر اسلام کی بیخ کنی کرنے پر تلے ہوئے ہو اور تمہاری یہ تحقیق بے لگام تمہارا بیڑا غرق کر کے ہی دم لے گی۔

یزید کو فقیرہ اعظم اور محدث اعظم کے نام سے پیش کرنے والو! وہم تمہیں بتائیں کہ محدثین کرام کی نظر میں یزید کا کیا مقام ہے؟

اور یہ وہ محدثین کرام ہیں جنہیں تم نے بھی بڑے بڑے خطابات سے یاد کیا ہے اور ان کی کتابیں بھی وہ ہیں جو بذات خود اس ضمن میں ایک عظیم معیار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ تریسٹھ ہجری میں اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ تمہارے لئے مدینہ منورہ کو تین یوم کے لئے مباح کیا جاتا ہے اہل مدینہ سے میرے لئے غلامی کی بیعت لینا وہاں سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ چلے جانا اور ابن زہیر سے قتال کرنا۔ چنانچہ مسلم نے یزید کے حکم سے مدینہ منورہ میں افعال قبیحہ کے صحابہ کرام اور ان کے بیٹوں اور خیار تاربعین کو شہید کیا اور فواحش کا ارتکاب کیا۔ یزید ۶۴ھ ۱۵ ربیع الاول کو ہلاک ہوا اور اس کی روایت قابل اعتماد نہیں اور فرمایا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کے سامنے کسی شخص نے کہا کہ یہ بات امیر المومنین یزید بن معاویہ نے کی ہے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے اور حکم دیا کہ اس کو بیس دڑے لگائے جائیں۔

تہذیب التہذیب عسقلانی

ثم خرج اهل المدينة على يزيد خلعوه في
سنة ثلاث وستين فاسل اليهم مسلم بن
عقبه المرى وامره ان يستبيح المدينة ثلاثة
ايام وان يبائعهم على انهم خول وعبيد ليزيد

فاذا فرغ منها نهض الى مكة لحرب ابن زبير
ففعل بها مسلم الافعيل.

قبيحة وقتل بها خلقا من الصحابة وابنائهم
وخيار التابعين وافحش القضية الى الغائة.

وكان هلكة في نصف ربيع الاول

سنة اربع وستين وليست له رواية تعتمد وقال

كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل يزيد

بن معاوية فقال قال امير المومنين يزيد فقال

عمر تقول امير المومنين يزيد و امر به فضرب

عشرين سوطا. * تهذيب التهذيب مطبوعه

مصر جلد ۱۱ ص ۲۶۱ عسقلانی *

میزان الاعتدال ذہبی

میزان میں ہے کہ یزید بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے

اور اس سے اس کے بیٹے خالد اور مروان کے بیٹے عبد الملک نے روایت کی

ہے عدالت مقدوح ہے اور وہ روایت کرنے کے اہل نہیں اور امام احمد بن

حنبل نے فرمایا ہے کہ اس سے کوئی روایت پہنچی ہی نہیں۔

یزید بن معاویہ روى عن ابيه وعنه ابن

خالد وعبد الملك بن مروان مقدوح في

عدالته ليس باهل ان يروى عنه وقال احمد

بن حنبل لا ينبغي ان يروى عنه

قارئین کو یاد ہوگا کہ ابو بکر ابن عربی اور عباسی نے امام احمد بن حنبل کی کتاب الزہد کے حوالہ سے باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یزید سے امام احمد بن حنبل نے روایت بھی بیان کی ہے اور اس کا ذکر بھی صحابہ کرام نے کیا ہے مگر علامہ ذہبی جیسے جلیل القدر ناقد رجالات فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ یزید پلید سے کوئی روایت ہمیں پہنچی ہی نہیں اور ذہبی کا اپنا قول یہ ہے کہ یزید روایت بیان کرنے کے اہل ہی نہیں اور مقدوح فی العداالت ہے۔

خلاصة التهذيب الكمال

رجال کی مشہور کتاب تہذیب الکمال میں ہے کہ یزید نے تین دن مدینہ کو مباح کیا پس وہ روایت بیان کرنے کا اہل نہیں اللہ تعالیٰ نے اسے چونٹھ بھجری میں ہلاک کیا۔
متن یہ ہے!

یزید بن معاویة بن ابوسنیان ولی لعهد من
ابیہ واستبأه المدينة فلم یملہ الله تعالیٰ
هلک سنة اربعه وستین۔

﴿ خلاصة التهذيب الكمال جلد ۳، ص ۱۷۷ ﴾

﴿ صفی الدین احمد بن عبد اللہ ﴾

اہل بیت سے یزید کی

گستاخیاں

یزید کے حواریوں کی ایک اور چالاکی

یزید کے متعلق یزید کی روحانی اولاد یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف ہے کہ اس ملعون نے اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہمیشہ نیک سلوک کیا اور جب خاندان رسول کی لٹیٹی شہزادیاں امام زین العابدین کے ہمراہ اس کے دربار میں پیش کی گئیں تو وہ ان کے ساتھ نہایت احترام کے ساتھ پیش آیا اور امام عالی مقام کے سراقس کو دیکھ کر نہایت غمزہ ہو گیا اور رونے لگا۔

اور یہ کہ اہانت اہل بیت کے تمام واقعات یزید کے ساتھ شیعوں نے منسوب کر رکھے ہیں اس مفروضہ کو ثابت کرنے کے لئے وہ البدایہ والنہایہ ابن کثیر کی کئی چھٹی عبارات کے گلڑے پیش کر کے نہایت طمطراق سے اپنے مکروہ ترین فریضہ سے سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔

اس کی تفصیل تو ہم واقعہ کربلا کے تاریخی شواہد پیش کرنے کے بعد بیان کریں گے فی الحال آپ البدایہ والنہایہ کی ہی وہ پوری پوری عبارتیں

ملاحظہ کریں جن سے واضح طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ یزید پلید نے ابانت اہل بیت کرنے میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی تھی۔

اس نے جناب امام زین العابدین اور جناب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی شان اقدس میں بھی گستاخیاں کیں اور امام عالی مقام کے سر اقدس کو سامنے رکھ کر نفرت و حقارت کے ساتھ چہرہ انور پر چھری ماری اور بڑے غرور و نخوت کے ساتھ اعلان کیا کہ میں نے اولاد رسول سے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

اور جب یزید کے درباری ایک کتے شامی نے حضرت فاطمہ بنت علی سلام اللہ علیہا کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ لڑکی مجھے بخش دیجئے تو جناب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے کہا کہ میں نے اس بات کا حق نہ تجھے ہے اور نہ تمہارے امیر کو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کے متعلق یہ خیال کرے تو یزید یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور جناب سیدہ زینب سے نہایت درخشگی سے پیش آیا۔ بہر حال اب آپ البدایہ والنہایہ کی عربی عبارات کا پورا متن ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ یزید کے حواری اس کی کہاں تک وکالت کر سکتے ہیں۔

البدایہ والنہایہ

فلما دخلت الرؤس والنساء علی یزید دعا
اشراف الشام فاجلبهم حوله ثم دعا بعلی بن

الحسين وصبيان الحسين ونساء فا دخلن
 عليه والناس ينظرون فقال العلي بن الحسين
 يا علي ابوك قطع رحمتي وجهل حتى و
 نازعني سلطاني فضع الله به ما قدر ايت ،
 فقال علي * ما اصاب من مصيبة في ولا في
 انفسكم الا في الكتاب * فقال يزيد الابنه خالد
 قال فما درى خالد ما يرو عليه فقال له يزيد: قل
 * ما اصابكم من مصيبة فيما كسبت ايدكم
 ويعفو عن كثير * فسكت عنه ساعة ثم دعا
 بالنساء والصبيان فرأى هيئة قبيحة فقال
 قبح الله بن مرجانه لو كانت بنتهم وبينه
 قرابة هو رحم ما فعل هذا بهم ، ولا بعث بكم
 هكذا وروى ابو مخنف عن الحارث بن كعب
 عن فاطمه بنت علي قالت لما اجلسنا بين
 يري يزيد رق لنا وأمر لنا بشئى والطفنا ثم ان
 رجلا من اهل شام احمر ، قام الى يزيد فقال
 يا امير المؤمنين هب لى هذه يعميتى ، وكنت
 جأيه وفيعة ، فار تعدق فذعه من قوله فطننت
 ان ذالك جائز لهم فاخذت بثياب اختى زينب
 وكانت اكبر منى واعتقل وكانت تعلم ان
 ذالك يجوز فقالت لذالك الرجل كذبت والله
 ولو مت ما ذالك لك له فغضب يزيد فقال
 لها كذبت والله ان ذالك لى ولو شئت ان

افعله لفعلت قالت كلا والله ما جعل الله
ذلك لك الا ان تخرج من ملتنا وتدين بغير
ديننا، قالت فغضب يزيد واسطثار ثم قال اياي
تستقبلين بهذا؟ انما خرج من الدين ابوخ
واخواك فقالت زينب بدين الله ودين ابي
ودين اخي وجمدي اهتديت انت وابواك
وجدك قال كذبت وعدوة الله قالت انت
امير المومنين مسلط تشتم ظالما وتقه
بسلطانك قالت فوالله لكانه استحي
فسكت.

﴿البراري والتهيار جلد ٨ ص ١٩٣، ١٩٥﴾

جنگ بدر کا بدلہ لینے کا اقرار

فحدثني ابو جعفر العنسي قال وقام يحيى بن الحكم اخر
مروان بن الحكم فقال،

طعام يجنب الطف اوفى قرابة
من ابن زياد العبد الحسب الوغل
سمية افحى لسلمها عدو الحصى
وليس لآل المصطفى اليوم من نسل

قال فضرب يزيد في صدر يحيى بن الحكم وقال له اسكت وقال
محمد بن حميد الرزي حدثنا محمد بن يحيى الاحمرى حدثنا عن
مجاهد قال لما جى براس لحسين وضع يدي يزيد تمثل بهذا
الابيات.

ليث اشياخى ببدر شهدوا
جزع الخزرج فى وقع الاسل

فا هلوا واستهلوا فرحا
ثم قال الى هينا لا تسل

حين حكى بفتاه بركبها
واستحر القتل فى عبد الاسل

قد قلنا الضعف من اشراقكم
وعد لنا ميل بد رفا عدل

امام عالی مقام کے چہرہ انور پر چھڑی مارنا

﴿﴾ عن القاسم قال لما وضع راس الحسين
بين يدي يزيد بن معاوية جعل ينكت
بتضيب كان في يده ثغره ثم قال الحسين ابن
الحمام المرى يفلتن هاماً من رجال المزه
علينا وهم كانوا اظلموا

مندرجہ بالا تمام تر عبارات ہیں البدایہ والنہایہ کی ہے جس سے
صاف ظاہر ہے کہ یزید پلید نے امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس نہ صرف یہ
کہا کہ میں نے آل رسول کو قتل کر کے اپنے وڈیروں کی جنگ بدر میں ہونے

والی شکست کا بدلہ لیا ہے بلکہ امام عالی مقام کے دندان مبارک پر تھارت سے چھڑی بھی مارتا رہا۔

اسی کتاب سے اس سلسلہ کی دیگر روایات ملاحظہ کریں۔

﴿۳﴾ وقد رواه ابن ابی الدنيا عن ابی الولید خالد بن یزید بن اسد عن عمار الدہنی عن جعفر قال لما وضع رأس الحسین بین یدئ یزید وعنده ابویرزۃ وجعل ینکبت بقضیب فقال له ارفع قضیبک فلقد راثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یلثمہ۔

﴿۴﴾ قال ابی ابن الدنيا وحدثنی مسلمة بن شبيب عن الحمید عن سفیان سمیعت سا لم بن حفصہ قال قال الحسن لما جئ برأس الحسین رجعل یزید یطعن بالقضیب۔

سمیة امسی نسلها الحصی
وبنت رسول اللہ لیس لها انسل

﴿البدایہ والنہایہ ج ۲، شتم ص ۱۹۲ مطبوعہ مصر﴾

نامحمود عباسی وغیرہ نے مندرجہ بالا کتاب البدایہ والنہایہ کی عبارات کو کانٹ چھانٹ کر متعدد باریہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے جب اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لٹا پٹا قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا تو اس نے نہایت تاسف کا اظہار کیا اور امام حسین علیہ السلام کا کٹا ہوا سر اقدس دیکھ

کر غمزہ ہو گیا بلکہ رونے لگا نیز یہ اس نے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اور امام زین العابدین کی بڑی آؤ بھگت کی اور نہایت احترام کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا اور کڑیاں ملاتے وقت ان خارجیوں نے البدایہ والنہایہ ہی کی عبارت کے قطع بربید کئے ہوئے جملے پیش کئے ہیں۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ مندرجہ بالا روایت کی موجودگی میں گمان کیا جاسکتا ہے کہ یزید کہ دل میں امام حسین علیہ السلام و دیگر اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ذرہ برابر بھی احترام ہو سکتا ہے ہرگز نہیں یہ سب یزید پرست ذہنیت کی بوقلمونیاں ہیں کہ ہر بات میں دھوکہ دینے کی کوشش کرو اور اس قدر جھوٹ بولو کہ جھوٹ کو بھی پسینہ آجائے۔

واقعاتِ حرّہ

خارجیوں کی نظر میں

اللہ کی مہربانی

امیر المؤمنین یزید کی مدتِ خلافت تقریباً پونے چار سال ہے جس میں حادثہ کر بلا اور واقعہ حرّہ کے سوا کوئی گڑ بڑ نہیں ہوئی حادثہ کر بلا کو خانہ جنگی یا بغاوت کسی صورت بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہ اسلام دشمن سبائیوں کی شرارت کا نتیجہ تھا۔

واقعہ حرّہ کے متعلق مزید لکھا ہے۔

اس ہنگامہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی معمولی جائز نقصان ہوا بقول جلال الدین سیوطی کل تین سو ساٹھ مسلمان واقعہ حرّہ میں مارے گئے اہل نظر اچھی طرح جانتے ہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک شہر کے چند ہزار لوگوں کی شرارت یا بغاوت کو خانہ جنگی کا نام نہیں دیا جاسکتا ان دونوں حادثوں میں زیادہ سے زیادہ چھ سو کے قریب مسلمان کام آئے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۱۲۱-۱۲۲﴾

عباسی کی قتلے چاٹنے والے ابن یزید کی عبارت واقعہ حرّہ کے بارے میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس پر پورا تبصرہ تو ہم آئندہ اوراق

میں کریں گے یہاں صرف ایک بات آپ کے ذہن نشین کرانا ہے۔ کہ واقعہ حرہ میں شہید ہونے والے وہی لوگ ہیں جن کی بیعت یزید کا سہارا لے کر ان خارجیوں نے امام حسین علیہ السلام کو باغی قرار دیا ہے کیونکہ اس وقت یہ لوگ صحابہ کرام اور صحابہ کرام کی اولاد تھے اور انہوں نے یزید کی بیعت کر کے ثابت کر دیا تھا کہ یزید بڑا صالح اور سعید ہے مگر اب انہی لوگوں کو شرارتی قرار دیا جا رہا ہے۔

بہر حال خارجیت اسی کا نام ہے اور خارجیوں کا یہ کردار آج سے نہیں بلکہ ان کے آباؤ اجداد شروع ہی سے ایسا کرتے آئے ہیں۔ ان بد نصیبوں کے دل میں نہ تو اہل بیت مصطفیٰ کی عزت ہے اور نہ صحابہ کرام کا احترام جب اہل بیت کو سب و شتم کرنا ہوتا ہے تو صحابہ کرام کی آڑ لیتے ہیں اور جب صحابہ کرام کی توہین مقصود ہوتی ہے وہ افراد اہل بیت کا سہارا تلاش کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی صحابہ سے بھی دشمنی ہے اور اہل بیت سے بھی عداوت ہے اگر ان لوگوں کے سینوں میں صحابہ کی سچی محبت ہوتی تو یہ لازمی امر تھا کہ یہ کبھی دشمن اہل بیت نہ بنتے۔

بہر حال آئندہ اوراق ہمیں اس پر تفصیل سے بحث کریں گے یہاں آپ واقعہ حرہ کے بارے میں نامحمد عباسی شاطرانہ تحریریں ملاحظہ فرمائیں یزید کی مدینہ پر فوج کشی کے بارے میں لکھتا ہے۔

مدینہ صحابیوں نے لوٹا

اس سختی میں کی نوعیت بھی یہ تھی کہ ایک تادیبی مہم باغیوں کی سرکوبی کے لئے تاجر بہ کار فوجی افسر کی ماتحتی میں بھیجی گئی افسروں میں متعدد صحابی و تابعی حضرات تھے افسر بالا امیر مسلم بن عقبہ المری جو کبیر السن تھے اور اس زمانہ میں مریض بھی انہوں نے اس خدمت کو بخوشی قبول کیا جس مدینہ طیبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کا ان کو شرف حاصل ہوا تھا اس کو اپنی زندگی میں کتنا فساد سے پاک کرنا اپنا فریضہ سمجھتے تھے ان کے ساتھ دیگر صحابہ امیر حصین بن نمیر السکوئی الاصابہ صفحہ ۳۳۹ ج ۱۱ امیر عبد اللہ بن عصام اشعری الاصابہ ص ۳۳۶ ج ۳ عبد اللہ بن سعد الفزاری ﴿تاریخ الاسلام ذہبی ج ۳ ص ۳۱﴾ اور دوسرے صحابی و تابعی بھی ساتھ بھیجے گئے امیر روح بن زنباع تابعی تھے ان کے فرزند ضبعان بن روح والی اردن تھے ان کے علاوہ متعدد وہ حضرات بھی شامل تھے جو عبد اللہ بن زبیر کے پاس امیر المؤمنین ﴿یزید﴾ کے پیغمبر کی حیثیت سے جا چکے تھے۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۲۷۸﴾

حبیب بن کرہ کا جو بنی امیہ کی تحریر لے کر امیر المؤمنین ﴿یزید﴾ کے پاس گیا تھا کا یہ بیان کہ جب فوجی دستہ روانگی کے لئے تیار ہو گیا امیر المؤمنین اسے رخصت کرنے خود آئے تلوار گلے میں لگائے ہوئے تھے اور

عربی کمان کا ندھے پر لٹکائے ہوئے تھے لشکر کے سواروں کو دیکھ رہے تھے اور یہ اشعار اپنی زبان سے کہہ رہے تھے جو بتغیر الفاظ پہلے بھی نقل ہو چکے ہیں۔

پھر امیر عسکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مدینہ کے لوگوں کو تین دن کی مہلت دینا مان جائیں تو خیر ورنہ لڑائی کرنا جب غلبہ پا جاؤ تو باغیوں کا مال اور روپیہ اور ہتھیار اور غلہ یہ لشکریوں کے لئے ہے۔

اس حکم پر بڑی چہ میگوئیاں کی جاتی ہیں اور وہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس میں مدینہ کی حرمت مٹانے اور اہل مدینہ پر خوف مسلط کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے لیکن کوئی صاحب یہ نہیں بتاتے کہ مدینہ کی حرمت پر حرف لانے والا اصل میں تھا کون؟

اس خالی روحانی مرکز کو عسکری مورچہ اور بغاوت کا محور بنایا کس نے تھا؟

قرآن حکیم نے تو عین کعبہ میں بھی جنگ کی اجازت دے رکھی ہے پھر مدینہ کو فتنہ شورش سے پاک رکھنے اور باغیوں کی سرکوبی میں کیا چیز مانع تھی ایسی حالت میں بھی سمجھانے بچھانے نہمائش کرنے اور ایمان پیش کرنے کا کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھا گیا تھا جو اہل مدینہ بغاوت میں شریک نہ تھے ان سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی تھی۔ حضرت زین العابدین کے متعلق فوجی افسر کو حاصل ہدایت کی گئی تھی۔

امیر مسلم نے اہل مدینہ کو مخاطب کر کے جو الفاظ کہے وہ مورخین نے

یہ لکھے ہیں۔

اے اہل مدینہ! امیر المؤمنین یزید سمجھتے ہیں کہ تم لوگ اصل ہو
تمہارا خون بہانا انہیں گوارا نہیں۔ تمہارے لئے تین دن کی مدت مقرر کرتا
ہوں جو کوئی تم سے باز آ جائے گا اور حق کی طرف رجوع کرے گا ہم اس
کا عذر قبول کریں گے اور یہاں سے چلے جائیں گے اور اس ملحد کی طرف
متوجہ ہوں گے جو مکہ میں ہے۔ اور اگر تم نہ مانو گے تو سمجھ لو کہ حجت تمام کر
چکے۔

تین دن گزرنے کے بعد پھر اہل مدینہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے
اہل مدینہ تین دن گزر چکے۔ کہو اب تم کو کیا منظور ہے ملاپ کرتے ہو یا لڑنا
چاہتے ہو؟

اہل مدینہ نے جواب میں کہا کہ ہم لڑیں گے اس پر بھی امیر مسلم
نے پھر ان سے یہ الفاظ کہے دیکھو ایسا ہرگز نہ کرو۔ بلکہ تم سب اطاعت
گزاری اختیار کرو پھر ہم تم مل کر اپنا زور اس ملحد ﴿ابن زبیر﴾ پر ڈالیں
۔ جس نے فاسقوں کو چار جانب سے اپنے پاس جمع کر رکھا ہے۔

﴿طبری ص ۷۷-۸﴾

فاسقوں اور بے دینوں سے مراد باغیوں سے تھی جو احکام شریعت
کی خلاف ورزی کرتے تھے۔

باغی پھر بھی باز نہ آئے۔ تین طرف خندقیں کھود رکھیں تھیں، پتھروں کے ڈھیران کے پاس تھے صلح کی بات کا جواب پتھروں سے دیا اور جب امیر مسلم نے آخری بات کہی کہ خدا سے ڈرو اور اپنی جانوں کی خیر منادو۔ تو انہیں گالیاں دیں اور امیر المومنین کو بھی نہ چھوڑا انہیں بھی گالیاں دیں۔

مدینہ کی آبادی کوئی لاکھوں کی نہ تھی سب شہر باغی نہ تھا۔ بغاوت کے سرغنہ وہ لوگ تھے جنہوں نے وقتی ہنگامہ پیا کر کے عوام کی ایک جماعت اکٹھی کر لی تھی، پھر مورچہ بندی کی تھی ان کی عسکری قوت کی کمزوری اس سے ظاہر ہے کہ خندقیں تین ہی طرف کھودی گئیں تھیں۔ اور ایک طرف ایسی آبادی تھی کہ مدافعتاً تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔

انصار کا بڑا گھرانہ بنو عبد اللہ اشہل اس طرف آباد تھا یہ گھرانہ باغیوں کا شروع سے مخالف اور امیر المومنین کا حمایتی تھا۔ گویا بیعت توڑنے والے باغیوں کی فوج اتنی نہ تھی کہ سامنے سے دشمن کا مقابلہ کر سکے۔

اور نہ اتنی کہ تین طرف خندق کھود کر چوتھی طرف حفاظتی دستے متعین کر سکتے فوجی زاویہ نگاہ سے شاید ہی کبھی کوئی ایسی عقیم کارروائی کی گئی ہو جیسی اس وقت مدینہ کے باغیوں نے کی تھی۔

ان کو غرہ تھا کہ ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے ہم ارض پاک کے رہنے والے ہیں ان کی اس جہالت کا اشارہ امیر المومنین کی گفتگو کے ایک فقرے سے ہو سکتا ہے جو موصوف نے امیر عسکر کو واداع کرتے وقت کی تھی فرمایا تھا یہ

سمجھ لو کہ تم ایسے لوگوں کی طرف جا رہے ہو جو نادان و نا سمجھ شیخی خورے اور اکھڑیں جنہیں امیر المومنین معاویہ کے علم نے بگاڑ رکھا ہے اور ان کو یہ گمان ہے کہ میرا ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

﴿انساب الاشراف ج ۴ ص ۳۴﴾

غرض یہ کہ جب کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تو فوجی دستہ خندقوں کی طرف بڑھا، باغیوں نے پتھر اور تیر برسائے شروع کر دیئے جب اہل شام خندقوں کا پھیر لگائے تو لوگوں نے پہاڑوں اور چھتوں پر سے پتھروں اور پہاڑوں پر سے پتھروں اور تیروں کا نشانہ بنایا۔

﴿الامامة والسياسة ج ۱، ۲۲۲﴾

اتنے میں بنو اشہل کے سرکردہ لوگوں نے امیر مسلم کو مشورہ دیا کہ ان کے محلے سے فوج گزار کر شہر پر قبضہ کر لیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

﴿الامامة والسياسة ج ۱، ص ۲۲۲﴾

غالی مولف نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کو رشوت دی گئی تھی تو انہوں نے رستہ دے دیا۔

تھوڑی دیر لڑائی ہوتی رہی چند سرغنہ مارے گئے اور کچھ فرار ہو گئے اور ابن زبیر سے جا ملے۔ پانچ چھ سرغنہ گرفتار ہوئے اور بجرم بجاوت قتل کئے گئے۔

رہیں وہ تفصیلات جو بعد میں گھڑی گئیں کہ ہزاروں آدمی قتل ہوئے

خواتین کی بے حرمتی کی گئی دو ہزار کنواری لڑکیاں حمل سے رہیں یا بے دریغ مدینہ کو لوٹا گیا تو یہ سب داستا نہیں اکاذیب محض ہیں۔ جو بعد کے مسلمانوں کو برا فروختہ کرنے اور پہلے مسلمانوں کی عزت و حرمت پر حرف لانے کے لئے وضع کی گئیں۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۳۷۹ تا ۳۸۱﴾

بغاوت کا تو چند گھنٹوں میں قلع قمع ہو گیا تھا شہر کو فتنہ جو عناصر سے پاک کرنے میں ہفتہ عشرہ لگ گیا۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۳۸۲﴾

یہ ہے عالی خارجی نامحود عباسی کی واقعہ حرہ کے بارے میں خار جیانہ تحقیق جو ہم نے مسلسل عبارت کی صورت میں پوری کی پوری نقل کر دی ہے اگرچہ اس نے یزید کی حمایت میں پورا زور قلم صرف کر لیا ہے لیکن پھر بھی وہ سب کچھ تسلیم کر لیا ہے جسے مان لینے سے اس کی جان جاتی ہے۔

مثلاً یہ تسلیم کرتا ہے کہ یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ پر چڑھائی کے وقت حکم دیا تھا کہ جب اہل مدینہ پر غلبہ حاصل کر لو تو ان کا سب مال و دولت اور اسلحہ وغیرہ قبضے میں کر کے شامی فوج میں تقسیم کر دینا بلکہ ان کے کھانے پینے کا سامان غلہ وغیرا تک چھین کر شامیوں کو دے دینا۔

یعنی اہل مدینہ کا تمام مال و سامان مال غنیمت سمجھنا اور اپنے امیر لشکر کو یہ بھی بتا دیا کہ مدینہ منورہ کے لوگ بے عقا، نادان، نا سمجھ، شیخی خورے

اور اکھڑ ہیں انہیں میرے باپ کی عیسیٰ نے بگاڑ رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ سمجھ رہے ہیں کہ میرا ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکتا گویا اہل مدینہ منورہ پر جو بھی مظالم توڑے گئے وہ سب یزید پلید کے حکم سے تھے اور یہ بھی بار بار لکھا ہے کہ اہل مدینہ باغی تھے اور انہیں مجرم بغاوت قتل کیا گیا۔

یعنی یزید کی بیعت توڑنے کے صلہ میں ان کا احترام صحابیت و تابعیت بھی ختم ہو گیا اور وہ سب بیک جنبش قلم باغی فساد اور فتنہ پرور ہو گئے اور نادانستہ طور پر یہ بھی اقرار کر لیا کہ اہل مدینہ یزید کو گالیاں دیتے تھے حالانکہ پوری کتاب میں طوطے کی طرح یہی رٹا رہا ہے کہ اہل مدینہ تو یزید کے قہصے پڑھتے تھے اور اس کی امامت و خلافت پر متفق تھے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس مقدس طائفہ نے بعض غلط فہمیوں کی بنا پر اس کی بیعت کی تھی انہوں نے اس کی بیعت توڑ دی تھی اور جب انہوں نے بیعت توڑ ہی دی تھی تو سینکڑوں صفحات میں یہ ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ تمام اہل حرین نے یزید کی بیعت بخوشی قبول کی تھی اس لئے وہ صحابہ کا امام اور امیر ہے۔

بہر حال اہل مدینہ کی بیعت توڑ دینے کو عباسی بغاوت ہی کا نام دیتا ہے اگرچہ اس کا پس خوردہ ابن یزید یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ یزید کے زمانہ میں کوئی بغاوت نہیں ہوئی اور واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ چند ہزار لوگوں کی شرارت تھی۔ اور اس شرارت کو بغاوت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

عباسی نے اس بات پر بھی بڑا زور دیا کہ مدینہ منورہ کو تاراج کرنے والے لشکر کے امیر صحابی تھے اور وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ جس مدینہ منورہ میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے وہاں کے لوگ فتنہ و فساد برپا کریں۔

اب اس منطوق کو سوائے کسی شیطانی دماغ کے وسوسہ کے اور کیا نام دیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کو تباہ و برباد کرنے ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا بدلہ اتارا جاسکتا ہے۔

نامحمد عباسی نے اپنے زبردست محقق ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ شامی فوج نے شہر رسول پر حملہ کر کے فوراً ہی غلبہ حاصل کر لیا پانچ سات سرغنہ باغی قتل کئے گئے۔

اور پھر امن و امان بحال کرنے کے لئے ہفتہ عشرہ وہاں رکے رہے حالانکہ یہ دنیا کا وہ زبردست تاریخی جھوٹ ہے جس کی مثال کہیں موجود نہیں علاوہ ازیں اس نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ حکم قرآن کی رو سے عین کعبہ میں بھی جنگ لڑی جاسکتی ہے۔

پھر مدینہ منورہ کے شورش پسندوں، فتنہ کیشوں اور باغیوں کی سرکوبی کرنے سے کیا چیز مانع تھی حالانکہ پہلے خود ہی اس حدیث کا ذکر کرتا ہے کہ مدینہ والوں کو خوفزدہ کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ اور ساتھ ہی صفائی پیش کر دی ہے۔ کہ یہ تو کوئی بتاتا ہی نہیں ہے کہ اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا

کس نے تھا؟

اور پھر خود ہی بتا دیا کہ مدینہ منورہ خالص روحانی مرکز ہے اسے
 عسکری مورچہ اور محور بنانے والے خود اہل مدینہ ہی تھے کیونکہ انہوں نے ہی
 تو یزید کی بغاوت کی تھی اگر یزید نے ان کو قتل کر دیا تو کونسا جرم ہے گویا اہل
 مدینہ ہی اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے کے موجب تھے اور ﴿معاذ اللہ﴾ لعنت
 والی حدیث کا اطلاق بھی انہیں پر ہوتا ہے۔

یزیدی فوج کو راستہ کس نے دیا

نامحمد عباسی نے یہ تاثر دینے کی بھی ناکام کوشش کی ہے کہ مدینہ منورہ کے کثیر لوگوں نے یزید کی بیعت نہیں توڑی تھی بلکہ اکثر قبائل ان مفسدین سے ناراض تھے جنہوں نے یزید کی بیعت کو توڑا تھا ﴿معاذ اللہ﴾ اور اس کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ جب یزید لشکر لے کر اہل مدینہ کا محاصرہ کر رکھا تھا تو اس وقت بنو عبدالمطلب نے یزیدی لشکر کی حمایت کرتے ہوئے اس کو اپنے گھروں سے راستہ دے دیا تھا کہ تم ادھر سے گزر کر ان فسادیوں کو قتل کر دو اور مدینہ منورہ کو لوٹ لو۔

﴿نعوذ باللہ من ذالک﴾

عباسی کا یہ محض فریب اور شدید کذب و افتراء ہے اور یہ سب کچھ اس کے اپنے ہی شیطانی ذہن کی اختراع ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی ذی شعور شخص اپنے دشمن کو یہ کہے کہ آئیے تشریف لائیے اور مجھے قتل کر کے میرے گھر کا مال و اسباب لوٹ لیجئے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلم بن عقبہ نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو اہل مدینہ نے جن بنو امیہ کو محصور کر لیا تھا کہا کہ ہمارے ساتھ عہد کرو کہ شامی فوجوں کا ساتھ نہیں دو گے اور ہمارے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کرو گے اگر تم نے ہمارے ساتھ یہ عہد نہ کیا یا کسی قسم کے فریب کو بروئے کار لائے تو ہم

تمہیں قتل کر دیں گے۔ چنانچہ بنو امیہ نے ان کے ساتھ وعدہ کر کے یہ یقین دلایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

مگر موقع ملتے ہی مروان نے اپنے لڑکے عبد الملک بن مروان کو مسلم بن عقبہ کے پاس خفیہ طور پر بھیج کر یہ نشان دہی کر دی کہ تم مدینہ منورہ کی مشرقی سمت سے حملہ کر کے مقام خرہ میں داخل ہو جاؤ کیونکہ یہی ایک راستہ ہے۔ جو تجھے کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

چنانچہ عبد الملک بن مروان کے بتائے ہوئے راستہ سے مسلم بن عقبہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور اس حقیقت پر مورخین و محدثین کا قطعی طور پر اتفاق ہے۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر نے بھی اس واقعہ کو تقریباً ایسے ہی لکھا ہے۔

وسار مسلم بمن معه من الجيوش الى
المدينة فلما اقترب منها اجتهد اهل المدينة
في حصار بنو امية وقالو لهم والله لنقتلنكم
عن آخركم او تعطوفا موثقاً ان لا تدلوا علينا
احد من هواء الشامين ولا تما لثوهم علينا فا
عطوهم العهود بذلك فلما وهل الجيش تلقا
هم بنو اميه فجعل مسلم يسائلهم عن الاخبار
فلا يخبره احد فلا نخصر لذك وجاءه عيد
الملك بن مروان فقال له ان كنت تريد النصر
فا فانزل شرقي المدينة في الحرة الخ فشكره

مسلم بن عقبہ علی ذالک وامتثل ما اشار بہ
فنزل شرقی المدینة فی الحرہ

﴿البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹﴾

کیا یوم حرہ میں چند لوگ شہید ہونے ہیں؟

خارجی عباسی نے واقعہ حرہ کی اہمیت ختم کرنے کے لئے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ اس حادثہ میں چند لوگ مارے گئے اور چند گھڑیاں جنگ لڑنے کے بعد یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ اور چند گھڑیوں کی لڑائی میں بگڑ جانے والے نظم و نسق کو بحال کرنے کے لئے یزیدی افواج کو ہفتہ عشرہ مدینہ میں رکنا پڑا اور عباسی کے پس خوردہ ابن یزید نے تو یہ تک لکھ دیا کہ حادثہ حرہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے کوئی نقصان نہیں ہوا اور صرف چند سواہلیان مدینہ کے قتل سے اہل مدینہ کی اس شرارت کا قلع قمع ہو گیا۔

جہاں تک اہل مدینہ کی شرارت کا تعلق ہے اس کی وضاحت ہم آئندہ اوراق میں کریں گے مگر جہاں تک اہل مدینہ پر یزیدی افواج کے مظالم کی داستان ہے یہ اس قدر کرب انگیز ہے کہ بیان کرتے ہوئے جگر پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ عباسی وغیرہ اسے انتہائی معمولی واقعہ قرار دے کر حق یزیدیت ادا کرنے میں مصروف ہیں حالانکہ ان لوگوں کی یہ کذب سرائی گوزشتہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ حقائق سے

روگردانی تو کر سکتے ہیں لیکن حقائق کو تبدیل کر دینے کی طاقت ان میں ہرگز نہیں دیگر مستند تواریخ اور کتب احادیث کے علاوہ ان کے نصف ثقہ مورخ علامہ ابن کثیر بھی اس دردناک واقعہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ واقعہ حرہ انسانیت سوز مظالم کی انتہائی المناک داستان ہے اور یزیدی لشکر کی وحشتا کیوں کی مثال پوری دنیائے تاریخ میں نہیں ملتی۔

چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں مختلف روایتوں کی روشنی میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کے قتال اور مدینہ منورہ کے تاراج کرنے میں اس قدر زیادتیاں کیں کہ سلف صالحین کو اس کا نام مسلم کی بجائے مسرف رکھنا پڑا۔

بیز یہ کہ یزیدی فوجوں نے اہل مدینہ کو قتل کرنے کے بعد ان کا تمام مال و منال بحکم یزید لوٹ لیا۔ اور مدینہ منورہ کی عفت مآب عورتوں کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا حتیٰ کہ جن خواتین کی عصمت دری کی گئی ان میں سے ایک ہزار عورتوں نے زنا کے بچوں کو جنم دیا۔

اور یہ بھی بتایا ہے کہ شہید ہونے والے فسادی لوگ نہیں تھے بلکہ مقتدر صحابہ کرام اور صحابہ زادے تھے۔ اور کثرت سے ان لوگوں کی اولاد تھی جن کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انصار و مددگار کے لقب سے یاد فرمایا تھا۔

اور پھر یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد علامہ ابن کثیر نے یزیدی

افواج کو ان تمام احادیث کا مصداق قرار دیا ہے جن میں اہل مدینہ کو ایذا
 دینے اور خوفزدہ کرنے والوں کے متعلق سزاؤں اور وعیدوں کا بیان ہے۔
 اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ یزیدی افواج نے یہ تمام تر مظالم یزید
 یلید کے حکم کے مطابق توڑے تھے اور یزید ان تمام شیطانی حرکات میں ملوث
 بھی ہے اور ان کا ذمہ دار بھی۔

واقعات حرہ

تاریخ کے آئینہ میں

جنگ حرہ میں یزید کی مرضی کے مطابق اہل مدینہ پر توڑے جانے والے مظالم اور مدینہ طیبہ کی اہانت و بے حرمتی کی جو تصویر محمد شین و مورخین نے پیش کی ہے وہ یہ ہے۔

﴿تاریخ ذہبی﴾

﴿کان﴾ ابوه قد جعله ولی العهد من بعده فقدم
 من ارض حمص وجار الی قبر والده ثم دخل
 دمشق فركب السی الخضراء وكانت دار
 السلطنة فخطب الناس وبا يعوه بالخلافة
 وكتب الی الاقالیم بذلك فبا يعوه وامتنع
 من بيعته اثنتان عظیمان الحسين ابن علی
 سبط رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم
 وعبدالله ابن الزبير ابن عمه رسول الله صلی
 الله علیه وآله وسلم ثم نقض بيعته اکابر اهل
 المدينة لسوء سيرته وقيل كان يشرب الخمر
 وابتعضوه لما جرى من قتل الحسين رضی
 الله عنه

وبعث جيشاً الى المدينة لينذروهم ويدعوهم الى الطاعة ثلاثه ايام فان اطاعوه والاقاتلوهم فامتنعوا من طاعة وتعيبوا للقتال بظاهر المدينة فالتقى الجمعان وكثر القتل وذلك في آخر سنة ثلاثه وستين وانهرم المدينون وقتل منهم معقل الاشجى وعبد الله ابن حنظلة ابن الغسيل وعبد الله ابن زيد المنازنى وهؤلاء من الصحابة ثم سار جيش يزيد الى ابن الزبير وقد عاذ بيت الله وعنده عبيده واتباعه فحاصره حتى يبالع يزيد فابى وقتلهم اياماً ونصبوا على ابن زبير المنجنيق وقتل جماعه فلا قوة الا بالله فبينما نهم كذلك اذ جاء الخبر بهلاك يزيد

﴿دول السلام تاريخ ذہبی مطبوعہ حیدرآباد دکن ص ۳۱﴾

ترجمہ دول الاسلام ﴿تاریخ ذہبی﴾

﴿یزید کو﴾ اس کے باپ نے اپنے بعد ولی عہد مقرر کیا چنانچہ پہلے وہ حمص میں اپنے باپ کی قبر پر آیا اور پھر سوار ہو کر دارالسلطنت دمشق پہنچا اور لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے کہا اور دیگر حکام کو لکھا کہ میرے لئے بیعت لیں اور دو عظیم شخصیتوں سبط رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسین بن علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی زبیر کے بیٹے عبد اللہ ابن زبیر نے اس کی بیعت سے انکار کیا پھر اہل مدینہ کے اکابرین نے بھی اس کی بیعت توڑ دی اس لئے کہ وہ یزیدؓ بدکردار تھا اور اہل مدینہ کہتے تھے کہ یزید شرابی ہے اور انہیں یزید کی اس بات پر بھی غصہ تھا کہ یزید نے حضرت امام حسین کو شہید کروایا۔ اہل مدینہ کی بیعت توڑنے پر یزید نے مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی اور کہا کہ اہل مدینہ کو میری اطاعت کے لئے تین دن کی مہلت دینا اگر وہ اطاعت کر لیں تو فوجا ورنہ انہیں قتل کر دینا چنانچہ ۶۳ھ کے اواخر پر مدینہ منورہ میں لوٹ مار کر کے جن کثیر لوگوں کو قتل کیا گیا ان میں معقل الاشجعی، عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ اور عبد اللہ بن زید منازلی شامل ہیں اور یہ لوگ صحابہ کبار میں سے تھے مدینہ منورہ کو لوٹنے کے بعد لشکر یزید نے عبد اللہ بن زبیر کے لئے بیت اللہ شریف پر چڑھائی کی کعبہ شریف کا محاصرہ کر کے یزید کی غلامی اور اطاعت کے لئے کہا گیا اہل حرم

کے انکار پر کعبہ شریف پر منجنيقوں نے پتھر برسائے
اور لوگوں کو قتل کیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ اسی اثناء میں
یزید کی ہلاکت کی خبر آگئی۔

الاصابة في تميز الصحابه

﴿ابن حجر عسقلانی﴾

مسلم بن عقبہ بن رباح بن سعد من قبل
یزید بن معاویہ علی الجیش الذین غزوا
المدينة يوم الحرة ذكر ابن عساكر وقال
ادرك النبي صلى الله عليه وآله وسلم شهد
صفيين مع معاوية وكان الرجاله وعمده في
ادراكه انه استذ الى ما اخرج محمد بن سعد
في الطبقات عن الواقدي با سانيدہ قال لما
بلغ يزيدي بن معاوية ان اهل المدينة اخرجوا
آعماله من المدينة وخلعوه وجه اليهم عسكر
امر عليهم مسلم بن عقبه المرى وهو يومئذ
شيخ ابن بضع وتسعين سنة فهذا يدل على
انه كان في العهد النبوي كهل وقد افحش
مسلم القول والفعل باهل المدينة واسرف في
قتل الكبير والصغير حتى سموه مسرفاً وابا
المدينة ثلاثة ايام لذلك والعسكر يذبون
ويقتلون ويفجرون ثم رفع القتل وبايع من بقى

على انهم عبيد ليزيد بن معاوية وتوجه
 بالعسكر الى مكة ليحارب ابن الزبير لتخلفه
 عن البيعة ليزيد فعوجل بالموت فمات
 بالطريق وزاكَ سنة ثلاث وستين واستمر
 الجيش الى مكة في صرو ابن الزبير وبصوا
 المنجنيق على ابي قبيس فجنهم الخبر
 بموت يزيد ابن معاوية فانصرخوا وكفى الله
 المومنين القتال والتعبة

الاصابة ج ۳ ص ۲۷۰

ترجمہ!

الاصابہ میں مسلم بن عقبہ کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ
 جنگ صفین میں امیر معاویہ کے ساتھ تھا اور بہت
 چالاک ہوشیار آدمی تھا اور پھر جب اہل مدینہ نے
 یزید پلید کی بیعت توڑ دی تو یہ شخص باوجود ستانوں کے
 سال کا ہونے کے بحکم یزید مدینہ منورہ کو تباہ بر باد
 کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ وقول فعل میں فحش قسم کا
 آدمی تھا اور اس نے مدینہ طیبہ کے صغیر و کبیر کے قتل
 میں اس قدر زیادتی کی کہ مسرف کے نام سے مشہور
 ہوا اس نے تین دن مدینہ منورہ کو مباح قرار دے دیا
 اور عینۃ الرسول میں تین دن جی بھر کے قتل و غارتگری

اور فسوق اور فجور وہ اور اس کی فوجیں کرتے رہے اور
 پھر مکہ معظمہ پر چڑھائی کر کے کعبۃ اللہ پر منجنیقوں نے
 پتھر برسائے حتیٰ کہ یزید کی ہلاکت کی خبر آگئی اور اللہ
 تعالیٰ نے مسلمانوں کو یزید کے ظلم و جور سے بچالیا

یزید کی بیعت کیوں توڑی

۶۲۳ھ میں یزید کی طرف سے عثمان بن ولید بن ابی سفیان امیر
 مدینہ ہو کر آیا اور اسی زمانہ میں اہل مدینہ کا ایک وفد جس میں عبد اللہ بن حنظلہ
 اور عبد اللہ بن ابی عمر بن حفص بن مغیرہ مخزومی و منذر بن زبیر وغیرہم شرفاء
 مدینہ تھے شام کو روانہ کیا یزید نے ان لوگوں کی بہت بڑی عزت کی عبد اللہ بن
 حنظلہ کو علاوہ خلعت کے ایک لاکھ درہم اور باقی لوگوں کو دس ہزار درہم دے
 کر رخصت کیا جب اہل مدینہ واپس آئے تو اہل مدینہ ملنے کو حاضر ہوئے اور
 حال دریافت فرمایا۔

عبد اللہ بن حنظلہ نے جواب دیا کہ ہم ایسے نا اہل سے مل کر آئے
 ہیں جس کا نہ کوئی دین ہے نہ مذہب، جو شراب پیتا ہے اور راگ باجاستا ہے
 خدا کی قسم اگر کوئی مہدی من اللہ ہوتا تو اس پر جہاد کرتا۔ حاضرین نے کہا، ہم
 نے تو سنا ہے کہ یزید نے تمہارا بڑا اکرام کیا ہے۔ خلعت اور جائزہ دیا ہے؟
 عبد اللہ نے فرمایا ہاں اس نے ایسا ہی کیا ہے لیکن ہم نے اس وجہ

سے اس کو قبول کر لیا ہے کہ اس کے مقابلہ کی ہم میں قوت آجائے اہل
مدینہ نہ یہ سن کر یزید سے زیادہ متنفر ہو گئے۔

﴿تاریخ ابن خلدون، ج ۵، ص ۱۲۸﴾

﴿مع ابن اثیر مترجم﴾

اگرچہ تمام مورخین و محدثین نے اس واقعہ کو تقریباً ایسے ہی بیان کیا
ہے جیسا کہ ابن اثیر کی تحریر سے ظاہر ہے لیکن ہم محض اختصار کے پیش نظر فتح
الباری شرح بخاری کا عربی متن اور بخاری شریف کے حاشیہ کی عبارت
پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ علامہ ابن اثیر کے بیان کی تائید بھی ہو
جائے اور مضمون بھی زیادہ طوالت اختیار نہ کرے۔

فتح الباری شرح بخاری

بیعتہ ، فلما خلع اهل المدينة فذکرہ ، قلت
وكان السبب فيه فازكروه الطبری مسند ان
یزید بن معاویة كان امر علی المدينة بن عمه
عثمان بن محمد بن ابی سفیان فأوفد الی
یزید جماعة من اهل المدينة منهم عبد الله بن
غسیل الملائكة حنظلة بن ابی عامر وعبد
الله بن ابی عمرو حفص المتزومی فی
آخرین فاکرمهم واجازهم فرجعوا فأظهروا
عیبه ولسبوه الی شراب الخمر وغیر ذالک

ثم وثبوا على عثمان فأخرجوه وخلعوا يزيد بن
معاوية فبلغ ذلك يزيد فجهز اليهم جيشا مع
مسلم بن عقبه المروى وامره ان يدعوهم ثلاثا
فان رجعوا ولا فقا فقاتلهم
﴿فتح الباری شرح بخاری ج، ۱۳، ص ۴۰﴾

دانشیہ بخاری

وكان السبب في خلع ما ذكره الطبري ان
يزيد بن معاوية كان امر على المدينة ابن عمه
عثمان بن محمد بن ابو سفيان فا وقد ايزيد
جماعة من اهل المدينة منهم عبدالله ابن
غسيل السلائكة وعبد الله بن عمر
والمنزومي في آخرين فاكرمهم واجازهم
فرجعوا فاظهروا واعبوه والنسبوه الى شرب
الخمر وغير ذلك ثم وثبوا على عثمان و
فرجوه خلعوا يزيد بن معاوية الى آخر القصة

جوتوں کا ڈھیر

بلکہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب اہل مدینہ کو ان کے یزید کے پاس
بھیجے ہوئے وند نے آکر اطلاع دی کہ یزید فسق و فجور میں مبتلا ہے۔ شراب
پیتا ہے اور غنا کا رسیا ہے اور اس کا دین و مذہب کچھ بھی تو انہوں نے قریش پر
عبداللہ مطہج کو اور انصار پر عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنا دیا پھر

یزید سے اہل مدینہ نے اس طرح اظہار نفرت کیا کہ ایک شخص نے اپنا عمامہ اتار کر کہا کہ میں یزید کی بیعت کو اس طرح توڑتا ہوں جس طرح میں نے اپنا عمامہ اتار دیا ہے۔

پھر ایک شخص نے اپنا جوتا اتار کر کہا کہ میں یزید کی بیعت سے اس طرح نکل رہا ہوں جس طرح میں نے یہ جوتا اتار دیا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اہل مدینہ کے اس اجتماع میں سے ہر شخص نے اپنا اپنا عمامہ اور اپنا اپنا جوتا اتار اتار کر رکھنا شروع کر دیئے حتیٰ کے عماموں اور جوتوں کے ڈھیر لگ گئے۔

عربی متن ملاحظہ ہو!

ففيها كانت وقعة الحرة وكان سببها ان اهل
المدينة خلعوا يزيد بن معاوية ولوا على قريش
عبد الله بن مطيع وعلى الانصار عبد الله بن
حنظلة بن ابي عامر فلما كان في اول هذا
السنة اظهر وزالك واجتمعوا عند المنبر
فجعل الرجل منهم يقول قد خلعت عمامتي
هذه ويلقيها عن راسه ويقول الآخرة قد خلعت
كما خلعت نعلي هذه حتى اجتمع شئ كثير
من العمام والنعال هناؤ

﴿البدایہ و النہایہ، ج ۸، ص ۲۱۸﴾

قارئین کرام! اس بات کو خاص طور پر ذہن نشین رکھیں کہ وہی مقدس

نفوس یزید کی بیعت کو اس حقارت سے توڑ رہے ہیں جن کی وجہ سے صحابہ کا امام اور صحابہ کا امیر کہا جاتا ہے بہر حال اب آپ تاریخ ابن اثیر وغیرہ سے باقی حالات ملاحظہ فرمائیں۔ لکھا ہے کہ:-

یزید کی ڈانٹ کا نتیجہ

عبداللہ بن حنظلہ نے یزید کی معزولی کی درخواست پیش کی تو لوگوں نے بکمال خوشی اور رغبت منظور کر لی۔ عثمان بن محمد ﴿عامل مدینہ﴾ نے یہ کل واقعات یزید کو لکھ کر بھیجے یزید نے اک ڈانٹ کا فرمان اہل مدینہ کو لکھ بھیجا جس کو دیکھ کر اہل مدینہ سخت براہم ہوئے۔ انصار مدینہ نے اپنی اپنی سرداری کے لئے عبداللہ بن حنظلہ اور قریش نے عبداللہ بن مطیع کو منتخب کیا اور بالاتفاق سمحوں نے عثمان بن محمد اور مروان بن الحکم اور کل بنی امیہ کو مدینہ منورہ سے نکال باہر کیا۔

جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے پہلے عمرو بن سعید کو مدینہ منورہ پر فوج کشی کا حکم دیا مگر اس نے انکار کر دیا پھر عبید اللہ ابن زیاد کو لکھا اس نے بھی عذر پیش کیا۔ تب یہ خدمت مسلم بن عقبہ مرئی کے سپرد کی گئی مسلم بن عقبہ بارہ ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر روانہ ہوا۔

یزید مشایعت کی غرض سے تھوڑی دور تک ساتھ آیا اور چند احکام کی پابندی کی ہدایت کر کے واپس آ گیا اگر تمہیں کوئی ضرورت پیش آئے تو

حسین بن نمیر کو سردار مقرر کرنا۔ اہل مدینہ کو تین روز غور و فکر کرنے کی دعوت دینا اگر وہ میری اطاعت قبول کر لیں تو چھوڑ دینا ورنہ جنگ میں تامل نہ کرنا اور جب ان پر کامیابی حاصل ہو جائے تو تین روز تک قتل عام کا حکم جاری رکھنا مال و اسباب جو کچھ لوٹا جائے وہ سب فوج کا ہے۔

علی بن حسین سے کچھ تعرض نہ کرنا کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اس کا اس معاملہ میں دخل نہیں ہے۔

جب اہل مدینہ کو اس سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے بنو امیہ کا مروان کے گھر میں نہایت سختی سے محاصرہ کر لیا اور بالآخر یہ پیمان لے کر آزاد کیا کہ آئندہ وہ جنگ سے کنارہ کریں گے اور دوسروں کے ساتھ مل کر اہل مدینہ کی مخالفت نہیں کریں گے اور کسی راز کو جو اہل مدینہ کے خلاف ہوگا ظاہر نہ کریں گے۔

﴿ابن خلدون، ج ۵، ص ۱۲۸﴾

﴿معہ ابن اثیر﴾

یہاں تک جو واقعہ ابن اثیر وغیرہ نے بیان کیا تقریباً یہی واقعہ معمولی اختلاف کے ساتھ البدایہ والنہایہ و دیگر کتب تاریخ و حدیث میں موجود ہیں۔

البدایہ والنہایہ میں ایک تو یہ زیادہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کو یزید نے مدینہ منورہ تاراج کرنے کا حکم دیا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر کے میں

بت رسول کے بیٹے کو شہید کرنے اور مدینہ منورہ کو لوٹنے کے دو گناہ اپنے ذمہ نہیں لینا چاہتا اور الہدایہ والنہایہ وفتح الباری شرح بخاری وغیرہ میں مزید یہ جملے بھی ہیں کہ جب امیر معاویہ کا وقت انتقال آیا تو یزید کو بلا کر یہ وصیت کی کہ اگر تمہیں مدینہ والوں سے معاملہ پیش آجائے تو مسلم بن عقبہ کے سپرد کر دینا وہ خوب نپٹالے گا۔

نیز یہ بتانے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے کہ ان مورخین کے مطابق بھی اہل مدینہ نے بنو امیہ کو شہر سے باہر نہیں نکالا۔

حالانکہ انہوں نے چند سطور پہلے ہی لکھا ہے کہ بنو امیہ کا مدینہ سے اخراج کر دیا مگر بعد میں انہوں نے خود ہی لکھ دیا ہے کہ بنو امیہ کو مروان کے گھر میں محصور کر دیا گیا تھا کیونکہ ایک تو یزید کی ڈانٹ اور تشدد کا رد عمل یہی ہو سکتا تھا اور دوسرا ان کا دشمن کے ساتھ مل جانے کا بھی خدشہ تھا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ یزید ہمارے بیعت توڑنے کے بعد چین سے تو نہیں بیٹھے گا اور دوسرے اس کا تشددانہ خط بھی اسی نوعیت کا حامل تھا۔

چنانچہ انہوں نے بنو امیہ کا محاصرہ کیا بھی اور وعدہ لے کر یہ حصار توڑ بھی دیا کہ تم اہل مدینہ کے ساتھ رہو گے اور دشمنوں کے ساتھ مل کر نہ تو ہمارے ساتھ لڑو گے اور نہ ہی جاسوسی وغیرہ کرو گے۔ جو کچھ ہم بیان کرتے آئے ہیں اب آپ اس کا عربی متن ملاحظہ فرمائیں۔

البدايه والنهائيه

وقال يزيد مسلم بن عقبه ادع القوم ثلاثاً فان رجعو الى الطاعة فاقبل منهم وكف عنهم والا فاستعن بالله وقاتلهم واذا ظهرت عليهم فألج ال مدينة ثلاثاً ثم اكف عن الناس وانظر الى على بن حسين فاكف عنه واستوص به خيراً واء دن مجلسه فانه لم يدخل في شكى مما دخلوا فيه واء مر مسلم اذا فرغ من المدينة ان يذهب الى مكة لحصار ابن نمير وقال له ان حدث بك ائمر فعلى الناس حصين بن نمير السكونى وقد كان يزيد كتب الى عبيد الله بن زياد ان ليسيرا الى الزبير فيحاصره بمكة فاء بنى عليه وقال والله لا اجمها للفاسق ابداً اقتل ابن بنت رسول الله واغزو البيت الحرام وقد كانت امه مر جانة قالت له حين قتل الحسين ويحك ما زار صنحت وما ذار كبت وعنصته تعنيفاً شديداً قالو وقد بلغ يزيد ان ابن زبير يقول في خطبة يزيد القروذ شارب الخمر تارك الصلوة منعك على القينات،

قال فبعث البريد الى مسلم بن عقبه المزنى وهو شيخ كبير ضعيف فا اتدب

لذالك وارسل معه يزيد عشرة آلاف فارس
وقيل اثنا عشرانها وخمسة عشرالف رجل
واعطى كل واحد منهم مائة دينار وهو على
فرس له ، قال المدائني وجعل على اهل
دمشق عبد الله بن سعده الفزاري وعلى اهل
حمص حصين بن نمير السكوني وعلى اهل
الاردن جيش بن رلجه القيني وعلى اهل
الفسطاطين روحبن زنباع الجذامي وشريك
الكناني وعلى اهل ال قنسرين طريف بن
الحساس الهلالي وعليهن ملم بن عقبه المز
نى من غطفان وانما ليميه السلف مسرف بن
عقبي .

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۱۸﴾

یہ لٹیرے کون تھے ؟

البدایہ والنہایہ کی اس عبارت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یزید نے جو
پندرہ ہزار فوج کی جمیعت مدینہ منورہ کو تاراج کرنے کے لئے روانہ کی تھی ان
میں حجازی لوگوں کو شامل نہیں کیا گیا تھا بلکہ دمشق، اردن حمص، قنسرین وغیرہ
کے لوگ تھے۔

جن پر سپہ سالار مقرر کرنے کی ترتیب یہ تھی کہ اہل دمشق پر عبداللہ
فزاری، اہل حمص پر حصین بن نمیر اہل اردن پر جیش بن دلجہ، اہل فلسطین پر

روح بن زنباع اور شیک کنعانی اور اہل قنسرین پر طریف بن حساس کو مقرر کیا گیا اور ان سب پر خونخوار مسرف کو امیر بنایا تھا اور مدینہ منورہ کو لوٹنے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا گیا تھا جن کے دلوں میں حرمت مدینہ کا تصور بھی نہ پیدا ہو سکے اور پھر ان کے لئے دس ہزار گھوڑوں کا اہتمام کرنے کے ساتھ ہر شخص کو سو سو دینار بھی قبل از وقت انعام کے طور پر ادا کر دیا گیا تھا۔ اور بیت المال کی یہ رقم کسی کافر ملک کو فتح کرنے کے لئے نہیں بلکہ مرکز اسلام مدینہ الرسول کو تاراج کرنے کے لئے خرچ کی گئی تھی

یزید کے جاسوس

اب آپ دیگر واقعات بھی پہلے تاریخ ابن اثیر وغیرہ سے ملاحظہ فرمائیں!

مسلم بن عقبہ کی وادی القرئی میں بنو امیہ سے ملاقات ہوئی اور عمرو بن عثمان بن عفان سے اہل مدینہ کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے انکار کیا لیکن ان کے ہمراہیوں نے بتا دیا مسلم بن عقبہ وادی القرئی سے کوچ کر کے ذی نخلہ ہوتا ہوا مدینہ کے قریب پہنچ گیا اور اہل مدینہ سے کہلا بھیجا کہ امیر المؤمنین یزید چونکہ تم لوگوں کو شریف سمجھتے ہیں اور میں بھی تمہاری خونریزی پسند نہیں کرتا اس وجہ سے تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں پس اگر اس اثناء میں تم لوگوں نے راہ راست اختیار کر لی تو نبھا میں فوراً مکہ چلا جاؤں گا اور اگر

تم لوگوں کو کچھ عذر ہو تو بیان کرو جب یہ میعاد گزر گئی۔

تو مسلم نے کہا بھیجا کہ تم جنگ کرو گے یا صلح، اہل مدینہ نے کہا کہ ہم جنگ کریں گے۔ مسلم نے کہا کہ جنگ نہ کرو بلکہ امیر کی اطاعت قبول کرو اس میں تمہاری بہتری ہے۔

اہل مدینہ اپنی رائے پر جمے رہے بالآخر صف آرائی کی نوبت آئی عبد الرحمن بن زبیر بن عوف خندق پر متعین کئے گئے جس کو اہل مدینہ نے بطور شہر پناہ کے کھود کر بنایا تھا۔ عبد اللہ بن مطیع قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ کی ایک سمت پر اور معقل بن سنان اشجعی مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ کی دوسری سمت پر متعین ہوئے اور ان سب پر عبد اللہ بن حنظلہ غسبیل الملائکہ کو سپہ سالار بنایا گیا انہوں نے گروہ کثیر کو ساتھ لیکر راستہ کی ناکہ بندی کر دی

﴿ابن خلدون جلد ۵۔ ص ۱۲۹﴾

﴿مع ابن اشیر﴾

علامہ ابن اشیر وغیرہ کا مندرجہ بالا بیان بھی تقریباً وہی ہے جو دیگر مورخین و محدثین نے بیان کیا ہے البدایہ والنہایہ وغیرہ دیگر کتب حدیث و تاریخ میں مزید یہ الفاظ ہیں کہ بنو امیہ نے مسلم بن عقبہ کو جو مدینہ والوں کی جاسوسی کی تھی وہ یہ تھی کہ تم مقام حرہ کی طرف سے حملہ کر کے مدینہ منورہ میں داخل ہو سکتے ہو کیونکہ ایک یہی راستہ ہے جس پر تمہاری کامیابی کا انحصار ہے

اور یہ بات اس کو عبد الملک بن مروان نے بتائی تھی اب آپ مندرجہ بالا واقعہ کا عربی متن دیگر کتب معتبرہ سے ملاحظہ فرمائیں!

وسار مسلم بمن معه من الجيوش الى المدينة
 فلما اقترب منها اهل المدينة في حصار بنو
 اميه وقالوا لهم والله ليقتلنكم عن آخركم
 او تعطوفا موثقان لا تدلو علينا احداً من هؤلاء
 شاميين ولا تماثلوهم علينا فاطوهم العهود
 بذلك ، فلما وصل الجيش تلقاهم بنو اميه
 فجعل مسلم لئيسا لهم عن الاخبار فلا يخبره
 احد ، فان حصر لذالك وجاء عبد الملك بن
 مروان فقال له ان كنت تريد النصر فا انزل
 شرقى المدينة في الحرة ، فاذا اخرجوا اليك
 كانت الشمس في اقفيتكم وفي وجوههم
 فادعهم الى الطاعة فان اجبوك والا
 فاستعين بالله وقتلهم فان الله ناصر
 عليهم اذ خالفوا امام وخرجوا عن الطاعة
 فشكره مسلم بن عقبه على ذلك وامتنل ما
 اشار به فنزل شرقى المدينة في الحرة ودعا
 اهلها ثلاثة ايام كل ذالك يا بون الاماربة
 والمقاتلة فلما مضت الثلاث قال لهم في
 اليوم الرابع وهو يوم الاربعاء اليلتين بقيقا من
 ذالحجة سنة ثلاث وستين قال لهم يا اهل

المدينة فقد، مصنت الثلاث وان امير
المومنين قال لي انكم اصله وعشيرته وانه
لكبيره ارافة دماً لكم وانه امرني ان ادلكم
ثلاثاً فقد مضت فماذا انتم صانعون تسالون
امر تجاربون؟

فقال بل تجارب، فقال لا تفعلوا بل
سالوا ونجعل جدنا وقوتنا على هذا الملحد
يعنى ابن زبير

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۱۹﴾

البدایہ والنہایہ میں مزیدیہ ہے مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ سے
کہا کہ تم زید کی بیعت کر لو اور میرے ساتھ مل کر مکہ معظمہ پر چڑھائی بھی کرو
تاکہ اس ملحد یعنی ابن زبیر کو گرفتار کیا جاسکے تو اہل مدینہ نے کہا کہ اے دشمن
خدا تو ہمیں بیت الحرام کی بے حرمتی پر آبادہ کر رہا ہے اور دونوں ہی طرف
صف آرائی ہو گئی۔

فقالوا يا عدو الله الوارثت ذالك لما مكانك
منه انحن نذر کم تذهبون فتلحدون في بيت
الله الحرام

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۱۹﴾

جنگ کیسے ہوئی؟

اب آپ باقی واقعات بھی حسب سابق پہلے تاریخ اور پھر اس کے

بعد دیگر کتب معتبرہ کے متن کی صورت ملاحظہ کریں۔

چنانچہ ابن اشیر میں ہے ﴿بنو امیہ کی بدعہدی اور جاسوسی کا فائدہ اٹھا کر﴾ مسلم بن عقبہ اپنے ہمراہیوں کو مرتب کر کے حرہ کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا۔ عبداللہ بن حظلہ مقابلہ پر آئے اور اس جرأت و مردانگی سے دست بدست لڑے کہ شامی اسوار فوج کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔

مسلم نے لکار کر پیادوں کو آگے بڑھایا حضرت فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ بن حظلہ سے اجازت لیکر مسلم پر دھاوا بول دیا تو شامی پیادوں کے رخ پھر گئے وہ منہ کے بل ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگنے لگے۔ بعد ازاں حضرت فضل بن عباس کی درخواست پر حضرت عبداللہ بن حظلہ نے مدینہ منورہ کے تمام اسواروں کو آپ کی ماتحتی میں دے دیا۔

حضرت فضل بن عباس نے اس شدت اور تیزی سے حملہ کیا کہ شامی فوج کا شیرازہ منتشر ہو گیا سواروں اور پیادوں کی ترتیب درہم برہم ہو گئی مسلم بن عقبہ کے ارد گرد صرف پانچ سو پیادوں کی جماعت رہ گئی باقی سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

فضل بن عباس نے مسلم بن عقبہ کے قریب پہنچ کر ایک علمبردار کے سر پر یہ سمجھ کر تلوار کا وار کیا کہ یہ مسلم ہے وار اس قدر زور کا تھا کہ خودی کڑیاں ٹوٹ کر گلے میں گھس گئیں ہاتھ سے علم گر گیا اور ساتھ ہی خود ٹھنڈا ہو گیا۔

فضل بن عباس جوش و مسرت سے پکار اٹھے۔

قتلت طاعية القوم ورب الكعبة

رب کعبہ کی قسم میں نے طاعنوں کے سردار کو قتل کر دیا۔

مسلم بن عقبہ قریب سے بولا تم نے دھوکا کھایا ہے وہ ایک ردی غلام تھا فضل نے جھپٹ کر علم اٹھالیا مسلم نے لشکر کو لگا کر اسب نے چاروں طرف سے فضل بن عباس کو گھیر لیا بالآخر آپ بہادری سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے جب حضرت فضل بن عباس شہید ہو گئے تو مسلم بن عقبہ نے لشکر شام کو حضرت عبداللہ بن حنظلہ کی طرف بڑھایا عبداللہ بن حنظلہ اپنے رکاب کی فوج کو لشکر شام پر حملہ آور ہونے پر ابھار رہے تھے کہ حصین بن نمیر اور عبداللہ بن عضاة العشری اپنے اپنے کمان کی فوجیں لئے ہوئے عبداللہ بن حنظلہ اور ان کے ہمراہیوں پر تیر باری کرتے ہوئے بڑھے حضرت عبداللہ بن حنظلہ نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ جو شخص تیزی کے ساتھ جنت میں جانا چاہتا ہے وہ اس علم کو سنبھال لے۔

اہل مدینہ سنتے ہی دوڑ پڑے اور نہایت دلیری سے لڑ لڑ کر شہید ہونے لگے حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے کل لڑکے اور اخیانی بھائی محمد بن ثابت بن قیس بن شماس، عبداللہ بن زید بن عاصم اور محمد بن عمرو بن حزم انصاری، عبید اللہ بن عبداللہ بن موہب، وہب بن عبد اللہ بن زمعہ بن اسود، عبد اللہ بن عبد الرحمن ابن خاطب، زبیر بن عبد الرحمن بن عوف، عبد اللہ بن

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب میدان میں جنگ میں شہرت شہادت پی
کرموت کی ٹھنڈی نیند سو رہے تھے۔

ان لوگوں کے شہید ہونے کے بعد لشکر مدینہ کے پاؤں اکھڑ گئے
مسلم بن عقبہ قتل و غارت کرتا ہوا مدینہ منورہ میں داخل ہوا تین روز تک قتل
عام کا بازار گرم رہا شامی لشکر نے اہالیان مدینہ کا مال و اسباب لوٹ لیا
اور اس کے بعد مسلم بن عقبہ نے معقل بن سنان الشجعی، محمد بن ابی حذیفہ، محمد
بن الجهم وغیرہم کو گرفتار کر کے ظلماً قتل کرا دیا اس واقعہ میں تین سو چھ آدمی
شرفائے قریش و انصار اور ان کے علاوہ اور قبائل و موالی اس تعداد کے دوچند
کام آئے۔

﴿تاریخ ابن خلدون جلد ۵، ص ۱۳۰﴾

﴿معہ ابن اثیر﴾

اباپان واقعات کا عربی متن حسب سابق فتح الباری سے ملاحظہ کریں

فتح الباری شرح بخاری

فاذا اظهرت فاء بحا للجيش ثلاثا ثم اكف
عنهم فتوجه اليهم فوصل في ذوالحجة سنة
ثلاث وستين فحاربوه وكان امير الانصار عبد
الله بن حنظله وعلی قریش عبد الله بن
مطيع وعلی غيرهم منا لا قبائل معقل بن يسار
الاشجعی وکانوا اتخذوا خندقاً فلما وقعت

السوقعة النهزم اهل المدينة فقتل ابن حنظلة
 وفرأ بن مطيع واياح مسلم بن عقبة المدينة
 ثلاثا فقتل جماعة صبرا منهم معقل بن سنان
 ومحمد بن ابى النجهم بن حزيفه ويزيد بن عبد
 الله بن زمعة وبايع الباقيين على انهم خول
 يزيد،

واقترح ابوي بكر ابى خثيمة بسند صحيح الى
 جويرية بن اسماء سمعت اشياخ اهل المدينة
 يتحدثون ان معاوية لما احتضر دعا يزيد فقال
 له ان لك من اهل المدينة يوماً فان فعلوا
 فارهم بمسلم بن عقبة فاني عرفت نصيحته
 فلما ولى يزيد وفد عليه عبد الله بن حنظله
 وجماعة فاكرهم واجازهم فرجع فعرض
 الناس على يزيد وعابه ودعاهم الى خلع يزيد
 فا جا بوه فبلغ يزيد فجهز اليهم مسلم بن عقبة
 ، فاستقبلهم اهل المدينة بجموع كثيرة فهابهم
 اهل الشام وكره اقتالهم فلما نشب القتال
 سمعوا في جوف المدينة التكبير وذلك ان
 بنى حارثه ادخلوا قوماً من شاميين من جانب
 الحره، فترك اهل المدينة القتال ودخلوا
 المدينة خوفا على اهلهم فكانت الهزيمة
 وقتل من قتل وبايع مسلم الناس على انهم
 خلع ليزيد يحكم في دنائهم واموالهم واهلهم

بما شاء

واخرج الطبراني من طريق محم بن سعيد بن
 امانة ان معاوية لما حضره الموت قال يزيد
 قد وطأت لك البلاد ومهدت لك الناس
 ولست اخاف عليك الا اهل الحجاز فان
 ربك منهم ديب فوجه اليهم مسلم بن عقبة
 فاني قد جربته وعرفت نصيحة قال فلما كان
 من خلافهم عليه ما كان دعاه فوجهه فابا
 حالوا ثلاثا ثم دعاهم الى بيعة يزيد وانهم
 اعبدوا له فمن في طاعة الله ومصيبته
 ومن روائه عروة بن الزبير قال لما مات
 معاوية اظهر عبد الله بن الزبير الخلاف على
 يزيد بن معاوية فوجه يزيد مسلم بن عقبة في
 جيش اهل الشام وامره ان يبداء بقتال اهل
 المدينة ثم يسير الى ابن الزبير بمكة قال فد
 خل مسلم بن عقبة المدينة وبها بقايا من
 الصحابة فانسرف القتل ،

﴿فتح الباري شرح بخارى ص ١٣ تا ١٤﴾

البدايه والنهائيه

ثم تهيأ واللقنتال ، وقد كانوا اتخذوا خندقا بينهم
 وبين بن عقبة وجعلوا اجيشهم اربعة ارباع
 على كل ربع اسيرو وجعلوا اجعل الارباع

الربع الذى فيه عبد الله بن حنظله غسيل ثم
اقتلوا قتالاً شديداً ثم انهزم اهل المدينة وقد
قتل من الفريقين خلق من السادات والاعيان
منهم عبد الله بن مطيع وبنون له سبعة بين
يديه وعبد الله بن حنظله الغسيل واخوه لأمه
محمد بن ثابت بن شيماس ومحمد بن عمرو
بن حزم وقد مر به مروان وهو مجندل فقال
رحمك الله فكم من سارية قدر ائتكت تطيل
عندها القيام والسجود

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۴۰﴾

یہ کیسی بیعت تھی؟

فتح الباری کی جو عبارت آپ اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں کہ مسلم بن
عقبہ نے جو بیعت یزید کے لئے بچے کھچے اہل مدینہ سے طلب کی تھی وہ اس
طرح تھی کہ یزید اگر چاہے تو تمہیں احکام خداوندی کی طرف بلائے اور اگر
چاہے تو تمہیں گناہ و معصیت کا حکم دے تمہیں اس کا ہر حکم ہر حالت میں تسلیم
کرنا ہوگا۔ کیا عباسی اور دیگر خارجی بتا سکتے ہیں کہ یہ کیسی بیعت تھی۔ کیا اسے
اسلامی بیعت قرار دینا اسلام کی توہین نہیں؟

مدینہ لوٹ لیا

بہر حال اب قارئین:

﴿تاریخ ابن اثیر وغیرہ سے باقی واقعات ملاحظہ فرمائیں﴾

چوتھے دن جب مسلم بن عقبہ قتل و غارت سے تھک گیا تو اس نے بیعت کی غرض سے اہل مدینہ کو پیش کئے جانے کا حکم دیا۔ لشکریان شام چاروں طرف پھیل گئے جو جہاں ملتا اسے پکڑ لاتے اگر وہ بیعت کرنے سے انکار کرتا تو اسے فوراً قتل کر دیا جاتا۔ رفتہ رفتہ علی بن حسین کو گرفتار کر کے پیش کیا گیا۔ مروان بن الحکم نے ایک پیالہ شہد پیش کیا۔ آپ نے تھوڑا سا نوش فرما کر رکھ دیا۔ مسلم بن عقبہ بولا تم کیوں نہیں پیتے؟

علی بن الحسین علیہ السلام یہ سن کر کانپ اٹھے! اور گھبرا کر پیالہ اٹھالیا۔ مسلم بن عقبہ نے کہا تو خوفزدہ نہ ہو۔ اگر تمہارا کوئی تعلق اہل مدینہ سے ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کر ڈالتا لیکن امیر المؤمنین نے مجھے ہدایت کی تھی اور کہا تھا کہ تم نے ان کو لکھا تھا کہ ان معاملات سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ تو اب اگر تمہارا جی چاہے تو شہد نوش کر لو ورنہ خواجواہ پینے کی ضرورت نہیں۔ مسلم نے یہ کہہ کر علی بن حسین کو اپنے برابر بٹھالیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد کہا۔ شاید تمہارے متعلقین میرے پاس آنے سے پریشان ہوں گے۔ بہتر ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو مسلم بن عقبہ نے سواری منگوائی اور آپ بلا بیعت کئے اپنے گھر چلے آئے یہ واقعہ ۶۳ھ میں جب کہ ذوالحجہ کی دورات میں باقی تھیں یزید بن معاویہ کے عہد میں ہوا۔

﴿تاریخ ابن اثیر جلد ۵، ص ۱۳۱﴾

البدايه والنهايہ

ثم اباح مسلم بن عقبة الذى يقول فيه السلف
 مسرف بن عقبة قبحه الله من شيخ السوء ما
 اجهله المدينة ثلاثة ايام كما امره يزيد لا
 جز الله خيرا وقتل خلقاً من اشراقها وقزامها
 وانتهب اموالاً كثيرة منها وقد شر عظيم
 وفساد عريض على ما ذكره غير واحد فمن
 قتل بين يديه صبراً معقل بن يسار وقد كان
 صديقه قبل ذلك ولكن اسمعه فى يزيد كلا
 ما غليظا فتقم عليه بسبه

﴿البدايه والنهايہ جلد ۸، ۲۲۰﴾

واستدعى بعلى بن الحسين فجاء يمشى بين
 مروان بن الحكم وابنه عبد الملك ليا خزله
 بهما عنده اماناً ولم يشعرا يزيد اوصاه به
 فلما جلس بين يديه استدعى مروان بشراب
 وقد كان مسلم بن عقبة حمل معه من الشام
 ثلجاً الى المدينة فكان يشاب له بشرابه فلما
 جئى الشراب شرب مروان قليلاً ثم اعطى
 الباقي لعلى بن حسين ليا خذله بذلك اماناً
 وكان مروان موادعاً لعلى بن الحسين فلما انظر
 اليه مسلم بن عقبة قد اخذ الا نأفى يده قال له
 تشرب من شرابنا ثم قال له انما جئت مع

ہذین لتاء من بہا ؟

فار تعدت يد علی بن الحسین وجعل لا یضع
الاناء من یدہ ولا یشربہ ثم قال له لو لا ان امیر
الامؤمنین اوصافی بک نصربت عنک ثم
قال له ان اشئت ان تشرب فنشرب وان شئت
دعونک بغيرها فقال هذا الذی فی کف ارید
فشرب ثم قال له مسلم بن عقبہ ثم الی مہنا
فاجلس فا جلسہ مع علی السیریر وقال له ان
امیر المومنین اوصافی بک وان ہولاء
شغلونی عنک ثم قال لعلی بن الحسین لعل
اہلک فزعوا، فقال ای واللہ فامر بد البہ فاء
سرجت ثم حملہ علیہا حتی ردة الی منزل
مکرما

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۲۰﴾

ان واقعات پر تبصرہ

اگرچہ ہم ابھی جنگ حرہ کے اندوہناک واقعات کی قدرے مزید
تفصیل آئندہ اوراق میں پیش کر رہے ہیں، تاہم علامہ ابن اثیر اور دیگر
حضرات کی بیان کردہ روایات کے مطابق عباسی کے تمام خیالی قبیحہ مسمار ہو
چکے ہیں۔

عباسی کا یہ تاثر ہے کہ مسلم بن عقبہ جلیل القدر صحابی تھا اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض صحبت سے شرف یاب ہو چکا تھا۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ جس شہر مقدس میں اس نے رسول اللہ کی زیارت کی ہے اس میں فتنے اور شورشیں پھا ہوں چنانچہ اس نے حق صحابیت ادا کرتے ہوئے شہر رسول سے اٹھنے والے فتنے کو چند گھڑیوں کی لڑائی کے بعد ختم کر دیا اور آٹھ دس روز مزید وہاں قیام کرے فتنہ جو عنانصر کا خاتمہ کر دیا۔

نیز یہ کہ اہل مدینہ کو جنگ کرنے کا قطعاً سلیقہ نہیں تھا اور دنیا میں کبھی جنگی لحاظ سے ایسی کمزور و عقیم کاروئی کہیں بھی نہیں کی گئی جس قدر اہل مدینہ نے کی تھی، گویا وہ عسکریت سے قطعی طور پر نابلد تھے اور پھر مدینہ منورہ میں ہی انصار کے ایک بڑے قبیلے کی صورت میں ایک ایسی پارٹی موجود تھی جو حکومت کی خیر خواہ تھی۔ اور فساد یوں کے خلاف تھی، اور انہوں نے موقع ملتے ہی حکومت کی فوج کو گھروں سے گزرنے کا راستہ دے کر حق غلامی ادا کر دیا تھا۔ نیز یہ بھی کہ اہل مدینہ کی عسکری قوت کمزور تھی اور وہ فن حرب میں ماہر نہ ہونے کی وجہ سے چند ہی لمحوں میں پانچ سات لوگوں کے مرنے کے بعد بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور پھر مسلم نے بھی لڑائی سے ہاتھ روک لیا اور امن و امان بحال ہو گیا۔

حالانکہ یہ سب کچھ قطعی طور پر جھوٹ اور بکواس اور تاریخ کے ساتھ وحشیانہ مذاق کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اب تک جو بھی واقعات ہم نے کتب تاریخ و احادیث وغیرہ سے نقل کئے ہیں ان میں صاف طور پر ظاہر ہے کہ اہل

مدینہ شہر محبوب کو خونخواروں سے بچانے کے لئے پوری جرات و جواں مردی سے لڑے اور اس وقت تک دشمنوں کے مقابلہ میں صف آراء رہے جب تک ان کے مقدس خون کا ایک قطرہ تک نہیں بہ گیا۔

اور اگر مروان وغیرہ نے یزید کے جاسوس ہونے کا فریضہ نہ کیا ہوتا تو یزید کا شیطانی لشکر یا تو ختم کر دیا جاتا یا پھر تھک ہار کر واپس چلا جاتا اہل مدینہ نے سپہ سالار اعظم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے فتنہ سپہ گری کا پورا پورا مظاہرہ کیا تھا یعنی مدینہ منورہ کے ارد گرد تین سمتوں میں ناقابل تسخیر خندق کھود رکھی تھی جو مضبوط ترین شہر پناہ سے کسی بھی طرح کم نہ تھی۔ اور انہیں حرہ کی طرف سے دشمنوں کے حملہ کا کوئی خدشہ نہیں تھا کیونکہ اس طرف حفاظتی دستوں کا دباؤ اس قدر زیادہ تھا کہ دشمن ادھر آنے کی کبھی جرات نہ کرتا اگر اسے یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ ادھر خندق نہیں ہے اور یہ صرف مروان وغیرہ کی غداری اور وعدہ خلافی کا نتیجہ تھا کہ یزید کے سپہ سالار کو اس بات کا پتہ چل گیا کہ اس طرف خندق نہیں ہے۔

اور شاید عباسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت جو جنگ احزاب لڑی گئی اس میں اس طرف خندق نہیں کھودی گئی تھی کیونکہ حرہ کسی نرم و نازک زمیں کا نام نہیں بلکہ پورے کے پورے سنکستان اور پتھریلی زمین کا نام ہے جبکہ جبل سلع کے عقب میں زمین نرم ہے اور پہاڑی علاقہ ہونی کی وجہ سے کہیں کہیں کوئی پتھر نظر آ جاتا ہے مگر

مقام حرہ تو تمام کا تمام پتھروں سے اٹا پڑا ہے،

بہر حال اہل مدینہ کا عسکری نظام قطعاً کمزور نہیں تھا اور ان کی

شکست کی وجہ صرف مروان وغیرہ کی غداری ہے اور عباسی نے محض جھوٹ اور بکواس کا طومار باندھا ہے۔

اور یہ بھی قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے مسلم بن عقبہ نے بحکم یزید اہل

مدینہ کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کیا اور درندگی کی انتہا کر دی حتیٰ کہ لوگوں

کو پکڑ پکڑ کر شہید کر دیا گیا اور اس قدر بربریت کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ کے

اوراق اب تک کانپ رہے ہیں اور اہل مدینہ کے قتل پر اس قدر اصراف اور

زیادتی تھی کہ اسے مسلم کے بجائے مسرف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

نیز عباسی کی بے حیائی کی اس سے بڑھ کر شاید کوئی مثال نہ پیش کی

جاسکے کہ وہ ایک ایسے خونخوار وحشی درندے کی صفائی یوں پیش کر رہا ہے

کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحبت یافتہ ہونے کی وجہ سے نہایت

شفقت و ہمدردی کے ساتھ مدینہ الرسول کی اینٹ سے اینٹ بجا رہا تھا عرش

اعلیٰ سے بھی نازک مقام اور بہشت بریں سے بھی مقدس گلیوں میں خون کی

ندیاں بہا رہا تھا اس کے ساتھ صحابی اور تابعی تھے وغیرہ وغیرہ،

اب ہم قارئین کرام کو واقعہ حرہ کی چند مزید روایات سے روشناس

کرواتے ہیں درج ذیل واقعات سید المحدثین شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث

دہلوی کی کتاب جذب القلوب سے پیش کئے گئے ہیں آپ نے اپنی یہ

کتاب وفا الوفا ﴿تاریخ مدینہ مولفہ علامہ سمودی﴾ سے تلخیص فرمائی ہے

جذب القلوب

خوارج کے معتمدترین مورخ بلا ذری کے استاد اور مشہور مورخ

علامہ واقدی کتاب حزمہ میں ایوب بن بشر سے روایت کرتے ہیں۔

کہ حضرت سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں باہر تشریف

مل گئے جب حرہ زمرہ میں پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور آیت **انا لله وانا**

الیہ راجعون پڑھی صحابہ نے سمجھا شاید حضور کو معلوم ہو گیا کہ اس سفر پر

سمرانجام مدعا کے موافق نہ ہوگا حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھایا

رسول اللہ آپ نے کیا ملاحظہ کیا جو استرجاع فرمایا آپ نے فرمایا آپ نے

فرمایا ایسا کوئی امر نہیں جو تمہارے اس سفر سے متعلق ہو۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کیا چیز ہے؟

ہم بھی جان لیں آپ نے فرمایا کہ اس حرہ سنکستان میں میری امت

کے بہترین لوگ میرے صحابہ کے بعد شہید ہونگے ایک اور روایت میں آیا

ہے کہ جس وقت آپ اس مقام پر پہنچتے تھے تو اپنے دست مبارک سے اشارہ

فرماتے تھے کہ اس حصہ میں میری امت کے بہترین لوگ شہید ہونگے۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ تو ریت میں آیا ہے کہ مدینہ

منورہ کے مشرقی سنکستان میں بہت سے مقتول ہونگے جن کے چہرے

قیامت کے دن چودھویں چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

﴿بحوالہ جذب القلوب الی دیا المحبوب ص ۳۴، مؤلفہ امام المحدثین

شاہ عبدالحق محدث دہلوی﴾

لرزہ خیز داستان

رئیس المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی امام قرطبی کے حوالہ سے

مزید یہ نقل فرماتے ہیں۔

کہ یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ المری کو شامیوں کا ایک بڑا

لشکر لے کر اہل مدینہ سے جنگ کرنے کو بھیجا تا کہ ان لوگوں کو مدینہ منورہ کے

حرہ میں نہایت سختی سے قتل کرے اور جتنی شدت کر سکتا ہو کرے چنانچہ مسلم

نے تین دن تک حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی کر کے داد بے

دینی دی اسی سبب سے اس کو واقعہ حرہ کہتے ہیں اس واقعہ کا وقوع و رقم حرہ میں

ہوایہ جگہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

یہاں پر ایک ہزار سات سو آدمیوں کو مہاجرین و انصار اور علماء

تابعین کے علاوہ شہید کیا اور عورتوں بچوں کے علاوہ عوام میں سے دو ہزار

آدمیوں کو مار ڈالاسات سو حافظ قرآن اور قوم قریش کے ستانوے افراد کو ظلم

کی تلوار سے ذبح کر ڈالا۔

فسق و فساد اور زنا کو مباح کر دیا کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک

ہزار عورتوں نے زنا کی اولاد جنی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد شریف میں گھوڑوں کو جولانی دیتے تھے اور غضب کی بات سنیے کہ روضہ شریف اور منبر شریف کی درمیانی جگہ جس کی بابت صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے باغوں میں ہے یہاں پر ان کے گھوڑے پیشاب کرتے تھے اور مسلم بن عقبیٰ لوگوں کو یزید پلید کی بیعت اور اس کی غلامی کے عہد پر اس طرح آمادہ کرنا چاہتا تھا کہ اگر وہ چاہے تو تمہیں بیچ ڈالے اور چاہے تو آزاد کر دے خواہ وہ اللہ جل جلالہ کی اطاعت پر بلائے اور خواہ گناہ معصیت پر جبر و اکراہ کرے۔

﴿جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۳۶﴾
 ممکن ہے شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے حوالہ سے پیش کی گئی ان عبارات کو تسلیم کرنے سے خارجیوں کو کچھ تاثر ہو اس لئے ظلم و ستم کی یہی داستان ہم البدایہ والنہایہ کی چند تحریروں کی صورت میں بھی پیش کر دیتے ہیں اور ہم یہ روایات پیش کرتے وقت خاص طور پر اس بات کا بھی خیال رکھیں گے کہ تاریخ طبری کے عالی راوی ابو مخنف کی بیان کردہ کوئی روایت نہ بیان کی جائے کیونکہ عباسی ابو مخنف اور امام طبری سے بہت الراجح ہے۔

بلکہ ہم مزید کوشش کریں گے کہ البدایہ والنہایہ سے بھی محض اس راوی سے زیادہ روایات بیان کی جائیں جو عباسی کے نزدیک لائق اعتماد اور

اور وہ راوی المدائنی ہیں جن کے متعلق اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے بلا ذری نے المدائنی اور ثقہ راوی سے یہ روایت نقل کی ہے۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۷۳﴾

ہمیں یقین ہے کہ اگر بلا ذری کی کسی روایت کو بیان کرنے کے لئے المدائنی کو قدیم اور ثقہ راوی تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

تو ابن کثیر کا ان سے روایت بیان کرنا ان کو غیر ثقہ اور جدید راوی نہیں بنا سکے گا چنانچہ آپ اب عباسی کے ثقہ اور قدیم راوی کی زبان سے جنگ حرہ میں پیش آنے والے اندوہناک واقعات کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں جو ہم شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تالیف مبارک جذب القلوب سے پیش کر چکے ہیں۔

قال المدائنی عن ابی قرۃ قال قال هشام بن
حسان ولدت الف امرأة من اهل المدينة بعد
وقعت الحرۃ من غیر زوج وقد اختفی جماعة
من سادات الصحابة منهم جابر بن عبد الله

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۲۱﴾

مدائنی ابی قرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن حسان نے کہا کہ واقعہ حرہ میں اہل مدینہ کی ایک ہزار عورتوں نے حرامی بچوں کو جنم دیا اور سادات صحابہ سے ایک جماعت جن میں جابر بن عبد اللہ بھی تھے نے چھپ

کر جان بچائی۔

قال المدائینی وجی الی بسعید بن مسلم بن
مسیب فقال له بائع؟ فقال بائع علی سیرة ابو
بکر وعمر، فا أمر بضرب عنقه تشهد رجل انه
مجنون فغلی سبيله

﴿البایہ والنہایہ جلد ۲، ص ۲۳۱﴾

مداینی کہتے ہیں کہ جب حضرت سعید بن مسیب کو مسلم بن عقبہ کے
پاس لایا گیا تو اس نے کہا کہ بیعت کرو گے؟

سعید بن مسیب نے کہا کہ میں سیرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر
بیعت کروں گا مسلم نے کہا کہ اس کی گردن اڑا دو تو مدینہ منورہ کے ایک
شخص نے یہ گواہی دے کر کہ یہ تو دیوانہ ہے آپ کی جان بچائی۔

وقال المدائینی عن شیخ من اهل المدينة قال
سالت الزهری کم کان القتلی یوم الحرہ؟ قال
سبع مائة من وجوه الناس من المهاجرین والا
نصار وجوه المولی من حره وعبد وغیرهم
عشره آلاف وانتهبوا المدينة ثلاثة ایام
﴿البدایہ والنہایہ جلد ۲، ص ۲۳۲﴾

اور مداینی مدینہ کے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ جب
ظاہری سے پوچھا گیا کہ یوم الحرہ میں قتل ہونے والوں کی تعداد کیا تھی؟ تو
اس نے کہا کہ مہاجرین اور انصار سے سات سو آدمی شہید ہوئے اور دیگر آزاد

وغلام اور موالی جو قتل ہوئے ان کی تعداد دس ہزار ہے اور تین روز مدینہ منورہ کو لوٹا گیا۔

واقعات حرہ کی دردناک تصویر ابھی باقی ہے یزید پلید کے مکروہ چہرے کے خدو خال ابھی پورے طور پر نمایاں نہیں ہو سکے ہمیں پورے طور پر اعتراف ہے کہ ابھی متعدد سوال تشنہ جواب ہیں جنہیں انشاء اللہ العزیز شہید ابن شہید حصہ سوم میں زیر بحث لایا جائے گا فی الحال مختصر طور پر عباسی کے ایک سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں کہ مدینہ والوں کو قتل مدینہ والوں نے کیا تھا یا اس کا ذمہ دار یزید پلید ہے۔

مدینے والوں کے قاتل ، مدینے والے تھے ؟

قارئین کو یاد ہو گا کہ اہل مدینہ پر کئے جانے والے مظالم اور ستم آرائیوں کی تمام ترمیمہ داری عباسی کے نزدیک اہل مدینہ پر ہی عائد ہوتی ہے اور وہ اس حدیث کا اطلاق مدینہ والوں پر ہی کرتا ہے۔

جس میں ہے کہ جس نے مدینہ والوں کو خوفزدہ کیا اس پر خدا تعالیٰ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، عباسی کی مسلسل کذب بیانیوں اور شعبدہ بازیوں میں یہ بھی ایک بدترین جھوٹ ہے۔ کہ اس حدیث کا مصداق ان لوگوں ہی قرار دے دیا ہے جن کی حرمت کو محفوظ رکھنے کے لئے رسول غیب دان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرما دیا اور دیگر متعدد طریقوں

سے بھی دنیا والوں کو متنبہ کر دیا ہے تاکہ کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ زیادتی کا تصور بھی نہ کر سکے مگر عباسی کے شاطرانہ ذہن کی داد دیجئے کہ وہ ایک تو مظلوم کو ہی ظالم ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہے اور دوسری طرف ظالم و قاتل کے دامن پر مظلوم کے خون کے دھبوں کو اپنے دل کی سیاہی میں چھپالینے کی سعی نامشکور کر رہا ہے۔

بہر حال آپ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں جن میں اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے اور اذیت دینے والوں کے بارے میں حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح ارشادات ہیں اور پھر جلیل القدر محدثین کے اقوال ملاحظہ کریں جن کی روشنی میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ وعیدیں کن لوگوں کے بارے میں ہیں اور کون کون ان کی زد میں آیا۔

اب فیصلہ ہوتا ہے

عن سعد رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا یکید اهل
المدينة احد الا انما کما ع الملح فی الماء
«بخاری، جلد ۱، ص ۲۵۲»

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کرے گا وہ اس طرح گھل

جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے

دوسری حدیث

عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال المدینة حرم
من کذا الی کذا لا یقطع شجرها ولا یحدث
فیها حدث من احدث حدثا فعلیہ لعنة اللہ
والملائكة والناس اجمعین

﴿بخاری شریف جلد ۱، ص ۲۵۱﴾

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ
مدینہ منورہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک حرم ہے نہ
یہاں کوئی درخت کاٹا جائے اور نہ کوئی نئی بات کی
جائے جو شخص یہاں نئی بات کرے گا اس پر اللہ کی اور
فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت ہے

نسائی کی روایت

وروی النسائی من حدیث السائب بن خلاد
رفعه من اخاف اهل المدينة ظالما لهم اخافه
اللہ وکانت علیہ لعنت اللہ

﴿فتح الباری، جلد ۷، ص ۲۳۵﴾

سائب بن خلد کی حدیث کو نسائی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اہل مدینہ پر ظلم کرتا ہے اور ان کو خوفزدہ کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کو خوفزدہ کرتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے

خدا کی لعنت

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من اذى اهل المدينة اذا الله وعليهم لعنت الله والملائكة والناس اجمعين

﴿فيض القدير جلد ۴، ص ۱۹﴾

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اہل مدینہ کو ایذا دینے والے اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے

فرمان رسول

اخبرني عبد الله بن عبد الله بن جبيرة قال سمعت عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال آية الايمان حب الانصار و آفة النفاق بغض الانصار ﴿بخاری شریف﴾

عبد اللہ بن عبد اللہ بن جبیر نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایمان

کی نشانی انصار کی محبت اور منافقت کی نشانی بغض
انصار ہے

اہل مدینہ کو ستانے والے کی سزا

عن ابی عبد اللہ قراظ یقول سمعت ابا ہریرۃ
وسعد ایقولان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اللہم بارک لاهل المدینۃ فی
مدہم وساق الحدیث وفیہ من ارادا ہلہا بسوء
اذابہ اللہ کما یدوب الملح فی الماء

﴿مسلم شریف، جلد ۱، ص ۴۲۵﴾

حضرت عبد اللہ قراظ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
ابو ہریرہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سنا کہ
یا اللہ مدینہ والوں کے پیانوں میں برکت عطا
فرما اور جو شخص اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو
اللہ تعالیٰ اسے اس طرح گھلا دیتا ہے جس طرح نمک
پانی میں گھل جاتا ہے۔

اہل مدینہ کو ڈرانے والے کی سزا

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اخاف اهل
المدينة اخافه اللہ وكانت عليه لعنت اللہ

﴿فیض القدر، جلد ۴، ص ۴۰﴾

﴿مسلم شریف، جلد ۱، ص ۴۴﴾

﴿فتح الباری، جلد ۱، ص ۲۳۵﴾

﴿البدایہ والنایہ جلد ۸، ص ۲۲۴﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اہل مدینہ کو ڈراتا ہے
وہ اللہ تعالیٰ کو ڈراتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت

ہے۔

اس ضمن میں مزید اور روایات بھی کتب احادیث میں موجود ہیں تا
ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے انہی چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے اب
آپ فیصلہ ملاحظہ فرمائیں!

یہ فیصلہ ہے

خارجی عباسی کا یہ دعویٰ قارئین بھولے نہیں ہونگے کہ یہ تو سبھی کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا کس نے تھا؟

اور ساتھ ہی یہ ہوئی چھوڑ دی کہ اہل مدینہ کو یزید وغیرہ نے خوفزدہ نہیں کیا بلکہ یہ تمام مظالم مدینہ والوں نے خود ہی مدینہ والوں پر ڈھائے ہیں۔ اب اس دجال اعظم اور فاتر العقول کو کون سمجھائے کہ تمہارا یہ استدلال تاریکوت سے بھی کمزور ہے

کیونکہ ان تمام روایات میں ایک بھی لفظ ایسا نہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اہل مدینہ کا اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ موجب لعنت ہے۔ بلکہ ایک ایک جملہ میں قطعی طور پر اہالیان مدینہ کو مخصوص کر کے فرمایا گیا۔

کہ ان کے ساتھ مدینہ منورہ سے سے باہر رہنے والا کوئی شخص زیادتی نہ کرے۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء و مقصود یہی یہ تھا کہ میرے شہر میں بسنے والے باہر کے مفسدین سے مامون و محفوظ رہیں اور یہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ یزیدی افواج کے سپاہی سب کے سب مصر شام اور حمص وغیرہ کے رہنے والے تھے اور ان میں ایک

فحص بھی مستقل طور پر مدینہ منورہ کا رہائشی نہیں تھا سوائے خاندان مروان کے جو پہلے ہی مستحق لعنت قرار دیئے جا چکے تھے

اور ان کو بھی اس واقعہ کے بعد مدینہ منورہ کی سکونت ترک کرنے ہی میں عافیت نظر آئی کیونکہ دائرہ رحمت میں لعنتی لوگوں کا رہ جانا ممکن ہی نہیں تھا بہر حال یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اہل مدینہ پر اہل مدینہ نے ظلم نہیں کیا بلکہ یزید اور اس کی بھیجی ہوئی شریر افواج نے کیا تھا۔

اس واضح ترین واقعاتی استدلال کے بعد اب محدثین کرام کا فیصلہ ملاحظہ کیجئے جو انہوں نے ان روایات کی شرح کرتے وقت کیا ہے۔

ان روایات میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ واضح ارشاد موجود ہے کہ جس نے اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کیا یا ان پر ظلم کیا اور انہیں خوفزدہ کیا تو وہ اس طرح گھل گھل کر مر جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

اب دیکھنے کے گھل گھل کر کون مرا

چنانچہ ان روایات کی شرح میں علامہ کرمانی اور علامہ عینی شارحان بخاری واضح طور پر یہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ پر ظلم ڈھانے کی سزا کے طور پر فرمان رسول کے مطابق مسلم بن عقبہ اور یزید بن معاویہ جلد ہی ایسی اذیت ناک موت مر گئے جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

کرمانی شرح بخاری

یعنی من اراد المکر بهم لا یمهله الله ولم
 یمکن کما اتقضى شان من حاربها ایام بنو امیه
 مثل مسلم ابن عقبه فانه هلک منصرفه
 عنہا ثم هلک مرسله الیہا یزید بن معاویہ
 وعلى اثر ذالک * کرمانی شرح بخاری جلد ۱۰ ص ۲۸۰
 یعنی مدینہ والوں سے مکر کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ
 اسے ڈھیل نہیں دے گا اور نہ ہی یہ ممکن ہے جیسا کہ بنو
 امیہ کے دور میں مدینہ والوں سے لڑائی کرنے کا حال
 ظاہر ہے مثل مسلم بن عقبہ کے کہ وہ واپسی پر ہی
 ہلاک ہو گیا پھر اس کو بھیجنے والے یزید بن معاویہ کی
 ہلاکت بھی اس کی دلیل ہے۔

عمدة القاری شرح بخاری

وقال السنوی اراد المکر بهم یمهله الله ولم
 یکن له کما اتقضى شان من حاربها ایام بنی
 امیه مثل مسلم بن عقبه فانه هلک فی
 منصرفه عنہا ثم هلک مرسله الیہا یزید بن
 معاویہ علی اثر ذالک۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کا مطلب بھی تقریباً وہی ہے جو آپ علامہ کرمانی کی عبارت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب عباسی کے خاص معتمد اور شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فتح الباری شرح بخاری

المراد لمن ارادها في الدنيا بسوء وانه لا يمهل بل يذهب سلطانها عن قرب كما وقع لمسلم بن عقبة وغيره، المراد من كادها اغتيا لا وطلبها لغرتها في غفلة فلا يتم له امر بخلاف من اتى ذلك جهادا كما استباها مسلم بن عقبة وغيره

﴿فتح الباری شرح بخاری، جلد ۷، ص ۲۳۵﴾

اب آپ مشکوٰۃ میں آنے والی اسی حدیث پاک کی شرح شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی تحریر کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ

وعن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا يكيد اهل المدينة احد الا انماع كما ينماع الملح في الماء

مندرجہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث

دہلوی لکھتے ہیں

بد سگالی نکند و ایذا نکند اہل مدینہ را ہیچ
یکے مگر آنکہ از وفانی گردد عتقرب
چنانچہ میگدازد نمک در آب ہمچنانکہ
ظاہد شد از حال یزید شقی کہ بعد از واقعہ حرہ
در اندک فرصت ہلاک شدو بعقاب الہی و
الم وق وسل بگدافت و فانی شد متفق علیہ

❁ اشعۃ اللمعات، جلد ۲، ص ۳۹۵ ❁

ترجمہ :-

کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی نہیں کرے گا اور انہیں اذیت
نہیں دے گا حتیٰ کہ ایسا کرنے والا بہت جلد اس طرح گھل کر مر جائے گا
جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

چنانچہ اس کا حال ظاہر ہے کہ یزید پلید واقعہ حرہ کے تھوڑا عرصہ بعد
ہی عذاب الہی میں گرفتار ہوا اور وق وسل میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

بتانا کیوں نہیں؟

عباسی کا دعویٰ تھا کہ یہ تو بتاتے ہیں کہ اہل مدینہ پر ظلم کرنے کی
سزا میں مقرر ہیں لیکن یہ کوئی نہیں بتاتا کہ ان پر ظلم کیا کس نے تھا۔ کیونکہ
مدینہ والوں پر ظلم یزید نے نہیں بلکہ مدینہ والوں ہی نے کیا تھا۔ حالانکہ
سندھین نے واشکاف الاظ میں پہلے ہی فرما رکھا ہے کہ اہل مدینہ پر ظلم کرنے

والایزید پلید اور اس کا ساتھی مسرف بن عقبہ تھا اور اپنے اس ظلم و تشدد کی سزا بھی ان دونوں کو فوراً ہی مل گئی اور رسول برحق کا فرمان پورا ہو کر رہا بلکہ محدثین تو ان دونوں ملعونوں کی ہلاکت کا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پورا ہونے کی گواہی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ حدیث کا فتویٰ

انہی روایات کے پیش نظر امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ یزید کو ملعون قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ والوں سے برائی کرنے والوں کو ملعون قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر یہ روایات نقل کرنے کے بعد امام احمد بن حنبل وغیرہ کا عقیدہ واضح گاف طور پر اس طرح لکھتے ہیں۔

وهو رواية عن احمد بن حنبل اختارها الخلال
وابو بكر عبد العزيز والقاضي ابو يعلى وابنه
القاضي ابو الحسين وانتصر لذلك ابو الفرج
الجوزي مصنف مفرد وجوب لعنته

﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۲۲۴﴾

حافظ ابن کثیر ایک فیصلہ کن مزید حدیث بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ پر ظلم کرنے والے اور خوفزدہ کرنے والے کی قیامت تک کسی قسم کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

عن السائب بن اذینا ان رسول الله صلى

اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من اخاف اهل
المدينة ظلما اخافه الله وعليه لعنة الله وا
لسلائكة والناس اجمعين لا يقبل الله من يوم
القيامة مرقا ولا عدلا

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۲۳﴾

قاتل کی گواہی

عباسی کہتا ہے کہ اہل مدینہ نے اہل مدینہ کو قتل کیا مگر اہل مدینہ کا
قاتل اقرار کرتا ہے کہ میں مدینہ والوں کا دشمن ہوں چنانچہ شیخ محقق شاہ عبد
الحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں کہ مدینہ والوں نے جب یزید کی بیعت
توڑی تو یزید پلید مسرف کے پاس آیا اس کو دیکھا کہ فالج کے مرض میں گرفتار
بستر ہلاکت پر پڑا ہوا ہے۔

یزید نے کہا اگر تجھ میں یہ ضعف اور مرض نہ ہوتا تو اس لڑائی اور کا
حاکم اور ولی تجھ کو بناتا کیونکہ میرے باپ معاویہ نے مرض موت میں یہ
وصیت کی تھی کہ اہل حجاز سے کوئی لڑائی درپیش آئے تو اس کی تدبیر مسلم بن
عقبہ کے ذریعہ سے کرنا یہ سن کر مسرف اٹھ کر بیٹھا اور کہا کہ تجھے خدا کی قسم
ہے اگر تو نے یہ کام کسی اور کے سپرد کیا اس لئے کہ اس کام میں اہل مدینہ کا
دشمن میرے سوا کوئی نہیں ہو سکتا

﴿جذب القلوب، ص ۴۱﴾

مسلم بن عقبہ کا انجام -

قارئین تو جان ہی چکے ہیں کہ قاتل خود اقبال جرم کرتا ہے کہ میں قاتل ہوں اور خارجیوں کے نانہجار و کلاء اس کی صفائی پیش کر رہے ہیں بہر حال آخر پر مسلم بن عقبہ کا انجام بھی ملاحظہ فرمائیں جسے جلیل القدر صحابی کے طور پر متعارف کرایا جا رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ اس نے مدینہ الرسول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا فیضان حاصل کیا تھا وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والے شرارتیں اور بغاوتیں کریں بہر حال مسلم بن عقبہ کا انجام ملاحظہ فرمائیں۔

جذب القلوب

اہل مدینہ کے قتل و غارت کے بعد مسرف نے ارادہ کیا کہ اب عبداللہ بن زبیر کو تباہ کر دوں۔ اس مقصد کے لئے مکہ معظمہ کو چلا لیکن دو تین دن کے بعد وہ جس مرض میں مبتلا تھا اسی میں مر گیا۔

مدینہ منورہ کے ایک مقتول کی ماں نے قسم کھا رکھی تھی کہ اگر قدرت پاؤں گی تو مسرف کو زندہ یا مردہ جلا دوں گی چنانچہ اس عورت کو مسرف کی موت کی اطلاع ہو گئی تو اس نے قبر کھود ڈالی جب اس کی قبر کو کھولا تو اس میں ایک اژدہا دیکھا جو مسرف کی گردن سے لپٹا ہوا تھا اور اس کے ناک کی ہڈی منہ میں لے کر چوس رہا تھا لوگ اس کی یہ حالت دیکھ کر ڈر گئے اور عورت نے

کہا قادر مطلق نے اس کے اعمال کی سزا دے دی اور تو اب انتقام نہ لے اس کے لئے اتنا ہی عذاب کافی ہے مگر وہ عورت نہ مانی اور کہا اسے پاؤں کی طرف سے نکالو مگر جب اس کے پاؤں کی طرف دیکھا تو وہاں بھی ایک اثر دہا لپٹا ہوا تھا اس عورت نے دعا کی کہ الہی مجھے میری قسم پوری کرنے کی توفیق عطا فرما پھر ایک لکڑی اس اثر دہا کی دم پر ماری تو وہ اس کے سر سے جدا ہو گیا پھر مسرف کی لاش نکال کر در پر کھینچا گیا پھر اس کی لاش پر پتھر برسائے گئے اور آخر پر جلادیا گیا۔

﴿جذب القلوب ص ۴۴﴾

یہ ہے عباسی کے نزدیک جلیل القدر صحابی کا انجام۔
عبرت ہے اہل نظر کے لئے

تصوير حسين عليه السلام

آیت مباہلہ میں امام حسین

شامل نہیں؟

شہزادہ گلگون قبا امام مظلوم سیدنا امام حسین علیہ السلام اور دیگر اہلبیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عباسی وغیرہ کی دشمنی اور عداوت کی انتہا یہ ہے کہ کوئی ایسی آیت اور حدیث جس میں اس مقدس خاندان کی شان و عظمت کا اظہار ہوتا ہے ان کے معیار تحقیق پر پوری نہیں اترتی حتیٰ کہ وہ آیات و احادیث جن پر مفسرین و محدثین کا اجماع ہے کہ جناب حسین کریمین اور ان کے والدین کی شان میں ہے۔ ان کے نزدیک ناقابل قبول اور موضوعات کا پلندہ ہیں۔

اس کتاب کے باب اول میں آپ ان خوارج کی یہ تحریریں پڑھ چکے ہیں جن میں آئے مباہلہ اور آیت تظہیر میں امام حسین علیہ السلام کو شامل کرتا دلیل رافضیت کہا گیا ہے اور بزعم خویش یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ انکا اطلاق مذکورہ بالا مقدس نفوس پر ہو ہی نہیں سکتا۔

جیسی روح ویسے فرشتے

چنانچہ آیت مباہلہ کے متعلق محمد عبده اور رشید رضا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مباہلہ تو ہوا ہی نہیں تھا۔

اس لئے یہ خیر ممکن ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علی المرتضیٰ حضرت فاطمہ الزہرا حضرت حسنین کریمین علیہم السلام کو ساتھ لیکر نصاریٰ پر لعنت کرنے آتے اور انہی دونوں کے حوالہ سے دلیل بھی دی ہے کہ نصرانی تو اپنے ساتھ اپنی عورتیں اور بچے لائے ہی نہیں تھے پھر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا ضرورت تھی کہ آپ عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر نکل آتے۔ اور پھر آخری تان اس بات پر توڑی ہے کہ نساءنا کا اطلاق اپنی بیٹی پر کوئی عرب کر ہی نہیں سکتا۔

کیونکہ لغت عرب اسکی اجازت ہی نہیں دیتی اور پھر نواسوں کو ابتداء میں کہہ دینا تو بالکل ہی غلط بات ہے اس آیت کا کسی طریقہ سے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا اور حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

جیسی روح ویسے فرشتے کے مصداق عباسی کو پوری دنیائے اسلام میں دو ایسے مفسر مل ہی گئے جن کے استدلال عباسی کے اہانت اہلیت کے منصوبہ کو کچھ نہ کچھ تقویت مل گئی جہاں تک ان دونوں نو مولود مفسروں کے حدود راجعہ کا تعلق ہے وہ تو صرف یہ کہ یہ دونوں اس دور کے سر پھرے ہیں محمد عبدہ استاد ہے اور رشید رضا شاگرد ہے قارئین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ عباسی کے بیان سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو مفسر ہیں

مگر حقیقت یہ نہیں بلکہ محمد عبدہ کی تفسیر کو رشید رضا نے جمع کیا ہے اور نہ ایک ہی تفسیر سے جسے دو مفسروں کے نام سے پیش کیا گیا۔ محمد عبدہ جسے

رشید رضا اپنا امام اور استاد بناتا ہے مضر کا وہ مفسر ہے جس کی تفسیر کا اکثر حصہ تفسیر بالرائے پر مشتمل ہے اور تفسیر بالرائے نہ صرف یہ کہ باطل ہے۔ بلکہ کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ ہم اسکی تفسیر کے نمونے تو کسی دوسری کتاب میں پیش کریں گے یہاں صرف اسی آیت کے تحت اس کی ایک دلچسپ بددیانتی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ آپ اس کا اس یہ موقف تو پڑھ ہی چکے ہیں کہ مباہلہ تو ہوا نہیں اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ حضور کسی کو ساتھ لیکر مباہلہ کے لئے تشریف لاتے جبکہ نصرانیوں کے بچے اور عورتیں بھی ساتھ نہیں۔

اب مباہلہ ہو گیا

اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ زیر آیت لکھتا ہے کہ جناب حیدر کرار جناب حسنین کریمین کو مباہلہ میں شامل کرنا تو شیعوں کا کام ہے البتہ اصل بات یہ کہ مباہلے کے وقت حضرت ابو بکر صدیق اور ان کی اولاد حضرت فاروق اعظم اور ان کی اولاد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکی اولاد اور حضرت علی اور انکی اولاد رضوان اللہ علیہم اجمعین آئے تھے۔

روایت کا عربی متن ہے۔

قال فجاہ بابی بکر وولده وبعمر وولد وبعثمان وولده

وبعلی وولده والظاهر ان الکلام فی جماعة المومنین

تفسیر منار الایمان جلد سوم ص ۳۲۲ مولفہ محمد عبدالعزیز رشید رضا

کہا پس آئے ساتھ علی اور ان کی اولاد کے یہ کلام ظاہر ہے مومنوں کی جماعت ہیں۔

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ وہ تمام تر دلائل جن سے ثابت یہ گیا کہ مباہلہ ہوا ہی نہیں نساءنا سے بیٹی مراد نہیں لی جاسکتی اور ابناءنا میں نواسوں کو شامل کر لینے کا کوئی جواز موجود ہی نہیں وغیرہ وغیرہ سب ہی باطل قرار دے لئے اور پھر یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ اصحابہ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کی اولادیں بھی اس مباہلہ میں شامل تھیں تو اب ان دلائل کا کیا بنے گا جن کی رو سے خاندان اہل بیت کو آست مباہلہ سے خارج کیا گیا ہے حالانکہ اس روایت میں یہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ اصحاب ثلاثہ کے ساتھ علی اور اے بیٹے بھی تھے۔

حقیقت صرف یہ کہ دردماغ گورا حافظہ نہ باشند چونکہ یہ تمام کا تمام شاخسانہ خود ہی تیار کیا گیا تھا اور اس کی کچھ اصل کتب احادیث و تفاسیر میں موجود ہی نہ تھی۔ اس لئے اس کی حیثیت تاریکیوں سے زیادہ کس طرح ہو سکتی ہے۔

بہر حال ہم عباسی کی تلاش کی داد ضرور دیں گے جس کو علمائے سلف و خلف کی سینکڑوں تفاسیر ٹھکرانے کے صلہ میں ایک ایسی تفسیر مل ہی گئی جس کا کچھ حصہ نقل کر کے شان اہل بیت کی تنقیص کریں کا فریضہ سرانجام لے لیں۔

ابن تیمیہ بھی شیعہ ہو گیا

اس سے پہلے ہم متعدد کتب احادیث و تفاسیر سے آیت مباہلہ کی تشریح بیان کریں۔

قارئین کرام کو یہ بتادینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آیت تطہیر کے معاملہ میں عباسی وغیرہ نے ابن تیمیہ جیسے عالی اور تشدد شخص کا بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے حالانکہ ان لوگوں کی کتابوں کا اکثر حصہ ابن تیمیہ کے ہی استدلال کا مرہون منت ہے اور یہ صرف اس ایک شخص کی تحقیق کو اب تک منع حق و صداقت تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ان آیات کی تفسیر کرتے وقت دانستہ طور پر ابن تیمیہ کی تحقیق کو بھی ٹھکرا دیا۔

اور جملے لکھ کر کہ ان آیات میں اہل بیت کو شامل کرنے کی روایات شیعوں کی وضع کردہ ہیں۔ اور اعتقاد رکھنا کہ یہ اہل بیت کے حق میں ہیں یہ شیعیت کی دلیل ہے ناداستہ طور پر ابن تیمیہ کو بھی شیعہ بنا دیا۔

کیونکہ ابن تیمیہ باوجود اپنے فطری تشدد اور عداوت اہل بیت کے ان ہردو آیتوں میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے مقدس بیٹوں کو شامل سمجھتا ہے حالانکہ اس نے شان اہل بیت میں آنے والی ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث کو کمزور و ضعیف اور بناوٹی وغیرہ ثابت کر کے کپے ایڑی چوٹی

کہا پس آئے ساتھ علی اور ان کی اولاد کے یہ کلام ظاہر ہے مومنوں

کی جماعت ہیں۔

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ وہ تمام تر دلائل جن سے ثابت کیا گیا

کہ مباہلہ ہوا ہی نہیں نساء سے بیٹی مراد نہیں لی جاسکتی اور ایہا ناس میں نو برسوں

کو شامل کر لینے کا کوئی جواز موجود ہی نہیں وغیرہ وغیرہ سب ہی باطل قرار

دے لئے اور پھر یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ اصحابہ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور

ان کی اولادیں بھی اس مباہلہ میں شامل تھیں تو اب ان دلائل کا کیا بنے گا

جن کی رو سے خاندان اہل بیت کو آست مباہلہ سے خارج کیا گیا ہے حالانکہ

اس روایت میں یہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ اصحاب ثلاثہ کے ساتھ علی اور ان سے

بیٹے بھی تھے۔

حقیقت صرف یہ کہ دردماغ گورا حافظہ نہ باشند چونکہ یہ تمام کا تمام

شاخسانہ خود ہی تیار کیا گیا تھا اور اس کی کچھ اصل کتب احادیث و تفاسیر میں

موجود ہی نہ تھی۔ اس لئے اس کی حیثیت تاریک کتب سے زیادہ کس طرح ہ

سکتی ہے۔

بہر حال ہم عباسی کی تلاش کی داد ضرور دیں گے جس کو علمائے سلف

خلف کی سینکڑوں تفاسیر ٹھکرانے کے صلہ میں ایک ایسی تفسیر مل ہی گئی جس

کچھ حصہ نقل کر کے شان اہل بیت کی تنقیص کرنیکا فریضہ سر انجام دے لے

ابن تیمیہ بھی شیعہ ہو گیا

اس سے پہلے ہم متعدد کتب احادیث و تفاسیر سے آیت مباہلہ کی تشریح بیان کریں۔

قارئین کرام کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آیت تطہیر کے معاملہ میں عباسی وغیرہ نے ابن تیمیہ جیسے عالی اور مشہور شخص کا بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے حالانکہ ان لوگوں کی کتابوں کا اکثر حصہ ابن تیمیہ کے ہی استدلال کا مرہون منت ہے اور یہ صرف اس ایک شخص کی تحقیق کو اب تک منع حق و صداقت تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ان آیات کی تفسیر کرتے وقت دانستہ طور پر ابن تیمیہ کی تحقیق کو بھی ٹھکرا دیا۔

اور جملہ لکھ کر کہ ان آیات میں اہل بیت کو شامل کرنے کی روایات شیعوں کی وضع کردہ ہیں۔ اور اعتقاد رکھنا کہ یہ اہل بیت کے حق میں ہیں یہ شیعیت کی دلیل ہے ناداستہ طور پر ابن تیمیہ کو بھی شیعہ بنا دیا۔

کیونکہ ابن تیمیہ باوجود اپنے فطری تشدد اور عداوت اہل بیت کے ان ہر دو آیتوں میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے مقدس بیٹوں کو شامل سمجھتا ہے حالانکہ اس نے شان اہل بیت میں آنے والی ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث کو کمزور ضعیف اور بناوٹی وغیرہ ثابت کر کے کیلے ایزی چوٹی

کا زور لگا دیا ہے اور ایک ایک روایت کی گردن پر اپنے سنگدل قلم کا خونی حجر
پھیرتا چلا گیا ہے۔

ابن تیمیہ اور آیت مباہلہ

باوجود اس کے کہ ابن تیمیہ نے خانوادہ رسول کی توہین و تنقیص میں

پورا زور صرف کر دیا ہے

وہ آیت مباہلہ کے متعلق لکھتا ہے۔

ان بقال اما اخذ عليا والحسن والحسين في
المباہلة فحديث صحيح رواه مسلم عن
سعد بن ابى وقاص قال فى حديث طويل لما
نزلت هذه آلائت فقل تعالوا ندع ابناءنا وابنا
ءكم ونساءنا ونساءكم وانفسنا وانفسكم دعا
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عليا و
فاطمة وحسنا وحسينا فقال لهم هولاء
اهلى ولكن لا دلالة فى ذلك على الامامة
ولا على الافضية

* منهاج السنة جلد چہارم ص ۳۲ ابن تیمیہ *

ترجمہ

اور جو کہتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) مباہلہ میں

علی اور حسین علیہم السلام کو تو ساتھ لیا تو یہ حدیث صحیح ہے جسے مسلم نے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ طویل حدیث کی صورت میں روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ پس فرمایا آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلایا اور فرمایا! یا اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔

لیکن یہ روایت اہل بیت کی امامت اور فضیلت پر دلالت نہیں کرتی۔

اگرچہ ابن تیمیہ نے آخری سطر میں جلے دل کے پھپھولے پھوڑی لئے ہیں اور یہ لکھ دیا کہ یہ روایت تو بالکل درست اور صحیح ہے مگر اس سے اہلیت کی فضیلت کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہوتی۔

یہ بحث تو الگ نوعیت کی حامل ہے کہ اس میں دلیل افضلیت ہے کہ نہیں، بہر حال ابن تیمیہ جیسے غالی شخص نے بھی اس روایت کو قطعی طور پر درست تسلیم کیا ہے کہ نزد آیت مباہلہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ جناب سیدہ فاطمہ الزہراء اور جناب حسن و حسین کو ساتھ لیکر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ! یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

مگر یہاں پر تو عباسی نے ابن تیمیہ کی گردن توڑ کر رکھ دی ہے اور یہ اعلان کر دیا کہ مذکورہ نفوس قدسیہ کسی طور پر بھی آیت مباہلہ میں شامل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی حضور سرور کائنات لغت عرب کے خلاف کر کے نساء نامی اپنی بیٹی اور ابناء نامی اسے نواسوں کو شامل کر سکتے ہیں۔

کیا یہ سب شیعہ ہیں؟

اگرچہ ابن تیمیہ کا یہ بیان عباسی وغیرہ کے لئے حجت ہونا چاہیے کیونکہ ان کی تمام تر خرافات کا مدار ابن تیمیہ ہی کے منہاج و مسلک پر ہے تاہم قارئین کرام کی دلچسپی اور معلومات کے لئے ہم اس ضمن میں مزید متعدد حوالے کتب معتبرہ سے پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ خارجیت کا دامن ایمان و انصاف اور حق و دیانت سے یکسر خالی ہے اور یہ لوگ محض خاندان رسول ہاشمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت کے پیش نظر من گھڑت استدلال پیش کرتے ہیں اور بوقت ضرورت ان کتب معتبرہ کا بھی انکار کر دیتے ہیں جنہیں پوری شد و مد سے خود بھی عظیم تصانیف تسلیم کرتے ہیں۔

بہر حال آت مباہلہ کے متعلق متعدد کتابوں کے حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ قارئین فیصلہ کر سکیں کہ کیا یہ سب مفسرین و محدثین شیعہ ہیں یا عباسی کا دماغ خراب ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال بما نزلت ہزہ الاثۃ فقل تعالوا اندع ابناء
نا و ابناء کم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم علیا و فاطمۃ و حسنا و حسینا
فقال الہمد ہولاء اہل بیئتی

﴿مسلم شریف جلد دوم ص ۲۷۸﴾

- 2 ﴿ترندی شریف جلد دوم ص ۲۳۶﴾
- 3 ﴿مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۳۶۲﴾
- 4 ﴿مسند احمد جلد چهارم ص ۲۲۲﴾
- 5 ﴿ملعات شرح مشکوٰۃ جلد ہشتم﴾
- 6 ﴿مرقاہ شرح مشکوٰۃ علی قاری﴾
- 7 ﴿تحفۃ الاحوذی شرح ترندی﴾
- 8 ﴿فتح الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۵۳﴾
- 9 ﴿دلائل النبوة جلد اول ص ۲۹۸﴾
- 10 ﴿مظاہر حق جلد چهارم ص ۵۹۳﴾
- 11 ﴿نسیم الریاض جلد سوم ص ۳۶۷﴾
- 12 ﴿صواعق محرقة جلد اول ص ۱۰۷﴾
- 13 ﴿زاد المعاد ابن قیم جلد اول ص ۴۹۱﴾
- 14 ﴿ریاض النضرہ جلد دوم ص ۲۸۳﴾
- 15 ﴿تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵﴾
- 16 ﴿طبقات ابن سعد جلد اول ص ۴۹۱﴾
- 17 ﴿معارج النبوة جلد چهارم ص ۳۰۶﴾
- 18 ﴿نور الابصار ص ۱۱۱﴾
- 19 ﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۳۵﴾

- 20 ﴿أسد الغابہ جلد دوم ص ۱۲۔ جلد پنجم ص ۵۲﴾
- 21 ﴿الاصابہ فی تميز الصحابة جلد دوم ص ۵۰۳﴾
- 22 ﴿اشرف الموبد ص ۸۵﴾
- 23 ﴿اسعاف الراغبین ص ۱۰۶﴾
- 24 ﴿سیرت رسول عربی ص ۳۶۱﴾
- 25 ﴿شرح فقہ اکبر ص ۱۳۳﴾
- 26 ﴿مدارج النبوه ص ۲۳۴﴾
- علاوہ ازیں مندرجہ ذیل کتب میں بھی یہ روایت موجود ہے۔
- 27 ﴿مرعاة شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۲۳۴﴾
- 28 ﴿کنز الاعمال جلد پنجم﴾
- 29 ﴿روح المعانی جلد دوم﴾
- 30 ﴿کشاف جلد اول﴾
- 31 ﴿مجمع البیان جلد اول﴾
- 32 ﴿جامع البیان جلد اول﴾
- 33 ﴿مرآة شرح مشکوٰۃ جلد ہفتم﴾
- 34 ﴿زرقاتی علی المنوہب﴾
- 35 ﴿ارش الساری﴾
- 36 ﴿فتاویٰ عزیز یہ﴾

﴿تحفہ اثنا عشریہ﴾	37
﴿خصائص نسائی﴾	38
﴿نہایہ ابن اثیر﴾	39
﴿تاریخ کامل ابن اثیر﴾	40
﴿بیہقی شریف﴾	41
﴿مکتوبات مجدد﴾	42
﴿تفسیر مظہری﴾	43
﴿فتح القدر﴾	44
﴿فتوحات مکیہ﴾	45
﴿تفسیر بحر المحیط﴾	46
﴿تاریخ اسلام﴾	47

مذکورہ بالا روایت کا ترجمہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ بلائیں اپنے بیٹے اور ان کے بیٹے۔ الی الآخر الایۃ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدہ فاطمہ الزہرہ سلام علیہما اور حسن و حسین علیہم السلام کو بلایا اور فرمایا! یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

تفسیر و حدیث وغیرہ کی ان کتاب جلیلہ کے بعد دیگر متعدد کتب تفسیر سے اس آیت مبارکہ کے شان نزول اور انتخاب رسول صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے متعلق معلومات حاصل کریں۔

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، حضرت علی سیدہ فاطمہ، اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پیغام بھیجا اور پھر ان کو ساتھ لیکر اہل نجران کے سامنے تشریف لائے تو نجرانی بھاگ گئے۔

لما نزلت هذه الآية فقل تعالى ارسلا رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم الى علي و
فاطمة ابنيهما الحسن والحسين * اور پھر
مزید وضاحت سے بیان کیا ہے * قال معمر
قال قتاده لما اراد النبي صلى الله عليه وآله
وسلم اهل نجران اخذ بيد حسن وحسين وقال
لفاطمة اتبعينا فلما راى ذلك اعداء الله
رجعوا

﴿تفسیر ابن جریر جلد سوم ص ۴۰۱﴾

مشہور محدث و مفسر اور فقیہ امام قرطبی و دیگر مفسرین کرام حضور سرور کائنات
علیہ السلام کے اس انتخاب کے متعلق یوں وضاحت فرماتے ہیں۔

ابناءنا دليل على ان ابناء البنات يسمعون
ابناء و ذلك ان النبي صلى الله عليه وآله
وسلم جاء بالحسن والحسين و فاطمة تمشي
خلفه و على خلفها و هو يقول لهم ان انا
دعوت فامنوا ﴿تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۱۰۵﴾

ابناء نا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اپنی بیٹی کے بیٹوں کو اپنے بیٹوں کے نام سے منسوب کیا جائے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے کہ آپ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان کے پیچھے تھے اور آپ ان سے کہتے تھے ہم دعائیں تو تم آمین کہنا۔

اس کے بعد امام قرطبی فرماتے ہیں کہ:-

قال كثير من العلماء ان قوله عليه السلام
 في الحسن والحسين لما باهل ابناؤنا وابناؤ
 كم وقوله في الحسن ان ابني هذا سيد
 مخصوص با لحسن والحسين ان يسما ابني
 ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم دون غير
 هما لقوله عليه السلام كل سب ونسب
 ينقطع يوم القيامة الانسبي وسببي

﴿تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۱۰۵﴾

ترجمہ

اکثر علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مباہلہ کے وقت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو اپنے بیٹے فرمایا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کہ یہ میرا بیٹا سید ہے مخصوص ہے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لئے آپ نے ان کو بیٹوں کے نام سے پکارا۔ سو اس کے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام حسب و نسب منقطع ہو جائیں گے اور ہمارا حسب و نسب قائم رہے گا۔

گھر کی گو اھی

ابن تیمیہ کا فیصلہ آیت مہابلہ کے متعلق قارئین سابقہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں۔ اب آپ ایک ایسے شخص کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں جس نے ہزاروں روپے خرچ کر کے ابن تیمیہ کی بریت کے لئے سلیمان بن محمود آلوسی سے کتاب لکھوائی تھی۔ یعنی نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب، آپ زیر آیت اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں

قال جابر فد عا ہما الی الملائعۃ فی اعداہ
علی ذالک الغر فعدا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم واخذ بید علی وفاطمہ
والحسن والحسین ثم ارسل علیہا

﴿تفسیر فتح البیان جلد اول ص ۴۰۴﴾

ترجمہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں پر لعنت کرنے کے لئے بلایا گیا تو صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی وفاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہاتھ پکڑا اور دشمنوں کی طرف لے گئے۔

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد نواب صدیق حسن بھوپالی ابناء نا سے حضرات حسنین کریمین اور نساء نا سے حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء کا مراد لیا جانا درست تسلیم کرتے ہوئے یہ وضاحت پیش کرتے ہیں کہ یہ نساء نا اور ابناء نا کے نام سے موسوم کیا گیا ملاحظہ ہو۔

بذکر البنین عن البنات اما لدخولهن فی
النساء ولكونهم الذین یحضرون مواقف
الحنصام دونهن وفي الآيات دلیل ابناء
البنات یسمعون ابناء لكونه صللم اراد با
لابناء نا الحسنین کما تقدم الابناء والنساء

﴿تفسیر فتح البیان جلد اول ص ۴۰۵﴾

ابن تیمیہ کی قے چائے والے عباسی کو اب حیا آنا چاہیے کہ تمہارے ابن تیمیہ بذاتہ اور اس کی بریت کرانے والے ابن تیمیہ نواز جناب نواب بھوپالی اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اور اس بات کے قائل ہیں اگرچہ عیسائی مبالغہ کرنے کے عہد پر قائم نہیں رہے تھے مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تکذیب کرنے کے لئے جناب علی و فاطمہ اور حسنین کریمین کو ساتھ لیکر ان پر لعنت کرنے کیلئے تشریف لائے تھے۔

تفسیریں ہی تفسیریں

حقیقت یہ ہے کہ اکابرین اہل سنت کی تمام تر کتب تفسیر میں زیر آیت (نقل تعالوا) یہی مرقوم ہے کہ حضرات حسنین کریمین اور ان کے

والدین کریمین علیہم السلام کو ساتھ لے کر حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام عیسائیوں کے مقابلہ میں تشریف لائے تھے۔ بعض کتابوں میں یہ واقعہ مزید وضاحت کے ساتھ اس طرح ہے کہ۔

فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
وقد غرامحتفنا الحسن آخذاً بید الحسین
وفاطمہ تمشی خلفہ وعلی خلفها وهو یقول اذا
انا دعوت فامنوا

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح تشریف لائے کہ آپ تے
امام حسینؑ کو گود میں اٹھا رکھا تھا اور حضرت امام حسنؑ کو انگلی سے لگایا ہوا تھا۔
آپ کے پیچھے سیدہ فاطمہ الزہراءؑ اور ان کے پیچھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
الکریمؑ تھے۔ اور آپ ان کو فرماتے تھے جب ہم دعا مانگیں تو تم آمین کہنا۔

فقال اسقف نجران یا معشر النصارى انسى
لارى وجوهالو شاء الله ان يزيل جبلا من
مكانه لا زاله بها فلاتبا هلو افتهلکو اولاببقى
على وجه الارض نصرانى الى يوم القيامه

اس قافلہ نور کو دیکھا تو عیسائیوں کے پاپائے اعظم نے کہا اے
گروہ نصاریٰ میں جن صورتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اگر یہ چاہیں کہ اللہ تعالیٰ اس
پہاڑ کو اس جگہ سے ہٹا دے تو یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ پس ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرنا
ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور کوئی عیسائی بھی قیامت تک زمین پر باقی نہیں

رہے گا۔

چنانچہ اپنے استغف کے منع کرنے سے عیسائیوں نے مباہلہ سے راہ فرار اختیار کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ہماری جان ہے کہ اہل نجران پر یقینی ہلاکت طاری ہو جاتی اور ہم ان پر لعنت کر دیتے تو یہ بندر اور سور بن جاتے۔ ان پر آگ برستی اور اللہ تعالیٰ ان کی بستیاں جلا دیتا۔ اہل نجران جل جاتے حتیٰ کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے جانور جل جاتے اور تمام عیسائیوں کا یہ حال ہوتا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو جاتے۔ عربی متن یہ ہے۔

وقان والنذی نفسی ببیدہ ان الہلاک قد تدلی
 علی اهل نجران ولو لا عنوا المسخو اقردة
 وخننا زیر ولا اضطرم علیہم الواری ناراً
 ولا استنا صلی الی نجران واملہ حتی الطیر
 علی رؤس الشجر ولما حال الحول علی
 النصارى کلہم حتی یہلکو

- 48 ﴿تفسیر کبیر جلد دوم ص ۴۹۹﴾
- 49 ﴿تفسیر عرأس البیان جلد دوم ص ۳۵۱﴾
- 50 ﴿تفسیر درمنشور جلد دوم ص ۶۱﴾
- 51 ﴿تفسیر الاقلاق جلد دوم ص ۵۰﴾
- 52 ﴿تفسیر نعیمی جلد سوم ص ۶۳﴾

- 53 ﴿تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۳۷۱﴾
- 54 ﴿تفسیر ابوسعود۔ جلد اول ص ۶۹۸﴾
- 55 ﴿تفسیر مدارک جلد اول ص ۱۴۱﴾
- 56 ﴿تفسیر حقانی جلد اول ص ۱۵۳﴾
- 57 ﴿تفسیر بیضاوی جلد اول ص ۱۱۲﴾
- 58 ﴿تفسیر عدۃ الابرار جلد اول ص ۴۳۸﴾
- 59 ﴿تفسیر نووی جلد اول ص ۱۴۶﴾

ان حوالوں کے بعد

کیا عباسی یہ بتائے گا کہ محدثین و مفسرین کا یہ گروہ جن کی کتابوں کے ناقابل تردید حوالہ جات ہم نے پیش کئے ہیں کس عقیدہ کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ کیا امام مسلم ، امام ترمذی ، امام احمد بن حنبل - امام ابن حجر عسقلانی - امام شاہ عبدالحق محدث دہلوی و دیگر ائمہ حدیث و تفسیر جنہوں نے اس روایت کو قبول کیا ہے یہ نہیں جانتے تھے کہ نساء نا و ابناء نا کا اطلاق بیٹی اور نواسوں پر درست ہے یا ہے کہ نہیں؟

کیا ان لوگوں کی ریسرچ سے تمہارا معیار تحقیق بلند و بالا ہے کیا چودہ صدیاں بعد تم پر ہی یہ راز منکشف ہوا ہے کہ اگر جناب سیدہ فاطمہ الزہرہ اور جناب حسین کریمینؑ کو اس آیت میں شامل کیا جائے تو لغت عرب کے

خلاف ہو جائے گا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر تم پر ہونے والے القاء کو درست تسلیم کر لیا جائے تو ان محدثین و مفسرین کا کیا بنے گا جن ستر بزرگوں کی کتابوں کے حوالے ہم نے پیش کئے جائیں۔

بیٹے رسول کے

اگرچہ جو حوالے ہم پیش کر چکے ہیں ان کے بعد مزید کوئی دلیل نہ بھی دی جائے تو وہ بہر صورت کافی ہیں۔ اور ان کے بعد خارجیوں کی خود ساختہ دلیل کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ تاہم تمام حجت کے طور پر ہم چند ایسی روایات اور بھی پیش کئے دیتے ہیں جن میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے بیٹے کہا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کے دوران جناب حسن علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے۔

ولقد سمعت ابا بكرة قال بينا النبي صلى الله
عليه وآله وسلم يخطب جاء الحسن فقال ابني
هذا سيد

60 ﴿بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۵۳﴾

بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر سے

عراق والوں نے مجھ کے خون کے بارے میں فتویٰ پوچھا تو انہوں نے فرمایا حیرت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو شہید کر دیا اور مجھ کے خون کا مسئلہ پوچھ رہے ہیں۔

انظر والی هذا الثیل عن رم البعوضۃ لوقد
قتلوا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم

61 ﴿بخاری شریف جلد دوم ص ۹۷۶﴾

مندرجہ بالا دونوں روایات بخاری کے علاوہ تفسیر و حدیث کی دیگر بھی سینکڑوں کتب معتبرہ میں موجود ہیں لیکن ہم نے ان حوالہ جات سے اس لئے اعراض کر لیا ہے کہ عباسی وغیرہ بخاری کی ثقاہت کے براہ راست منکر نہیں اگرچہ وہ روایات کو قطع برید کر کے کام نکالنے کی کوشش کر لیتے ہیں۔

بہر حال ہم اس ضمن میں مزید ایک روایت پیش خدمت کرتے ہیں ترمذی شریف وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کرمیین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ الہی میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان سے محبت اور اس سے محبت کر جو ان سے محبت کرتا ہے۔

فقال ہذان ابنای وابنائے ابنتی الہم انی

احبہما فا حبہما و احب من یحبہما

62 ﴿ابن ماجہ جلد 1 ص 11﴾

- 63 ﴿مسند احمد جلد 1 ص ۳۳۱﴾
- 64 ﴿ترمذی ج ۲ ص ۲۴۱﴾
- 65 ﴿مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۴۴﴾
- 66 ﴿مرآة ج ۸ ص ۶۷۷﴾
- 67 ﴿البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۹۷﴾
- 68 ﴿اشعة اللمعات ج ۲ ص ۶۸۳﴾
- 69 ﴿الاصابہ ج ۱ ص ۳۲۸﴾
- 70 ﴿طبرانی شریف حدیث نمبر ۹۱۴۳۸﴾

علاوہ ازیں بھی یہ روایت سینکڑوں کتب مقبرہ میں موجود ہے۔ اور ان تمام روایات کی موجودگی میں لوگوں کو یہ باور کرانا کہ اپنی بیٹی کے بیٹوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے کی طرح سمجھ سکتے تھے صریح دھوکا اور حقائق سے روگردانی نہیں تو اور کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھتے بیٹھتے جناب حسنین کریمین کو اپنے بیٹوں کے نام سے یاد کرتے ہیں تو مبالغہ کے وقت آپ کے لئے حکم خداوندی ابناء نا کی تعمیل کرتے وقت ان کو بیٹا سمجھنے میں کیا امر مانع تھا۔ جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے علم مبارک میں ہے کہ آپ کی صلبی طور پر کوئی اولاد زینہ موجود نہیں۔ اور اس نے یہ حکم بھی فرما رکھا ہے کہ میرا محبوب تم مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں۔

ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول
الله وخاتم النبيين

﴿احزاب آیت ۴۰﴾

محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے
باپ نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

اس ارشاد گرامی کی موجودگی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد فرمانا
کہ محبوب بلاؤ اپنے بیٹے اور انکے بیٹے ﴿ابناءنا و ابناءکم﴾ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر قرآن کی مہر ہے حسن و حسین میرے بیٹے ہیں اور
میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر مفسر زیر آیت ﴿ابناءنا و ابناءکم﴾
لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ دلیل ہے اس بات کی کہ امام حسن اور امام حسین
علیہما السلام حضور کو نبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں۔

هذ الآية دلالة على ان الحسن والحسين
عليهما السلام كان ابني رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم

﴿تفسیر کبیر جلد دوم ۷۰۰﴾

بہر حال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزاج شناس مشیت تھے
آپ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اولادِ نرینہ نہ ہونے کے باوجود
کیوں فرمایا ہے کہ اپنے بیٹوں کو بلاؤ، آپ کو معلوم تھا کہ حسین و حسن کو جو ہم

اپنے بیٹے کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر مہر تصدیق مثبت فرمادی ہے، کہ محبوب اپنے ان نواسوں کو لاؤ جنہیں تم بیٹے کہتے ہو۔

اور اگر آپ نے اپنے لامحدود اختیارات کے پیش نظر مشیت ایزدی کے عین مطابق اپنے نواسوں کو بیٹوں میں شمار کر لیا تو اس میں لغت عرب کا کونسا کلیہ ٹوٹ گیا۔ جبکہ اس قسم کے سینکڑوں نہیں ہزاروں مخصصات نے لغت عرب کے دامن کو وسیع سے وسیع کر رکھا ہے۔ یہ تو تاجدار دو عالم کی خصوصیت ہے کہ آپ نے اپنے نواسوں کو بیٹے بنا کر خدا تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل فرمائی مشیت ایزدی کی خواہش تھی کہ جن کو میرا محبوب بیٹوں کے نام سے یاد کرتا ہے میں بھی انہیں انکے بیٹوں کے نام سے پکاروں اور قیامت تک کوئی سر پھرا میرے محبوب کے اس رشتہ سے انکار نہ کر سکے۔

اور یہ کوئی ایسی ناقابل فہم بات نہیں۔ کیونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ تمام انبیاء کرام کی اولاد انکی پشتوں سے چلی اور ہماری اولاد پشت علی سے چلی ہے، اس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ اوراق میں حسب و نسب کے زیر عنوان پیش کی جائیگی اور ابناء نا کی بحث کو انہی الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے۔

نساء نا کی تحقیق

تعصب و عناد وہ خطرناک بیماری ہے جو سب سے پہلے مریض کی

عقل سلب کرتی ہے اور پھر اسے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

عباسی وغیرہ نے تحقیق کے نام پر جن مجنونانہ حرکات کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل دید بھی ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے عبرتناک بھی سینکڑوں مفسرین و محدثین کی تحقیق کا مذاق اڑا کر ان لوگوں نے جو تحقیق پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ عرب اپنی بیٹی پر لفظ نساء کا اطلاق کر ہی نہیں سکتا کیونکہ نساء نا کا لفظ بہر صورت یہاں بیویوں پر ہی بولا جاسکتا ہے۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عرب ہوتے ہوئے یہ عجیب کرتے کہ نساء نا کے حکم خداوندی کے جواب میں بجائے ازواج مطہرات کے اپنی بیٹی کو لیکر آئے۔

سبحان اللہ یہ ہیں ان خوارج کی تمیں مار خانیاں اور یہ ہے وہ تحقیق جسے اتنے طمطراق سے پیش کیا جا رہا ہے۔

بخاری شریف و دیگر سینکڑ کتب احادیث میں یہ حدیث موجود ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کو ارشاد فرمایا کہ بیٹی کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔

بقول عباسی کے چاہئے تو یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو بجائے سیدۃ النساء العالمین کے سیدۃ بنات العلمین فرماتے کہ بیٹی تو اس پر خوش نہیں کہ تو تمام جہانوں کی بیٹیوں کی سردار ہے مگر ایسا نہیں ہوا حضور

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کو نساء العلمین کی سردار کہا ہے۔
اور یہ نص حدیث سے ثابت ہے۔

اب جبکہ فرمانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ
آپ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں تو پھر یہ سمجھ لینے میں کونسی مشکل
درپیش ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نساءِ ناکہ کی تعمیل ارشاد میں آپکا
انتخاب کر کے تمہا عورتوں کی نمائندگی کروادی تھی۔

کیا جناب سیدہ فاطمہ الزہرہ۔ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
تمام ازواجِ مطہرات کی سردار نہیں تھیں اور آپ کا تشریف لے جانا ان سب
سے زیادہ اہم اور ضروری نہیں تھا

اور عباسی وغیرہ کی یہ سراسر جہالت اور بے وقوفی ہے کہ کوئی عرب
لفظ نساء کا اطلاق بیٹی پر کر ہی نہیں سکتا اور یہ فارمولا پیش کر کے اس نے نہ
صرف سینکڑوں کتبِ احادیث کی تکذیب کی ہے بلکہ قرآن حکیم کی آیات کو
بھی جھٹلانے کی ناپاک جسارت کی ہے اور فریٹن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو مزعومہ لغاتوں کے خلاف قرار دیا ہے۔

قرآن پڑھیے

یہی نہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض اپنی مرضی
سے ہی ”نساءِ ناکہ“ کی تعمیل میں اپنی صاحبزادی مکرمہ کو مہالہ کے لئے منتخب

فرمایا تھا بلکہ آپ جانتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم بھی نساء کی اصطلاح بیٹی کے لئے استعمال فرمالتے ہیں۔ اور یہ بات صحابہ کرام پر بھی ظاہر تھی جیسی تو صحابہ کرام کو یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ آپ نے نساء نام سے بیٹیوں کو مراد لیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب فرعون کو یہ پتا چلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوں گے اور اسکی خود ساختہ خدائی کا خاتمہ کر دیں گے تو اس نے حکم دیا کہ جو لڑکا بھی پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بحکم پروردگار پھر بھی زندہ بچ گئے اور تخت رسالت و نبوت پر متمکن ہوئے اور فرعون مع اپنے ساتھیوں کے غرق ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنی نعمتیں گنواتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر برا عذاب کرتے تھے۔

تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے۔
 واذ نجینکم من آل فرعون یسومونکم سوء
 العذاب یذبحون ابناءکم ویستحبون نساءکم

﴿البقرة ۴۹﴾

کدھر ہے عباسی کی لغات دانی جو قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کی جائے اللہ تعالیٰ بیٹوں کو ابناء کم اور بیٹیوں کو بناتکم کی بجائے نساء کم فرماتے ہیں!

کیا یہ قرآن مجید عربی ہے یا نہیں؟ اب قرآن مجید کی اس برہان
عظیم کے بعد عباسی اور اس کے ساتھیوں کو چلو بھر پانی میں ناک ڈبو کر مر جانا
چاہیے اور اپنی لغات دانی سے توبہ کرنا چاہیے۔

انہی الفاظ پر مباحثہ کی بحث کو ختم کیا جاتا ہے، آیت میں انفسنا
و انفسکم سے مراد حضور نے حضرت علی اور اپنی ذات مبارکہ کو لیا ہے اسکی بحث
کے لئے پڑھیں ہماری تحقیقی تصنیف مشکل کشایہ کتاب سیرت حیدر کرار پر
آٹھ سو صفحات کی تاریخی دستاویز بھی اور تفسیر عشق بھی۔

آیت تطہیر میں حسین کیسے؟

آیت تطہیر جس کی تفصیل ہم بھی بیان کریں گے۔ کے متعلق نامحمد عباسی کا وہی موقف ہے کہ اس میں نہ امام حسین شامل ہیں اور نہ ہی آپ کے والدین کریمین اور نہ ہی آپ کے برادر محترم امام حسن۔ اور اپنا یہ موقف درست ثابت کرنے کے لئے جس دجل و فریب سے اس نے کام لیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے چنانچہ وہ اس آیت کے بارے میں جو استدلال پیش کرتا ہے اسے یہاں دوبارہ نقل کیا جاتا ہے۔

غرضیکہ آیت تطہیر محض اور صرف ازواج مطہرات کے بارے میں ہے اور رجب سے پاکی کا وعدہ بنی امیہات المؤمنین سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دوسرے نسبی قرابت دار کو خواہ وہ چچا ہوں یا داماد یا نواسے رجب سے پاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کوئی وعدہ فرمایا اور نہ اس کا اطلاق ان میں سے کسی پر ہوتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

اس آیت میں ازواج نبی کے جن بیوت یعنی گھروں کا ذکر ہے وہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکونہ گھر تھے۔ وہ ہی تو مہبط وحی تھے۔

وہیں تو آیات قرآنی کا نزول ہوتا تھا
وہی تو فرشتوں کے اترنے کی جگہ تھی۔

ان ہی بیوت میں آپ کے ساتھ سکونت رکھنے والی ازواج مطہرات ہی تو تھیں جن کو اہل بیت کہہ کر آیت تطہیر میں مخاطب کیا گیا ہے مسکونہ گھروں میں نہ آپ کے چچا ﴿عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾ رہتے تھے نہ آپ کے داماد ﴿حضرت علی علیہ السلام﴾ اور نہ آپ کی بیٹی ﴿فاطمہ﴾ اور نہ ان کی اولاد صاحب روح المعانی نے صحیح کہا ہے کہ اہل بیت میں الف لام عوض مضاف الیہ کے آیا ہے یعنی بیت النبی اور اس سے مراد صاف طور سے لکڑی اور مٹی کے بنے ہوئے گھر سے ہے نہ کہ قرابتداروں اور اہل نسب کے گھرانے سے اول یہ بیت نبی ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کا بیت سکونت ہے نہ کہ مسجد وغیرہ اس بنا پر آپ کے اہل سے مراد آپ کی ازواج مطہرات سے ہے۔

اور پھر آخر پر لکھا ہے کہ سیاسی اغراض کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کو اس آیت میں شامل کرنے کے لئے حدیثیں وضع کر لی گئیں۔

﴿مقدمہ طبع سوم خلافت معاویہ و یزید﴾

تفسیر روح المعانی کی پوری عبارت تو ہم اس بحث کے آخر پر درج کریں گے یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ عباسی نے یہاں پر بھی اپنی فطری بددیانتی کو بروئے کار لاتے ہوئے عبارت کا محض ایک مختصر ٹکڑا نقل کر کے باقی معاملہ گول کر دیا ہے کاش یہ نام نہاد محقق صاحب روح المعانی علامہ محمود

آلوسی کی تحقیق کو ہی راہ صواب پر سمجھ لیتا تو ہم ان کی چند عبارات نوٹ کر کے بات ختم کر دیتے۔ کیونکہ صاحب روح المعالی نہ صرف یہ کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی مدح دستاویز میں آنے والی متعدد روایات کو قطعی طور پر درست سمجھتے ہیں بلکہ یزید پلید کو فاسق و فاجر اور ملعون قرار دیتے ہیں اور قتل حسین کا ذمہ دار بھی قرار دیتے ہیں اور امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کا یزید کے خلاف نعرہ حق و صداقت بلند کرنا عین شرعی قرار دیتے ہیں۔

گھر کی گواہی

بہر حال یہ معاملہ تو آئندہ اوراق میں طے ہوگا یہاں ہمیں صرف یہ واضح کرنا ہے کہ آیت تطہیر میں حضرت امام حسین علیہ السلام شامل ہیں یا نہیں؟

چنانچہ اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے ”عباسی“ وغیرہ کے پیشرو اور معتدترین شخص ابن تیمیہ کی تحقیق پیش کرتے ہیں تاکہ اسے بھی رافضیوں اور شیعوں کی فہرست میں شامل کر لے۔ ملاحظہ ہو۔ ابن تیمیہ اپنی رسوائے زمانہ کتاب منہاج السنۃ میں لکھتا ہے۔

ان هذا الحديث صحيح في الجملة فانه قد ثبت عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم انه قال لعلي وفاطمة وحسن اللهم ان هؤلاء اهل بيتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا

وروی ذالک مسلم عن عائشة قال خرج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن غداة وعليه مرط مرحل من أسود فجاء الحسن بن علي فادخله ثم جاء الحسين فادخله ثم جاءت فاطمة فادخله ثم جاء علي فادخله ثم قال انما يريد الله انما يريد ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا وهو مشهور من رواية ام سلمة من رواية احمد وترمذی "ولكن ليس في هذا دلالة على عصمتهم ولا امامتهم

﴿منهاج السنة جلد چہارم ص ۱۲۰ بن تیمیہ﴾

ترجمہ

بے شک یہ حدیث فی الجملہ صحیح ہے اور بے شک یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہ السلام کے لئے فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں الہی تو ان کو اور جاس سے خوب اچھی طرح پاک کر دے اور یہ روایت مسلم شریف میں ہے جسے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا ہے۔

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاہ بالوں کا کمبل اور بھے ہوئے نکلے تو حضرت حسن بن علی آئے اور اس کمبل میں داخل ہو گئے پھر حسین علیہ السلام آئے تو وہ بھی اس کمبل میں داخل ہو گئے پھر جناب

فاطمۃ الزہرا تشریف لائیں تو آپ بھی کبیل میں داخل ہو گئیں اور پھر حضرت علی تشریف لائے تو وہ بھی اس کبیل میں داخل ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”انما یرید اللہ“ آیت کے آخر تک فرمایا۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت مشہور ہے جسے امام احمد بن حنبل اور ترمذی نے بیان کیا مگر یہ آیت ان کی امامت اور عصمت پر دلالت نہیں کرتی۔

اگرچہ آخر پر ابن تیمیہ نے اپنے فرسودہ ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کر لیا ہے کہ یہ آیت عصمت اہل بیت کرام پر دلالت نہیں کرتی تاہم وہ ان روایات کو قطعی طور پر صحیح اور درست تسلیم کرتا ہے جن میں سرکار رسالتآب علیہ تحیۃ والثناء نے جناب حیدر کرار جناب فاطمۃ الزہرا اور جناب حسین کریمین کو کبیل میں چھپا کر بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان کی خوب خوب تطہیر فرما دے اور اس آیت کے مصداق یہی چاروں نفوس قدسیہ ہیں حالانکہ شان نزول کے اعتبار سے تمام امہات المؤمنین کو بھی شامل ہے۔

ابن تیمیہ پر ایک سوال

یہاں ہم ابن تیمیہ پر اسکی ذریت کی وساطت سے ایک یہ سوال کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مطلب طہارت عصمت کے سوا جو بھی

سے وہ قوم کو بتا دیا جائے اور یہ کام ابن تیمیہ کی ذریت کو ہی کرنا ہوگا خاص طور پر عباسی کو یہ وضاحت کرنا چاہئے کہ اگر یہ آیت بقول تمہارے صرف حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہی ہو تو کیا یہ ان کی عصمت کی پابیزگی اور طہارت پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟

کون بھولا تھا؟

ہم یہاں یہ بحث تو نہیں کریں گے کہ آیت تطہیر میں جناب حیدر کرار، جناب فاطمہ الزہرہ اور جناب حسنین کریمین کو شامل کرنے والی حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح ہے یا بناوٹی کیونکہ عباسی کا سب سے بڑا معتمد مصنف ابن تیمیہ اس کو درست اور قطعی طور پر صحیح مانتا ہے اور عباسی کا اسے سیاسی اغراض کی وجہ سے بنائی ہوئی قرار دینا محض یا وہ گوئی اور واضح جہالت ہے۔

لہذا قطعاً ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ ہم اس حدیث کے رجال پر بحث کر کے مضمون کو خواہ مخواہ طویل کریں۔ ہاں اگر ابن تیمیہ نے اہل بیت کی شان میں آنے والی دیگر روایات کی طرح اس کو بھی ضعیف اور وضعی وغیرہ بنا دیا ہوتا تو ہم یقیناً نقد و رجال سے بحث کرتے۔

چنانچہ اب ہم عباسی وغیرہ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آیات تطہیر کو نازل فرماتے وقت خداوند قدوس کو بھول گئی تھی منشاء خداوندی کو سمجھنے میں

حضرت صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطا ہوئی تھی؟ معاذ اللہ

اور یہ بھی بتاؤ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر اب تک کے تمام محدثین و مفسرین ان روایات کی جانچ پڑتال نہ کر سکنے کے جرم وار ہیں یا تمہارا ہی دماغ خراب ہے ہے کہ چودہ سو سال کے بعد تم پر روایت کی صحت اور عدم صحت کا القاشروع ہو گیا ہے؟

بد نصیب انسان نما و حشیو! کاش تم یہ ہی سوچ لیتے کہ منشاء قرآن کو صاحب قرآن سے اور مقصد وحی الہیہ کو مہبط وحی الہیہ سے زیادہ کوئی بھڑ نہیں جان سکتا خواہ وہ کتنا بھی بڑا عالم کیوں نہ ہو۔

کس قدر تعصب اور حیرت کی بات ہے۔ کہ قرآن رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور آیات کا مطلب تم سمجھتے ہو۔ حضور علیہ السلام نے اسی وقت اپنے قرابتداروں کو اس میں شامل فرمایا اور تم آج بتا رہے ہو کہ انہیں شامل کیا ہی نہیں جاسکتا۔

سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ میرے گھر والے ہیں اور تم گھروں کو مٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے آج ثابت کر رہے ہو تمہارے پاگل پن کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ تم حضور علیہ السلام کے نسبی قرابت داروں کو اہل بیت مان لینے سے بھی انکار کر رہے ہو۔

جبکہ ایسا گمان کر لینے سے سینکڑوں دیگر احادیث مبارکہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گی جو اس دین قرار پاتی ہیں۔

تعصب کی آگ میں جلنے والو! تمہاری عقلیں اس قدر ماؤف اور تمہارے دماغ یوں پراگندہ ہو چکے ہیں کہ تمہیں اپنا گھر جلتا ہوا بھی نظر نہیں آتا۔ اور

تمہیں کالی گھٹا کو بھی نہیں پہچاننا آیا!
شہین سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

بہر حال اب ہم اپنے قارئین کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بتاتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی والا شان کو مع آپ کے عزت مآب شوہر اور مقدس بیٹوں کے آیت تطہیر میں شامل فرمایا اور یہ روایات قطعی طور پر درست ہیں اور محدثین و مفسرین نے اسے تواتر کے ساتھ نقل فرما کر یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایت بالا اجماع صحیح ہے اور اس کا انکار سوائے کسی فاجر العقل دیوانے اور مجنون و مجہول کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

اب آپ اس واقعہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں اس ضمن میں جو روایتیں کتب احادیث میں آئی ہیں وہ یہ ہیں۔

روایت نمبر 1

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آئے تطہیر کے متعلق جو روایت بیان فرماتی ہیں۔ وہ یہ ہے۔

عن عائشة قالت خرج النبي صلى الله عليه وآله وسلم غداة وعليه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علي فادخله ثم جاء الحسين فدخل معه ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علي فادخله ثم قال انما يريد الله ليزهبن عنكم الرجز اهل البيت ويطهر كمتطهيرا * مسلم وغيره *

ترجمہ

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور آپ پر کالے بالوں کا مخطط کبیل تھا۔ جب واپس آئے تو حضرت حسن بن علی آگئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کملی میں داخل فرمایا اور پھر جناب حسین علیہ السلام آئے تو وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو گئے پھر سیدہ فاطمہ الزہرا تشریف لائیں تو آپ نے ان کو بھی داخل فرمایا۔ پھر حضرت علی آئے اور ان کو بھی داخل فرمایا۔ اور پھر فرمایا اے نبی کے گھر والو اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر آلودگی درود کر دے اور تمہیں خوب پاکیزہ و صاف کر دے۔

روایت نمبر ۲

دوسری روایت امّ المؤمنین سیدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس

طرح مروی ہے۔

عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها في بيت
نزلت انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس
اهل البيت فدعا النبي صلى الله عليه وآله
وسلم فاطمة وحسن وحسين فجعلنهم
بكساء على وخلف ظهره "ثم قال اللهم هو
لاء اهل البيتي فاذهب عنهم الرجس مطهر
هم تطهيرا قالت ام سلمة انا معهم يا رسول
الله؟ قال انت مكانك انت على الخبير

اور ایک روایت میں یہ مزید ہے کہ

قالت ام سلمة فرفعت الكساء لا دخل معهم
فجز به من يدي فقلت وانا معكم يا رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم؟
فقال انك من ازواج النبي صلى الله عليه
وآله وسلم على خير

ترجمہ

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آئے
تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے جناب فاطمہ اور جناب حسن و حسین کو بلایا اور ان پر اپنی کملی اوڑھادی پھر فرمایا۔ اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے ہر قسم کی آلودگی کو دور کر کے خوب پاکیزہ فرمادے حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ان کے ساتھ ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے مکان پر ہو اور خیر پر ہو۔

دوسری زائد روایت کا ترجمہ یہ ہے

کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا میں نے اپنے ہاتھ سے کملی مبارک کا پلو اٹھا کر عرش کی کہ یا رسول اللہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نبی کی بیویوں میں سے ہو اور خیر پر ہو۔ اس سے پہلے کہ ہم مزید تفصیل پیش کریں چند کتابوں کے نام پیش کرتے ہیں جن سے یہ روایات اخذ کی گئی ہیں اگرچہ اس ضمن میں دیگر بھی بے شمار کتابوں کے نام گنوائے جاسکتے ہیں تاہم ان پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

- ﴿ترندی ج دوم ص ۲۲۷﴾
 ﴿المستدرک ج سوم ص ۱۴۶﴾
 ﴿مشکوٰۃ شریف ج دوم ص ۶۴۰﴾
 ﴿اشعة النعمات جلد چہارم ص ۶۸۱﴾
 ﴿مظاہر حق جلد چہارم ص ۱۴۵﴾
 ﴿جز ششم ص ۳۲۲﴾
 ﴿مراۃ شریف ج ہشتم ص ۲۵۰﴾
 ﴿خصائص کبریٰ ج دوم ص ۲۶۲﴾
 ﴿مسند احمد ج دوم ص ۲۹۲ ج چہارم ص ۱۰۷﴾
 ﴿اسد الغابہ ج سوم ص ۱۲ ج پنجم ص ۵۲﴾
 ﴿مدارج النبوة ج دوم ۲۶۴﴾
 ﴿صواعق محرقة ص ۱۹۲، ۴۳﴾
 ﴿الاصابہ فی تمییز الصحابہ فی الصحابہ ج دوم ص ۵۰۳﴾
 ﴿نزہتہ المجالس ج دوم ص ۲۲۲﴾
 ﴿نوال البصائر ۱۱۱﴾
 ﴿اشرف الموبص ص ۱۶، ۱۲﴾
 ﴿اسعاف الراغبین ص ۱۰۶﴾
 ﴿مواہب الدنیہ ص ۴۳۴﴾

﴿ الاستعیاب فی اسماء الاصحاب ج سوم ص ۳۷ ﴾

﴿ شجر 'اولیاء' ص ۴۷ ﴾

﴿ البدایہ والنہایہ ج ہشتم ص ۳۵ ﴾

﴿ تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص ۱۲۲ ﴾

﴿ تفسیر کبیر ج ہشتم ص ۴۶۵ ﴾

﴿ تفسیر ابن کثیر ج سوم ص ۴۶۳ ﴾

﴿ تفسیر خازن جز پنجم ص ۲۵۹ ﴾

﴿ تفسیر معالم التنزیل جز پنجم ص ۲۵۹ ﴾

﴿ تفسیر درمنثور ج پنجم ص ۱۹۹ ﴾

﴿ تفسیر حسینی ج دوم ص ۱۴۱ ﴾

﴿ تفسیر روح المعانی ج ششم ص ۱۲۷ ﴾

﴿ تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۲۲۶ ﴾

اس مسئلہ پر مزید حوالوں کے لئے باری لاجواب تصنیف مشکل کشا

ملاحظہ فرمائیں!

آیت تطہیر میں کون کون شامل ہیں

بلاشبہ آیت تطہیر امہات المؤمنین کو بھی شامل ہے کیونکہ اس سے پہلی

آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

يا ايها النبي قل لا زوجك ان كنتن تردن
الحياة الدنيا وزينتها فتعالين امتعن واسر
حكس سرا حاً جميلاً وان كنتن تردن الله و
رسول الله والدار الآخرة فان الله اعد
للمحسنات منكن اجرا عظيماً ينساء النبي من
يات منكن بفا حشة مبينة يضعف لها العذاب
ضعفين وكان ذاك على الله يسيراً ومن
يقنت منكن لله ورسوله وتعمل صالحاً نؤتها
اجرها مرتين واعتدنا لها رزقاً كريماً ينساء
النبي لستن كما حد من النساء ان اتقيتن فلا
تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرض
وقلن قوله معروفاً وقرن في بيوتكن ولا
تبرجن تبرج الجاهلية الاولى واقمن الصلوة
واتين الزكوة واطعن الله ورسوله انما يريد
الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر
كم تطهيراً.

﴿سورة احزاب آیت نمبر ۲۸ تا ۳۳﴾

اے نبی اپنی بیویوں سے فرمادیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار کو مقصود رکھتی ہو تو آؤ تو میں تمہیں کچھ متاع ﴿دنیوی﴾ دے دلا کر خوبی کے ساتھ رخصت کروں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عالم آخرت کو مقصود رکھتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے اے نبی کی بیویوں کو کوئی تم میں سے مبینہ خواہش کا ارتکاب کرے گی تو اسے دو ہری سزا دی جائے گی اور یہ اللہ کے لئے بالکل آسان ہے اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرماں بردار رہے گی اور اچھے عمل کرتی رہے گی تو اس کا دو ہرا اجر دیں گے اور ہم نے اس کے لئے ایک عمدہ نعمت تیار کر رکھی ہے۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو جبکہ تم تقویٰ اختیار کر رکھو تو تم گفتگو میں نرمی ﴿نزاکت﴾ مت اختیار کرو کہ ﴿اس سے﴾ ایسے شخص کو جس کے دل میں خرابی ہے

﴿بر﴾ خیال پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور قاعدے کے مطابق خود کو مت دکھاتی پھر اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ اے ﴿نبی کے﴾ گھر والو تم سے آلودگی دور رکھے اور تم کو خوب نکھار دے۔

یا اهل البيت کیوں؟

یہ ہیں وہ تمام آیات اور ان کا ترجمہ جو آیت تطہیر کے ساتھ منسلک ہیں ہم ان میں کوئی ایک آیت نقل کر کے بھی موقف بیان کر سکتے تھے مگر اس سے وہ وضاحت نہ ہو سکتی جو ہم بیان کرنا چاہتے ہیں۔

چونکہ آیت تطہیر کی وہ تفسیر جو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے عباسی کو قطعاً منظور نہیں اور وہ تفسیر اسے اس لئے نامنظور ہے کہ آیت تطہیر سے پہلے آنے والی پانچوں آیات میں محض حضور سرور دو عالم کی ازواج مطہرات کا ذکر ہے اس لئے چھٹی آیت کا رخ کسی دوسرے کی طرف پھر جانا خلاف قاعدہ ہے چنانچہ ہم ان آیات خمسہ کی روشنی میں عباسی وغیرہ قسم کے سرپھروں پر ایک سوال کریں گے کہ ان آیات مبارکہ میں خداوند تعالیٰ جن مجدہ الکریم، نے حضور سرور کائنات علیہ السلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ذکر فرماتے وقت ہر جگہ پر وہی صیغہ استعمال فرمایا ہے جو عورتوں

کے لئے مخصوص ہے مگر آیت تطہیر میں اس کے برعکس وہ صیغہ استعمال فرمایا ہے جو مردوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

كُنْتُمْ اَمْتًا مِّنْ اَسْرٰ حٰكِن

اور دوسری تیسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے

كُنْتُمْ مَمْنٰكِن اٰوْر لَهَا الْعٰذَاب

اور چوتھی پانچویں اور اس آیت میں ہے

مَنْكِن اٰجْرهَا لَهَا لَسْتِن تَقِيْتِن بِيُو تَكْم تَبْر جِن

یہ تمام صیغے تانیث کے ہیں مگر آیت کا وہ حصہ جو آیت تطہیر کے نام سے موسوم ہے اور ان آیات سے ملحق ہے اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک بار بھی مونث کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عنکم الرجس یطہرکم تطہیر اور یہ دونوں صیغے محض جمع مذکر کے لئے ہی استعمال ہو سکتے ہیں جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سے پہلے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا جہاں جہاں بھی ذکر کیا ہے آپ کی بیویوں ہی کہ نام سے کرتے ہوئے ازواج اور یا نساء النبی کے لفظ استعمال فرماتے ہیں اور یہاں ان کے بجائے یا اهل البیت کہہ کر خطاب کیا ہے اگر ان الفاظ یا اهل بیت میں خاص حکمتیں پوشیدہ نہ ہوتیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ یہاں بھی یا نساء النبی اور یا ازواج النبی کے اشارے سے

بشارتِ تطہیر دے سکتے تھے۔

مفسرینِ محدثین کرام نے اس جملہ کی متعدد حکمتیں اور وجوہات بیان فرمائی ہیں جن کی تفصیل کی یہ مختصر کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔ تاہم جمہور کا مذہب یہ ہے آیت کریمہ سرکارِ دو عالم کی ازواجِ مطہرات کو بھی شامل ہے اور جنابِ حسین کریمین اور ان کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس آیتِ تطہیر میں شامل ہیں چنانچہ امامِ نبھانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مقام پر یہی فرماتے ہیں کہ یہ آیت فریقین پر مشتمل ہے اور اگر صرف ازواجِ مطہرات کے لئے ہوتی تو مذکر کے صیغوں کی بجائے مؤنث کے صیغے آئے ہوتے۔

والجمہور ان المراد من اهل البيت في

الآية ما يشتمل الفريقين مع عملا بجميع الاد

لة قوله عنكم ويطهرکم ولو كان المراد

النساء خاصة لكان عنکم ويطهرکن۔

﴿اشرف الموبدص ۱۵﴾

جمہور کے اس فیصلہ کے ساتھ عباسی وغیرہ کو اختلاف ہو تو ہو مگر

حقیقت قطعی طور پر یہ ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر خود اپنے عمل سے واضح کر دی اور

خداوندِ قدوس کے یا اہل البیت کے اشارہ کی وسعت کا جاتے ہوئے اپنی

صاحبزادی مکرمہ سیدۃ النساء العالمین جنابِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور

جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کو بلا کر اپنی منقوش عبائے پاک میں لے کر بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ار جاس کو دور ہی رکھنا ہے۔ اور اس دعا میں سوائے ان چاروں نفوس قدسیہ کے اور کوئی بھی شامل نہیں کیونکہ آپ نے اپنی زوجہ محترمہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے استفسار پر بھی یہی ارشاد فرمایا کہ تم آل عبا میں شامل نہیں ہو بلکہ اپنے مقام پر ہو اور خیر پر ہو۔

ہم نے قارئین کو مضمون کی طوالت سے بچانے کے لئے کتابوں کے صفحے وغیرہ لکھ دینے پر ہی اکتفاء کر لیا ورنہ اگر تمام کتابوں کی عبارتیں اور مباحث نقل کی جائیں تو یہ مضمون ہزاروں صفحات سے بھی متجاوز ہو سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آنت تطہیر میں سے کسی ایک مشہور محدث نے بھی انکار نہیں کیا بلکہ سب نے یہی لکھا ہے کہ یہ آل عبا کو شامل ہے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر نے بھی یہی لکھا ہے۔

وقد رو عن عائشة وام سلمة امی المؤمنین ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
استعمل علی الحسن والحسین وامہا وابیہا
فقال اللهم هولاء اهل البیتی فاذهب عنهم الر
حس وطهرهم تطهیرا۔

﴿البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۳۵﴾

ترجمہ

علاوہ ازیں خاص طور پر سمجھنے کی یہ بات ہے کہ جس طرح مردوں کی ضمیر سے نازل ہونے والی آیت میں ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شامل ہونا سرکارِ دو عالم کا خاصہ ہے اسی طرح صاحبزادی رسول اور ان کے بیٹوں اور شوہر کا شامل ہونا بھی سرورِ دو عالم کا خاصہ ہے۔

اور یہ امر جمہور فقہاء کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ اگرچہ اولاد کا انتساب اپنے باپ کی طرف ہوتا ہے تاہم یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹی کی اولاد کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔

وقد ذکر الفقہاء من خصائصہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم انه ینسب الیہ اولاد یناتہ۔

﴿الحاوی الفتاویٰ﴾

اور جب کسی آیت کی تفسیر خود صاحب قرآن نے بیان فرما رکھی ہو تو آج چودہ صدیاں بعد کسی سر پھرے کے پیٹ میں بل اٹھنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

آیتِ تطہیر کے متعلق بالوضاحت اور وجدانی بحث دیکھنا ہو تو ہماری تصنیف البتول کا مطالعہ کریں اور انہی الفاظ پر یہ بیان ختم کیا جا رہا ہے کیونکہ مثلاً شیان حق کے لئے یہ استدلال بھی کافی ہے۔

امام حسین سے منسوب غلطیاں

اب جبکہ ثابت ہو چکا ہے کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام آیت تطہیر میں شامل ہیں تو اس نص قرآنی کے بعد عباسی وغیرہ کے پاس ایسی کون سی دلیل باقی ہے جس کے ماتحت وہ شہزادہ گلگلوں قبا کو لالچی ضدی خاٹی جھگڑاوا اور معاذ اللہ بیعت یزید نہ کرنے کے جرم میں جاہلیت کی موت مرنے والا اور جہنمی وغیرہ کہہ سکیں۔

قرآن میں ارشاد خداوندی ہے کہ محبوب اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ

آپ کے اہل بیت سے ہر قسم کی آلودگی کو دور کر دے۔

حضور سرور دو عالم حضرات حسین علیہ السلام اور ان کے والدین کو کملی مبارک میں چھپا کر بارگاہ الہی میں عرض کرتے ہیں یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے ہر آلودگی کو دور رکھ کر انہیں خوب پاکیزہ فرما دے۔

ان نصوص کی موجودگی میں امام عالی مقام کی شان اقدس پر حرف گیری کرنا کفر صریح اور دین اسلام سے برگشتگی نہیں تو اور کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یرید اللہ یعنی اللہ کا یہ ارادہ ہے کہ تمہیں ارجاس سے پاک کر دے تو کیا اللہ تعالیٰ کا ارادہ فرمالینا ہی کافی نہیں ہے جبکہ کسی بھی کام کے پورا ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارادہ فرمالینا ہی کافی ہے اور اس پر قرآن کی گواہی ہے کہ۔

اذا اراد الله شيئا كن فيكون۔ ادھر یرید اللہ ہے ادھر اراد اللہ

ہے کہا اور ہو گیا۔

اور پھر اس بشارت خداوندی کے بعد مستزاد یہ کہ سید الانبیاء حضور پر
نور احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسین علیہ السلام کو کملی میں
لے کر بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ میرے اہل بیت ہیں
ان سے ار جاس و آلودگی کو دور رکھ۔ تو کیا امام الانبیاء علیہ تحیة
والشئنا کی یہ مبارکہ دعا شرف قبولیت کو پہنچی کہ نہیں؟

کیا کوئی مسلمان یہ گمان کر سکتا ہے کہ محبوب خدا کی دعا قبول نہیں
ہوئی جبکہ آپ سے بڑھ کر دونوں عالم میں کوئی مستجاب الدعوات پیدا ہی
نہیں ہوا۔

رجس کیا ہے

اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ رجس کیا ہے جس سے اس خانودہ
تقدیس و عظمت کو علیحدہ رکھا گیا تو اس کے متعلق بھی طویل ترین مباحث
ہمارے سامنے موجود ہیں مختصر یہ کہ

قال ابن عطية والرجس اسم يقع على الاثم

والعذاب وعلى النجاسات

وقال امام نوى: قیل هو شك وقیل العذاب و

قیل الاثم

وقال الزهري: الرجس اسم لكل مستنذر من

عمل وغيره

﴿اشرف الموبدص﴾

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ رجس کا وقوع ہے اوپر گناہوں کے عذاب کے
اور اوپر نجاتوں کے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ کہا رجس شک کو اور کہا عذاب کو اور کہا گناہ کو
زہری کہتے ہیں کہ رجس اعمال وغیرہ کے تمام گناہوں کا نام ہے نیز
اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ رجس کے معنی۔

پلیدی، گناہ کفر اور ہر برا کام ہے

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رجس عمل
شیطان ہے اور ہر وہ کام ہے جو رضائے الہی کے خلاف ہو اور رجس
شک اور برائی کو کہتے ہیں۔

وقال ابن عباس یعنی عمل الشيطان ما ليس

لله فيه رضا وقيل الرجس الشك وقيل السوء

﴿خازن ج ۵ ص ۲۱۱ معالم ج ۵ ص ۲۱۱﴾

بہر حال یہ مسلمہ امر ہے کہ رجس گناہ اور برائی اور ہر اس کام کو کہتے
ہیں جو رضائے خدا کے خلاف ہو اور یہ قرآن و حدیث کی نصوص سے ثابت
ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو رجس سے

مکمل طور پر علیحدہ کر کے طاہر اور مطہر فرما دیا ہے۔

کہاں ہے عباسی اور اسکی تے چائے والا ابن یزید اور سلیمان جو بتائے کہ کیا ایسی عظیم المرتبت ہستی کے کسی اقدام کو جرم و خطا کا نام دیا جاسکتا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ ان کی موت معاذ اللہ جاہلیت کی موت اور خودکشی کے مترادف ہے۔

حسین تو محفوظ ہیں

کیا ایسی برگزیدہ شخصیت کو جسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خالق کائنات نے گناہوں سے محفوظ فرما دیا ہو یہ کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی والدہ کو بھی فرما دیا تھا کہ بیٹی نیک اعمال کر لو پھر حسین علیہ السلام کس شمار و قطار میں ہے۔

ہمیں تو حیرت ہے کہ یہ نام نہاد محققین کا ٹولہ یا تو اسلام کا قلاوہ گردن سے اتار پھینکنا چاہتا ہے یا پھر یہ لوگ بالکل ہی اندھے ہو چکے ہیں اور انہیں محبت یزید پلیدی نے بصارت و بصیرت سے قطعی طور پر محروم کر دیا ہے کیا تاریخ اسلام کو تانناک بنانے کا یہی طریقہ باقی رہ گیا تھا کہ اسلام کی اعلیٰ ترین اقدار کو جرم و گناہ اور خطائے اجتہادی کا نام دے دیا جائے تو عیسائی مورخوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھنا بھی غلط قرار دے دیا جائے۔

اس سے بڑھ کر بددینا حتیٰ اور اسلام کے منافی قرار دے دیا جائے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ امام حسین علیہ السلام کو آیت تطہیر میں تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شامل نہ بھی کرو تو جب بھی آپ کی تقدیس و عظمت وہی مینارۂ نور ہیں جہاں تک تمہاری خرافات کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

خارجیوں کا استدلال

تم یہ استدلال پیش کرتے ہو کہ یزید خلیفہ برحق تھا اسکی اطاعت ضروری امر تھا اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق جو امیر کی اطاعت سے نکل گیا اور اسکی بیعت کئے بغیر مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ ایسی موت مرنے والا دوزخی ہے اس لئے اس کی لاش کو بغیر دفن کئے چیلوں گدھوں اور کتوں کے لئے چھوڑ دو۔

ہم پوچھتے ہیں کہ ان روایات کا اطلاق امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام پر کر کے تم کافر ہوئے کہ نہیں؟

یاد رکھو کہ جو شخص شہزادہ رسول کے متعلق اس قسم کا گمان بھی کرے وہ دین اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے اور تم صرف یہ کہ ارتکاب کر چکے ہو بلکہ بدترین کافر ہو چکے ہو اور یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ نص قرآنی سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص بہتان کفر باندھے جو کافر نہیں تو اس کا کفر اسی پر لوٹ آتا ہے۔

تم کہتے ہو حسین علیہ السلام کس شمار و قطار میں ہے اور اس کی موت جاہلیت کی اور دوزخیوں کی موت ہے معاذ اللہ وہ باغی تھا اور شریعت میں ایسے باغی کی لاش کو دفنانا منع ہے اور اسے چیلوں اور کتوں کے لئے چھوڑ دینا چاہیے۔ معاذ اللہ۔ اور پھر خود کو مسلمان بھی سمجھتے ہو اور اہل سنت ہونے کے بھی دعویدار ہیں۔ کیا حسین علیہ السلام کا تذکرہ اس انداز سے کرنا سنت رسول ہے بد نصیبو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حسین علیہ السلام کی آمد پر خطبہ چھوڑ کر منبر سے اتر آتے تھے حسین علیہ السلام کو کاندھے پر بٹھا کر ان کے ہاتھوں میں اپنی واپیل زلفیں پکڑ کر ان کا گھوڑا بن جاتے تھے اور نعم الراکب ہندہ فرماتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے تھے جس نے حسین علیہ السلام سے لڑائی کی اس نے ہم سے لڑائی کی تو تم حسین علیہ السلام سے لڑنے والے کو پیدا کنشی جنتی کہہ رہے ہو تم خود کو اہل سنت کس طرح کہہ سکتے ہو جبکہ تمہارا مسلمان ہونا ہی مشکوک ہو چکا ہے۔ توبہ کے دروازے تو بند نہیں لیکن تمہارا توبہ کی طرف لوٹ آنا اب ممکن نہیں رہا کیونکہ دشمن آل رسول کو اللہ توبہ کی بھی توفیق نہیں دیتا۔

دلیل پر دلیل

بہر حال ہم تمہاری ان خرافات کا بار بار اعادہ کرنا بھی گناہ سمجھتے ہیں

اس لئے تمہارے استدلال کو توڑنے کے لئے صرف اشاروں اور کنایوں سے ہی کام لیں حقیقت یہ ہے کہ جو روایات تم لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کے خلاف استعمال کی ہیں وہ سب کی سب تو یزید پلید کی ناجائز امارت پر شاہد عدل ہیں کیونکہ

امام عالی مقام شہزادہ رسول صلی علیہ وآلہ وسلم سید امام حسین علیہ السلام کا یزید کی بیعت کرنا اس امر کی واضح ترین دلیل ہے کہ یزید کی حکومت عند الشرح قطعاً طور پر غلط تھی۔

اور یہ اس طرح کے اگر امارت یزید پلید درست ہو تو اس کی بیعت امام حسین علیہ السلام کے لئے ضروری تھی ورنہ آپ کی موت جاہلیت اور جہنمیوں کی موت ہوتی۔

مگر امام حسین علیہ السلام کی موت نہ جاہلیت کی موت ہے اور نہ جہنمیوں کی موت ہے نہ باغیوں کی موت اور نہ مجرموں کی موت بلکہ آپ کی موت شہادت کی موت ہے شرفیوں اور مجاہدوں کی موت ہے ایمانداروں اور جنتیوں کی موت ہے نہ صرف جنتیوں کی موت بلکہ جنت کے سرداروں کی موت ہے اس لئے کہ حسین علیہ السلام کو تو تاجدار مدینہ اور صاحب شریعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں ہی جنت کے جوانوں کی سرداری کا تاج پہنا رکھا ہے۔

کیا اس سے بڑھ کو بھی دیوانگی کی کوئی اور صورت ہو سکتی ہے کہ جس

برّزیدہ ہستی کو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے جوانوں کا سردار
 کہے اس کی موت کا معاذ اللہ جہالت کی موت کہا جائے اور جس کی شہادت کا
 تصور کر کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنسوؤں کی برسات کر
 دی ہو اسے باغی اور خاطی قرار دے دیا جائے۔

یہ حدیث

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال
 الحسن والحسين سيد الشباب اهل الجنة

﴿ترمذی جلد دوم ص ۲۲۷﴾

﴿ابن ماجہ ص ۱۱﴾

﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۲۵﴾

﴿مسند احمد جلد سوم ص ۶۴، ۸۲ جلد پنجم ص ۳۹۱﴾

﴿مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۶۴۵﴾

﴿اشتعة للمعات جلد چہارم ص ۶۹۶﴾

﴿الاصابہ جلد اول ص ۳۲۹﴾

﴿استعیاب جلد اول ص ۳۷۵﴾

﴿مرآة شرح مشکوٰۃ جلد ہشتم ص ۴۷۵﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس واضح ترین فرمان اقدس

کے بعد کہ حضرات حسن و حسین علیہما السلام جنت کے جوانوں کے

سردار ہیں کسی سر پھرے کا ان پر بغاوت وغیرہ کا الزام لگانا محض جہالت اور حقائق سے گریز ہے جنت کی سرداری اس شخص کو کیسے مل سکتی ہے جو ولی اللہ بھی نہ ہوں اور دنیاوی جاہ و جلال کا متوالا بھی ہو دنیاوی حکومت کا بھوکا بھی ہو اور سرکش و باغی بھی ہو لیٹر اور ڈاکو بھی ہو دوسروں کا حق بھی چھیننا پھرتا ہو دین میں فتنے بھی پیدا کرتا پھرے اور بزرگوں کا کہا بھی نہ مانے۔

اب یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا امام حسین علیہ السلام کے متعلق خارجیانہ تصورات لغو اور باطل ہیں اور یا پھر یہ کہنا پڑے گا کہ معاذ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر بخت اور جنت کے جو انوں کی سرداری کا کوئی معیار نہیں تھا اور مخرصادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غلط آدمی کے لئے یہ اعزاز عظیم مقرر کر دیا ہے معاذ اللہ کیونکہ جنت کے نو جو انوں کی سرداری کا خلعت کوئی معمولی اعزاز تو نہیں جو ہر شخص کو عطا ہو جاتا ہے تو اسے ہی مل سکتا تھا جو اس کا اہل ہو اپنے غلاموں سے ہر خوبی میں بہتر و برتر ہو اس کا تقویٰ و طہارت اور اس کی عبادت و ریاضت ان سب سے بڑھ کر ہو جن کا وہ سردار ہے یہی نہیں بلکہ یہ اعزاز تو صرف اسی ہستی کو مل سکتا ہے جس نے دوسرے سب لوگوں سے بڑھ کر آخرت کو دنیا پر ترجیح دے رکھی ہو۔

اور اس کا کردار مکمل طور پر بے داغ اور ہر دنیاوی آلائش سے پاک

ہو۔

اگر سرکارِ دو عالم کا یہ فرمان درست ہے تو پھر یہ عقیدہ رکھنا پڑے گا

کہ جناب امام حسین علیہ السلام کا چیلنا، پھرتنا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، ہر کام اور ہر بات رضائے الہی کے تابع اور منشاءِ خداوندی کے عین مطابق ہے۔

تعصب کی عینک

ہم اس امر کا متعدد بار اظہار کر چکے ہیں کہ معاندین سببِ رسولِ بصارت و بصیرت سے قطعی طور پر محروم ہو چکے ہیں اور انہیں کچھ نہ کچھ نظر آتا بھی ہے تو وہ تعصب اور بددیانتی کی عینک کا صدقہ ہے ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مشروط فرمانِ مغفرت کے پیش نظر یزید کو پیدا کئی جنتی، صحابہ کا امام، صحابہ کا امیر، امیرِ عظیم فاروق ثانی امیرِ امویین امامِ مجاہدین یگانہ روزگار اور رشد و ہدایت کا آفتابِ محدث و فقیہہ اور عابد و زاہد بنا کر پیش کیا جاتا اور جس کے متعلق حضور آقائے نامدارِ تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نوجوانِ جنت کی سرداری کی بشارت دی ہو اسے سراپا جرم و خطا اور سزاوارِ جہنم تک کہہ دیا ہو بس یہ سارا کمالِ تعصب کی جنوں خیزی کا عطا کردہ ہے۔

ورنہ شہزادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں تو اس قدر صراحت کے ساتھ صحیح تر روایات کا ذخیرہ موجود ہے کہ جس کے اظہار کے لئے سینکڑوں صفحات بھی کم ہیں بہر حال ہم ان میں سے چند روایات ہدیہ قارئین کرتے ہیں تاکہ حق و باطل کا واضح امتیاز ہو جائے یزیدیوں نے اس

مقدس ذات پر حرف گیری کی ہے جس کے متعلق دل میں ذرہ برابر بھی برا گمان آجائے تو ایمان کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

مقام حسین نگاہ رسول میں

قارئین دور روایات ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کا آستہ تطہیر میں شامل ہونا اور نوجوانان جنت کا سردار ہونا صحیح احادیث کی صورت میں ثابت ہے اب آپ اس سلسلہ میں مزید روایات ملاحظہ فرمائیں۔

ہم تم سے تم ہم سے

حضرت یعلیٰ ابن مرثد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسین علیہ السلام مجھ سے ہیں اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے جو حسین علیہ السلام سے محبت کرے حسین علیہ السلام اسباط میں سے ایل سبط میں عربی متن ہے۔

عن یعلیٰ بن مرثد قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین علیہ السلام
منی وانا من الحسین احب اللہ من احب
حسینا حسین علیہ السلام سبط من الاسباط

﴿ نور الابصار صفحہ ۱۱۹ ﴾

﴿ ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۴۲ ﴾

﴿مشکوٰۃ جلد دوم ص ۶۹۲﴾

﴿اشعة اللمعات جلد چہارم ص ۵۹۵﴾

﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۲۰۶﴾

کیا دنیا کا کوئی خارجی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کا کوئی عظیم اعزاز یزید بد بخت کے لئے بھی مقرر فرمایا ہو۔

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسے کو یہ بھی فرماتے ہیں حسین علیہ السلام ہم سے ہیں اور یہ اعزاز بھی دیتے ہیں کہ ہم حسین علیہ

السلام سے ہیں یہی نہیں بلکہ محبان حسین علیہ السلام کو بشارت رہتے ہیں کہ جو میرے حسین علیہ السلام محبت کرے خدا تعالیٰ اس سے محبت کرے اور یہی

نہیں بلکہ آپ فرماتے ہیں حسین علیہ السلام اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔
شاریحین حدیث نے سبط کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سبط وہ

درخت ہے جس کی جڑ ایک اور شائخیں لا تعداد ہوں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو اس لئے اسباط کہا گیا ہے کہ ان سے آپ کی بہت زیادہ

نسل مبارک چلی اور اس کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح فرمایا
وقطعاً ہم اثنا عشر اسباطاً

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے طور پر ان کا متعدد بار ذکر

اسباط ہی کے نام سے کیا ہے یہی وجہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نواسے کو سبط کہہ کر پکارا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک کو

بکثرت کے ساتھ امام حسین ہی سے چلنا تھا۔ رئیس المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

اسباط جماعت و فرزدان یعقوب علیہ السلام و اسباط از بنی اسرائیل چنانچہ قبائل از عرب و سبط بالتحریک دراصل ورنختے کہ اور اشناہمائے بسیار باشند و بچے دے یکے و تسمیہ حسین علیہ السلام بہ سبط اشاروں است بانکہ منسوب میگردد از نسل دے خلق کثیر۔

﴿اشعة اللمعات ج ۳ ص ۲۹۵﴾

بہر حال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنی ذات سے منسوب کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ حسین علیہ السلام کی شان میں کسی قسم کی بدگوئی براہ راست رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کے مترادف ہے۔

واللہ انہ محبت

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں جناب حسن اور جناب حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے انہوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں زیب تن فرما رکھی تھیں۔ اور وہ چلتے چلتے گر پڑتے تھے ﴿ان کو گرتے دیکھا تو امام الانبیاء سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ

چھوڑ دیا اور منبر سے نیچے اتر آئے اور ان دونوں کو گود میں اٹھالیا اور اپنے سامنے بیٹھا کر ارشاد فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہاری اولاد اور تمہارے مال آزمائش میں ہیں ہم نے ان دونوں بچوں کو گرتے دیکھا تو ہم صبر نہ کر سکے حتیٰ کہ ہم نے اپنی بات قطع کرتے ہوئے ان کو اٹھالیا۔ متن یہ ہے۔

عن بریدہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم یخطبنا اذ جاء الحسن والحسین
علیہما قمیصان احمران یمشیان ویعثران
فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم من المنبر فحملہما ووضعہما
بین یدیه ثم قال صدق اللہ انما امر الکم
واولادکم ففتنة نظرت النبی ہرین الصبیین
یمشیان ولیعثران فلم اصبر حتی قطع حد
یثنی ورفعتہما

﴿ترمذی جلد دوم ص ۲۲۱﴾

﴿مشکوٰۃ جلد دوم ص ۲۲۲﴾

﴿البدایۃ والنہایۃ جلد ہشتم ص ۲۰۵﴾

﴿البروداؤ "لمعات" اشعة اللمعات﴾

﴿جلد چہارم ص ۲۹۵ نسائی مسند احمد﴾

یہ ہے سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والہانہ محبت اپنے نواسوں

سے کہ ان کو گرتے دیکھا تو خطبہ چھوڑ دیا۔ جن مقدس ہستیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت و محبت کا یہ عالم ہو جنہیں حضور اپنی اولاد کہہ کر قرآن کی آیت سے استدلال قائم کریں ان کے مقابلہ میں یزید پلید کی قصیدہ خوانی کرنا بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے۔

آنسو رسول کے

سید ہام الفضل بنت حارث زوجہ عباس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آج رات ایک بھیانک خواب دیکھا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ہے؟

عرض کی حضور بہت ہی خطرناک ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے عرض تو کرو تو انہوں نے عرض کی کہ میں نے دیکھا جیسے آپ کے جسم انور کا ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آ گیا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ میری بیٹی فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر لڑکا پیدا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں رہے گا۔

چنانچہ جناب فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر صاحبزادہ پیدا ہوا اور رسول اللہ کے فرمان کے مطابق میری گود میں رہتا اور پھر میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بچے کو آپ کی

گود میں دیا اور ذرا سا خیال ہت جانے کے بعد جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ آپ روتے کیوں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں جبریل نے آ کر خبر دی ہے کہ میرے بیٹے کو میری امت شہید کرے گی ہم نے پوچھا کہ اس کو؟

تو اس نے کہا۔ تو پھر جبریل نے وہاں کی سرخ مٹی بھی ہمیں لا کر

دی۔ مثنیٰ یہ ہے۔

عن ام الفضل بنت الحارث انہار خلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی رائت حلما منکر اللیلة قال ما هو؟

قالت انه شدید قال وما هو قالت رائت کان قطعة من جسدک قطعتم ووضعت فی حجری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئت خبر اتلہ فاطمة النشاء اللہ غلاما یکون فی حجرک فولدت فاطمة الحسین فکان فی حجری کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد خلت یوما علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوضعت فی حجری ثم کانت منی التفافا فاذا عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تهریقان الدموع قالت فقلت یا نبی اللہ یا بی

انت وامی مالک؟

قال اتانی جبریل علیہ السلام فاخبرنی ان

امتی ستقتل ابنی هذا فقلت هذا؟

قال نعم واتانی بقربتہ حمراء

﴿المستدرک جلد سوم ص ۱۷۷﴾

﴿مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۲۹۲﴾

﴿مرآة جلد ہشتم ص ۴۹۱﴾

﴿ماثیة بالسنۃ ص ۶۳۹﴾

﴿اشعة اللمعات جلد چہارم ص ۷۰۰﴾

﴿مسند احمد جلد اول ص ۸۵﴾

﴿جلد سوم ص ۶۳۲، ص ۲۶۵، جلد ششم، ص ۲۹۲﴾

ان آنسوؤں کی قیمت

قارینا ندازہ فرمائیں کہ جس شہزادہ کو نبین کی شہادت مبارکہ کا تصور کرتے ہو بھی تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمانی مبارک سے آنسوؤں کے ساتے پھوٹ نکلیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ جس کی شہادت کی خبر دیئے کے لئے جبریل کو مامور فرمائیں اسے عام لوگوں میں شمار کرنے کا کیا جواز ہے اور اس شہادت عظمیٰ کو ایک اتفاقِ حادثہ کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے جس کا ازل سے ہی اس قدر اہتمام اللہ تعالیٰ نے کر رکھا ہو۔

ہمیں تو ان لوگوں کی عقلوں پر افسوس ہو رہا ہے جو یہ باور کرانے

کے درپے ہیں کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو فلاں جلیل القدر صحابی نے کوفہ جانے سے روکا اور آپ کے فلاں رشتہ دار نے اس فتنہ انگیزی سے منع کیا اور آپ کو فلاں نے ہاتھ جوڑ جوڑ کر سمجھانے کی کوشش کی مگر آپ اپنی ضد پر اڑے رہے آپ کوفہ والوں کے خطوط فخریہ طور پر لوگوں کو فرماتے اور ہر قیمت پر یزید کج خیلا فحاذ آرائی کے منصوبہ کو محض حب جاہ کے لئے پورا کرنے پر تلے ہوئے تھے اور آپ نے معاذ اللہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امت کو فتنوں میں مبتلا کرنے کے لئے فتنوں کا دروازہ کھول دیا۔

اس قسم کے تاثرات پھیلانے والے لوگوں کو محققین کی صف میں شمار کرنا انصاف و دیانت کی گردن پر چھری پھیرنا نہیں تو اور کیا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ مخبر صادق اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت کے آنسوؤں کی یہی قدر و قیمت ہے کہ ان کے امتی ہونے کا لیبیل بھی چہروں پہ چپکایا جائے اور انکی دی ہوئی خبروں کا بھی تمسخر اڑایا جائے۔

جس شہادت کی خبر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بذریعہ جبریل امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے ظہور سے بیچاس برس پہلے بھیج رکھی تھی اسے کسی بھی بڑے سے بڑے صحابی کے مشورے سے کس طرح ملتوی کیا جاسکتا تھا۔ اور امام حسین علیہ السلام یہ جانتے ہوئے بھی کہ مشیت الہیہ کا پروگرام کیا ہے اپنے سفر سے رک جانا کس طرح گوارا کر سکتے تھے؟

اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ایک فتنہ انگیز، باغی لٹیر اور ضدی انساب کی شہادت کے تصور سے بے شاکستہ رودئے تھے اور حیرت سے جبریل پر سوال کرتے تھے کہ میرے اس بیٹے کی شہادت کی خبر دے رہے ہو جو میری گود میں ہے۔

حقیقت یہ کہ جس رسول مقدس کا ہر سانس رضائے الہی کے تابع ہو وہ کسی باغی اور لٹیرے کی موت پر غم کے آنسو ہرگز نہیں بہا سکتا تھا اور وہ بھی اس صورت میں کہ اس واقعہ کے ظہور میں آنے سے نصف صدی پہلے۔

اور پھر جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرزمین کو بلا کی سرخ مٹی پیش کرنا اور دیگر روایات کے مطابق اس کو سونگھ کر آپ کافر مانا کہ اس سے کرب و بلا کی بو آتی ہے انتہائے غم نہیں تو اور کیا ہے جس کی موت کے تصور سے امام الانبیاء کی آنکھیں چھلک جائیں اور غم کے پہاڑ ٹوٹ جائیں اسے مجرم اور باغی کے نام سے یاد کرنے والوں کو شرم آنی چاہیے اس لئے کہ شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت میں نقائص تلاش کرنا تاجدار مدینہ کے آنسوؤں کی توہین جن کے ایک قطر کی قیمت دونوں جہانوں کی دولت بھی کفایت ہے اور خاص طور پر یاد رکھنے کی یہ بات ہے کہ یہ روایت صحیح کتب احادیث میں آئی ہے اور محدثین نے اس کی صحت پر ہر دور میں مہر تصدیق ثبت کی ہے اور یہ ہرگز ایسی روایت نہیں جسے شیعوں کی من گھڑت قرار دیا جائے اور نہ ہی اسے ابوحنیف اور طبری کا سہارا لے کر کذب و افتراء کا پلندہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

یہ محبت یہ پیار

﴿۱﴾ ابو الحسن بن ضحاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لعاب اس طرح چوس رہے تھے جیسے کوئی شخص کھجور کو چوستا ہے۔

ورسی ابو الحسن بن الضحاک عن ابی
ہریرۃ قال رايت رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم يمتص لعاب الحسين كما يمتص
الرجل الثمرة

﴿نور الابصار ص ۱۲۹﴾

﴿۲﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا گیا کہ آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ کون پیارا ہے تو آپ نے فرمایا حسن اور حسین اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرماتے کہ میرے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ اور پھر ان کو سونگھتے اور اپنے ساتھ لیٹا لیتے۔

عن انس قال سئل رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم اي اهل بيتك احب اليك قال
الحسن والحسين وكان يقول لفاطمة ادعيلي
ابني فيشملها ويشملها اليه

﴿ترذی جلد دوم ص ۲۲۷﴾

﴿مکتوٰۃ جلد دوم ص ۶۹۳﴾

﴿اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۶۹۵﴾

﴿مرآة جلد ہشتم ص ۴۷۸﴾

﴿صواعق محرقة ص ۱۹۲﴾

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلس فی المسجد فقال ابن لکع فجاء الحسين یمشی حتی سقط فی فعل اصابعہ فی لحيۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمہ ای الحسين فا دخل فاه فی فیہ ثمر قال اللهم انی اہبہ فا حبه وا حب من یحبہ.

﴿نور الابصار ص ۱۳۹﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ نے فرمایا بچہ کہاں ہے پس جناب حسین علیہ السلام چلتے ہوئے آئے اور آپکی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں نانا جان کی ریش مبارک میں پھیرنے لگے اور پھر حسین علیہ السلام نے اپنا منہ کھولا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے منہ میں اپنی زبان

میں اپنی زبان بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس سے محبت کرتا ہوں تو
بھی اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔

اسی طرح ابو ہریرہ کی دوسری روایت میں ہے کہ امام حسین علیہ
السلام کو حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھوں میں پکڑ کر پہلے ان
کے پاؤں دکھے اور پھر اپنے سینے پر رکھ کر بوسہ دیا اور دعا فرمائی کہ یا اللہ میں
اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر:-
عربی متن یہ ہے۔

علیہ وآلہ وسلم وهو آخذ بکفی حسین وقد
ماہ علی قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم وهو یقول ترق عین بقہ قال فرقی الغلام
حتى قضع قدمیہ علی صدر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم قال له رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
افتح فاک ثم قبلہ ثم قال اللهم احبه فانی
احبه

﴿الاستیعاب جلد اول ص ۳۸۲﴾

کیوں سنو گھنٹے تھے

تاجدار عرب و عجم امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے نواسوں

سے یہ والہانہ پیار ہم ہم سے کس بات کا اقتضا کرتا ہے یہ نام نہاد محققین کو سوچ بتانا چاہیے۔

جن سے تاجدار انبیاء کی محبت کا یہ عالم ہو کہ ان کو دیکھے بغیر آپ بے قرار ہو جائیں اور یہ ارشاد فرمائیں کہ میرے بیٹوں کو لاؤ اور ان کو سونھگ کو سینے سے لپٹالیں ان سے بغض رکھنا محبت رسول کی توہین و تنقیص نہیں تو اور کیا ہے حضور تو فرماتے ہیں کہ مومن ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ ہم کو ماں باپ اولاد اور تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھے اور تو وہی ہو سکتا ہے جا کی ہر ادا کو محبوب رکھا جائے چہ جائے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تنقید کی جائے اور محبت محبوب میں نقائص تلاش کئے جائیں۔

جس کے لعاب ذہن کو محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبریا چاہتے ہیں اس کے خمیر کی پاکیزگی اور فطہر اہی طہارت کا انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے کیا حضور امام الانبیاء اپنے شہزادوں کو بچے سمجھ کر سونگھتے تھے نہیں بلکہ آپ تو اپنے نواسوں سے اجساد اطہر میں بسی ہوئی جنت کی خوشبوؤں کو سونگھتے تھے عام بچوں کو سونگھنے کا کیا جواز ہے سونگھا تو اسے جاتا ہے جس میں خوشبو ہو۔

محبت ہی محبت

یہی نہیں بلکہ حسین علیہ السلام تاجدار انبیاء کے پاس آتے تو والہانہ

اپنی گود کھول دیتے اور حسین علیہ السلام نانا کی آغوش میں بیٹھ کر آپ کی ریش مبارک سے کھیلنا شروع کر دیتے تو اسہ کی معصومانہ نگاہوں پر نانا کو اس قدر پیارا آتا کہ آپ ان کے منہ میں اپنی زبان ڈال دیتے اور پھر دعا فرماتے یا اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرے۔

میزان قائم کر دیا

اور پھر تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک میزان قائم فرمادیا تاکہ حسین علیہ السلام کریمین سے محبت کرنا دراصل ہم سے محبت کرنا ہے اور ان سے بغض و عداوت رکھنا حقیقت میں ہم سے دشمنی رکھنا ہے اور ان کی محبت ہماری محبت اور ان کی دشمنی ہماری دشمنی ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی حسن و حسین علیہ السلام سے محبت کرتا ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے۔

عن ابو ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضہما فقد ابغضنی

﴿ مسند احمد جلد دوم ص ۵۳۱، ۵۳۲ ﴾

﴿ ترمذی جلد دوم ص ۲۴۱ ﴾

﴿ مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۶۵ ﴾

﴿ اشعة الممعات جلد چہارم ص ۲۹۲ ﴾

﴿ مرآة جلد ہشتم ص ۴۷۶ ﴾

اور پھر اس مسئلہ کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی ہماری بیٹی فاطمہ الزہرا اور ان کے شوہر حیدر کرار اور ان کے بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جمعین سے صلح رکھے گا اس کی ہمارے ساتھ صلح ہے اور جو انکے ساتھ لڑائی کرے گا اس کی ہمارے ساتھ لڑائی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے۔ کہ

عن ایسی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم النی علی
والحسن والحسین والفاطمہ فقال انا حرب
لمین حاربکم سلم لمن سآلکم

﴿ البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۳۵، ۳۰۵ ﴾

﴿ صواعق المحرقہ ص ۱۸۷ ﴾

﴿ اشعة الممعات جلد چہارم ص ۲۹۱ ﴾

﴿ ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۴۹ ﴾

﴿مراۃ جلد ششم ص ۳۶۹﴾

﴿مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۶۳۲﴾

حکم کا راستہ

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فیصلہ فرما رکھا ہے کہ بغض حسین علیہ السلام جہنم میں داخلے کی دلیل ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسن و حسین میرے بیٹے ہیں جس نے ان سے محبت کی اس نے ہم سے محبت کی جس نے ہم سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی وہ جنت میں داخل ہوا۔

اور جس نے حسن و حسین سے بغض رکھا اس نے ہم سے بغض رکھا جس نے ہم سے بغض رکھا اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا وہ جہنم میں داخل ہوا۔

ان سلیمان قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الحسن والحسين ابناي من احبهما احبني ومن احبني احبه الله ومن احبه الله دخل الجنة ومن ابغضهما ابغضني ومن ابغضني ابغضه ومن ابغضه ادخله النار.

﴿المستدرک للحاکم جلد سوم ص ۱۶۶﴾

کتب احادیث میں اس قسم کی روایات مزید کئی طریقوں سے بھی موجود ہیں جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیارے محبوب حضور رحمة اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حیدر کرار جناب فاطمة الزہرا جناب حسن اور جناب حسین علیہم السلام کی محبت کو اپنی ذاتی محبت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں بار بار دعا فرمائی ہے کہ یا اللہ میں حسین علیہ السلام سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور تو ان سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرے۔

امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کی عظمت کے لئے یہ معمولی بات نہیں ہے کہ امام الانبیاء ان کے لئے خدا تعالیٰ سے بھی محبت طلب کرتے ہیں اور مخلوق خدا کے لئے بھی یہ معیار قائم کرتے ہیں۔ کہ میرے نواسے سے محبت کرو گے تو خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔

کیونکہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں یقیناً شرف قبولیت کو پہنچ چکی ہیں اور یقیناً خدا تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب سے محبت فرماتا ہے۔

ان روایات کی روشنی میں قطعی وضاحت ہو جاتی ہے کہ امام حسین سے محبت کرنا عین منشاء خدا اور رسول ہے اور ان سے بغض و عداوت رکھنا عین خدا اور رسول کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا ہے ان سے صلح خدا اور رسول سے صلح اور ان سے جنگ کرنا اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کے مترادف

ہے۔

اب دشمنان حسین علیہ السلام اور حامیانہ یزید علیہ السلام کو فیصلہ کر لینا چاہیے کہ حسین علیہ السلام کسی شمار و قطار میں ہے کہ نہیں۔

تم کہتے ہو حسین علیہ السلام راہ حق سے بٹھک کر یزید کے مقابلہ میں آئے تھے مگر رسول برحق ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کی دشمنی کو اپنی دشمنی سے موسوم کرتے ہیں۔

تم کہتے ہو یزید کو اپنی حکومت کے تحفظ کے لئے ایسا اقدام ضروری تھا کہ حکومت کے باغیوں اور سرکشوں کے سر قلم کر دئے جائیں۔

مگر حضور سرور دو عالم فرماتے ہیں جس نے حسین کے ساتھ صلح رکھی اس کی ہمارے ساتھ صلح ہے اور جس نے حسین کے ساتھ جنگ کی اس نے ہمارے ساتھ جنگ کی تو اس صورت میں حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے اور کرنے والوں کی وقالت کرنا جہنم کا راستہ نہیں تو اور کیا ہے؟

کسی بھی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ وہ اپنی پسند چھوڑ کر رسول کی پسند کو ترجیح دے اور اپنی رضا کو خدا اور رسول کی رضا کے تابع کر دے یہ کہاں کی مسلمانی ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس کا محبوب پسند کرتا ہو اور اس سے محبت کرتا ہو اس سے خود بھی اظہارِ شکر کیا جائے اور دوسروں کو بھی درسِ نفرت دیا جائے۔

امام حسین محبوبِ خدا کے محبوب ہیں ان سے مبالغے کے ساتھ بھی

محبت جائز ہے۔ چہ جائیکہ ان پر الزام تراشیوں اور بہتا توں کا نام خدمت اسلام اور تحقیق رکھ دیا جائے اسلام کے نام پر تحقیق کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسلام کے مسلمہ اصول و ضوابط کو پامال کرتے ہوئے بنیاد تحقیق رکھی جائے۔ اور پھر تحقیق بھی تو ہو دامن میں تو بے ایمانی اور بددیانتی کے سوا کچھ بھی نہیں تحقیق کیا ہے؟

عبارات کو قطع برید کرنے اور سو فیصدی کذب سرائی کا نام تحقیق کب ہو سکتا ہے یہ تو بس تو شہہ جنہم اور جھوٹی شہرت کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔

تم نے شبیر علیہ السلام پر طعن و تشنیع کے تیر برسہا کر شبیر کے نانا کو واضح طور پر ازیت دی ہے۔ حضور سرور عالم کا ارشاد ہے کہ جس نے ہمارے ایک بال کو بھی ازیت دی اس نے ہمیں ایذا دی۔ اور حسین علیہ السلام تو حور کے گوشت کے ٹکڑا کو ٹکڑا ہیں حسین علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کر کے ان کو ایذا دینے والو تم نے درحقیقت اللہ کے رسول کو ایذا دی ہے جب کہ اللہ و رسول کو ایذا دینے والوں پر قرآن نے لعنت فرمائی ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلہم عذابا مہینا

﴿الاحزاب ۵۷﴾

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے

ہیں ان پر اللہ لعنت کرتا ہے۔ دنیا و آخرت میں ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے

دو پھول محمد عربی کے

تاجدار انبیاء علیہ تحیۃ و الثناء اپنے شہزادوں جناب سیدنا حسن علیہ السلام اور جناب سیدنا حسین علیہ السلام کو فرماتے تھے کہ یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں چنانچہ یہ روایت متفق علیہ صحیح اور تواتر سے ثابت ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان الحسنین
ہما ریحاتی من الدنیا بغض روايات میں ہے
ریحانتای من الدنیا.

﴿ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۰﴾

﴿بخاری شریف جلد اول ص ۵۳۰﴾

﴿مسند احمد حدیث ج ۲ ص ۵۵۷﴾

﴿البدایۃ والنہایۃ جلد ہشتم ص ۲۰۵﴾

﴿مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۲۱﴾

﴿نور الابصار ص ۱۴۰﴾

مندرجہ بالا روایت سینکڑوں کتب احادیث و سیر میں موجود ہے جو

مکہ بخاری ان لوگوں کے لئے مسلمہ کتاب ہے اس لئے زیادہ حوالہ جات

درج نہیں کئے گئے دیکھنا تو یہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس مقدس ہستی کو اپنا پھول کہیں اس کو پامال کرنے والوں اور انکے وکلا و جواریں کا حشر کیا ہوگا؟

جن کے دامن یزیدیت کے کانٹے سجے ہوئے ہیں وہ قیامت کے دن رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کس منہ سے جا کر طالب شفاعت ہونگے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گل رعنا کی دلا و یزیوں اور رعنا یوں تحریروں کے سائے پھیلانے والے ہرگز اس کے حق دار نہیں کہ انہیں مسلمان سمجھا جائے ان کو مسلمان خیال کرنا بھی تو ہین اسلام ہے۔

یہ تصوراتی دلیل نہیں کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو اذیت دینا رسول اللہ کو اذیت دینے کے مترادف ہے بلکہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کیونکہ حضور سرور کائنات کو آپ سے جس قسم کی والہانہ محبت ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو نوا سے کی خوشی سے خوشی اور غم سے غم حاصل ہو اور اس کے متعلق بیشتر شواہد کتب احادیث و سیر میں موجود ہیں

چنانچہ حضرت زید بن ابی زیادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المؤمنین عاکثہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارک سے نکلے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک سے گزرنے لگے تو آپ نے امام حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی تو آپ

نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اس کے رونے سے تکلیف ہوتی ہے۔

عن زید بن ابہ زیادۃ قال خرج رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم من بیت عائشۃ فمر علی
بیت فاطمۃ فسمع حسینا یبکی فقال الم
تعلمی ان بکاؤہ یو ذینی

﴿نور البصار ص ۱۳۹﴾

بہر حال یہ ایک فیصلہ شدہ امر ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی چلتی پھرتی محبت کا نام حسن اور امام حسین علیہما السلام ہیں اور محبت
رسول سے محبت کرنا عین ایمان اور محبت رسول سے بغض صریح منافقت سے
حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرما رکھا ہے کہ جس نے ہمارے
رنے عزت کو ستایا اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہوگا۔

متن یہ ہے۔

استتد غضب اللہ علی من اذانی فی عترتی

ذوق جبریل

امام عالی مقام علیہ السلام بچپن میں اپنے برادر مکرم امام حسن علیہ
السلام کے ساتھ اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کشتی کر رہے
تھے تو حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام حسن کو مخاطب کے کے
فرمایا حسن پکڑ لو جناب فاطمہ الزہراء نے عرض کی یا رسول آپ چھوٹے کے
مقابلہ میں بڑے کی حق صلہ افراہی کرتے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا بیٹی حسین علیہ السلام کو جبریل کہہ رہے ہیں کہ
حسین علیہ السلام کو پکڑ لو چنانچہ کتب احادیث میں یہ روئے اس طرح مرقوم

ہے۔

اصرح احسن والحسين بين يدي رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم فقال رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم ايها حسن فقالت
فاطمة يا رسول الله تستنهض الكبير على
الصغير فقال صلى الله عليه وآله وسلم هذا
جبريل يقول ايها خذا الحسن.

اے بعض روایوت میں یہ لفظ ہی حسن بھی آیا ہے

﴿الاصابه تميز الصحابه، از ابن حجر عسقلانی

نی جلد اول ص ۲۳۱﴾

﴿شواهد النبوة ص ۲۰۴﴾

﴿نزہة المجالس جلد دوم ص ۲۲۲﴾

﴿نور الابصار ص ۱۳۹﴾

﴿خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۲۶۵﴾

﴿اشرف المؤبد ص ۴۳﴾

یہ اعزاز عظیم

قرۃ العین بتول اور سبطین رسول جناب حسین کریم کی بچپن میں

اس کشتی کے پس منظر اور پیش منظر کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو دونوں

شہزادوں کی شان و عظمت کا جو اس واقعہ سے ظہور ہوتا ہے اس کا لگا کا سا عکس یہ ہے کہ خداوند قدوس جل و علی کو ان کی مقدس حیات طیّہ سے ایک خاص رگہ اور گہرا شغف تکھا۔ ورنہ کشتیاں تو اس عالم انسانیت میں کروڑوں بچوں نے کھیلی ہوتی مگر ایسا شاید ہی کوئی برگزیدہ اور توجہاے الیہہ کا مورد بنا ہو جس کے کھیل کود میں دلچسپی لینے کے لئے جبریل علیہ السلام کو بھیجا گیا ہو اور ایک بھائی کو شہنشاہ کون و نکان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشتی لڑاتے ہوں اور دوسرے کو رسول الملائکہ اور مقام سدرہ کے مکین حضرت جبریل امین علیہ السلام زور ید الہی کے جوہر دکھانے پر ابھارے ہوں

بہر حال سیدنا امام حسین علیہ السلام کی تربیت کا ہر دور منشاء ایزدی کے عین مطابق اور آپ کا فعل عین رضائے الہی کے بالغ اور آپ کا ہر قول تراں مصطفیٰ علیہ السلام کا عکس جمے ہے امام حسین علیہ السلام کے اقوال و افعال پر تہمت و جرم براہ راست ارادہ خداوندی کی تکذیب اور ذوق مصطفائی و مرتضائی کی توہین کرنے کے مترادف ہے۔

قطعاً طور پر صحت مندر روایات کے مطابق امام حسین علیہ السلام کے شرف و افضلیت پر اس قدر جواز موجود ہے کہ اس کو حطیہ تحریر لانے کے لئے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے اس لئے فی الحال ان چند روایات کو درج کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے ایک مسلمہ اصول کے مطابق چند ایسی روایات ہدیہ قارئین کرتے ہیں جن کی روشنی میں معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں

کے لئے پیروی حسین علیہ السلام کرنا ضروری ہے یا ان کے مقدس افعال و اقوال پر غیر مسلموں کی طرح جرم کرنا راہ صواب ہے۔

تعین اہل بیت

ہم اس بحث میں نہیں الجھیں گے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت میں کون کون لوگ شامل ہیں اس لئے کہ یہ فیصلہ شدہ امر ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں سے ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ آپ نے اولاد عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے اہل بیت کے لقب سے ملقب فرمایا۔ اور یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ آپ نے حضرت اسامہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کو بھی اہل بیت میں شامل فرمالینے کا ارشاد فرمایا۔

محدثین کرام اہل بیت میں شامل ہونے والی تمام مقتدر ہستیوں کے متعلق قطعی وضاحت کر رکھی ہے کہ علماء در تطبیق اس اقوال و توجیہ اس اطلاق گفتہ اندر کہ بیت سے است بیت نسب و بیت سکنی و بیت ولادت ازواج مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل سکنی اند و اطلاق اہل بیت بر زنان مردان خص و اعرف است بحسب عرف و عارف و اولاد شریف آنحضرت اہلبیت و ولادت اند و بیت نسب پس بنو ہاشم اولاد عبدالمطلب اہل بیت پیغمبر است از جہت نسب و اولاد۔ ﴿اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۶۸۱﴾

اس عبارت سے صاف طور پر واضح ہے کہ نسلی اہل بیت صرف آپ کی اولاد پاک ہے ویسے بھی یہ ایک اصولی بات ہے جس سے انکار کا کافی جواز نہیں۔

اہل بیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں مقدس صاحبزادیاں جناب سیدہ زینب جناب سیدہ رقیہ جناب سیدہ ام کلثوم جناب فاطمہ الزہراء صلوٰۃ اللہ علیہن اور تینوں صاحبزادے جناب سیدنا طیب جناب سیدنا طاہر جناب سیدنا ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین اور ان کی تمام اولاد پاک شامل ہے اور ان میں ہی جناب فاطمہ الزہراء تمام اولاد جناب امام حسن و حسین کریمین جناب زینب ام کلثوم اور رقیہ اور ان کی اولاد بھی بلاشبہ اسی زمرہ مقدس میں شامل ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام

یہ بھی اہل بیت ہیں

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عام طور پر نسلی اہل بیت میں جناب سیدہ فاطمہ الزہراء ان کے شوہر اور ان کی اولاد ہی کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے۔ چونکہ ان افراد اربعہ سے مسلمانوں کے ایک طبقہ کو گہری عقیدت ہے اس لئے ان چاروں کی اہلیت میں جو روایات کتب احادیث میں شامل ہیں وہ خوارج و نواصب کے نزدیک نہ صرف یہ کہ محل نظر ہیں بلکہ یہ عقیدت مند طبقہ کی اپنی ایجاد ہے۔

چانچہ ابن تیمیہ اور اس کے ہمفواؤں نے ایک فارمولہ تیار رکھا ہے کہ خود مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر استدلال قائم کرو اور خود ہی ان تمام روایات کو وضعی اور من گھڑت قرار دے دو۔

حالانکہ ان کا یہ مکروہ فارمولہ محدثین کی پوری جماعت نے انصاف و دیانت کے خلاف قرار دیا ہے کیونکہ یہ محض تصوراتی مفروضہ ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں اور خوارج کے اس مفروضہ کے برعکس جو ناقابل تردید حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ امہات المؤمنین میں صرف دو ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلسلہ اولاد چلا ایک کا اسم گرامی جناب سیدہ خدیجہ الکبریٰ ہے اور دوسری کا جناب سیدہ ماریہ قبطیہ مکر الذکرام المؤمنین سے صرف ایک صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ متولد ہوئے اور اٹھارہ یا سولہ مہینے کی عمر مبارک میں ہی وصال فرما گئے۔

اپنے اس صاحبزادہ مکرم کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ہاتھوں پر اٹھا کر آنسو بہاتے رہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ میرا بیٹا زندہ رہتا تو ہم اس کی والدہ کے تمام خاندان والوں کا جزیہ معاف فرما دیا دیتے اور پھر فرمایا کہ میرے اس بیٹے کو عام شیر خوارگی ہی میں جنت الفردوس میں بلا لیا گیا ہے اب اس سے دودھ پلانے اور دایہ کے فرائض جنت کی حوریں انجام دیں گی۔

کیوں اور کیسے

قارئین اس واقعہ سے جان گئے ہونگے کہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مقدس اولاد سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔

بہر حال اس مقدس شہزادے کے علاوہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد پاک ام لائو متین سیدہ خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے لطن مبارک سے تھی اور اس اولاد پاک میں سے جناب قاسم و عبد اللہ جن کا لقب مبارک طیب و طاہر رضی اللہ عنہما سے بچپن ہی میں راہی جنت الفردوس ہو گئے۔

اور پھر اسلام کے ابتدائی دور ہی میں جناب سیدہ رقیہ جناب سیدہ

ام کلثوم اور جناب سیدہ زینب سلام اللہ عنہن بالترتیب رمضان المبارک

۲ھ شعبان ۹ھ اور مؤخر الذکر ۸ھ کو وصال فرما کر ساکن

جنت الفردوس ہو گئیں جناب سیدہ امامہ بنت زینب سلام اللہ علیہا آپ کے

وصال کے بعد حیات تھیں اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عقد مبارک

میں آئیں ان کے لطن مبارک سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں مگر جلد ہی اللہ

کو پیاری ہو گئیں بلاشبہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امامہ

رضی اللہ عنہما سے بے حد شفقت فرماتے تھے اور ان کو آپ نے جناب سیدہ

زینب سلام اللہ علیہا کا وہ ہور جو انہیں حضرت خدیجہ الکبریٰ نے جہیز میں دیا

تخت شفق اور بڑی محبت سے عطا فرمایا۔

یہ سب کچھ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی تمام تر اولاد سے والہانہ محبت تھی اور ہر فرد اہل بیت پر کمال شفقت فرماتے دتھے بلکہ اپنی اولاد سے محبت کرنا حضور سرور دو عالم کی سنت مبارکہ ہے اور یہ جذبہ محبت اولاد ہی تھا جس کی وجہ سے تاجدار مدینہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ فاطمہ الزہرا جناب حسین کریمین اور جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہم اجمعین سے خصوصی محبت فرماتے تھے اگرچہ واقعات طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اولاد کے طور پر آپ کی اہل بیت میں شامل نہیں ہو سکتے تھے مگر اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ محبت اولاد کی تکمیل کا ذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی تھے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام انبیاء کی اولاد ان کی پشتوں سے چلی مگر میری اولاد پشت علی سے چلی گی۔

نسل قائم رہنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم ترین خواہش بھی تھی اور کفار مکہ کے آپ کو نسل کٹے یعنی اتر کہنے کے طعنوں کا جواب بھی یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے مخصوص اختیارات و تصرفات کے پیش نظر جناب علی مرتضیٰ کو بھی اپنے نسبی اہل بیت میں شامل فرمایا اگرچہ اولاد عبدالمطلب ہونے کی وجہ سے آپ پہلے بھی اہل بیت رسول کے ہی ایک فرد تھے مگر یہ اعزاز قطعی طور پر حضور سرور دو عالم کا خاصہ ہے جیسے دوسری قسم کے اہل

بیت میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو شامل فرمایا۔

تیری تو صیف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی جو تصویر قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ کی صورت میں نقاش ازل نے کھینچ رکھی ہے اس کا ابھی خاکہ ہی قارئین کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور ابھی خارجیوں کے متعدد اعتراضات کے جوابات بھی تشریح تکمیل ہیں مگر کتاب کی ضخامت پوری ہو گئی لہذا دیگر تمام مضامین سے روشناسی کے لئے آپ کی شہید ابن شہید حصہ سوم کا انتظار کرنا پڑے گا انشاء اللہ العزیز پوری کوشش کی جائے گی کہ یہ صحیفہ نور جلد ہی صبح ہو جائے، صائمِ چشتی،

استاذ العالم شیخ الفضل
 حضرت مفتی محمد امجد علی صاحب مدنی
 جمل اللہ اعزاء خدایان اولادہ

مکمل 3 جلدیں

قیمت فی جلد

صحیح بخاری

حجرت بیکر کے قلم سے صحیح بخاری کا ردال ہشتہ باجاوردہ اور ششہ ترجمہ خوبصورت کتابت عمدہ طبع

تصنیف
 امیر المسلمین فی ایش
 امام ابو یوسف بن جان النخعی

مکمل 3 جلدیں

ترجمہ
 ابوالعلاء محمد بن عبد بن ہانگیر

صحیح مسلم شریف

ایک نئی سنی نوعیت کی نئی مصلحت سے ہم نے محمد امجد علی صاحب مدنی کے لئے
 واحد مندرجہ شرح دروازے اور دیگر کو طاقت پر لڑنے والا ہے

فتوح ہماچلی

جمال اللہ

قیمت فی جلد 330 روپے

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی تقریباً 300 تصانیف سے خود
 (3663) احادیث و آثار اور (555) افادات رضویہ پر مشتمل علوم و معارف کا گنج گرانمایہ

مولانا محمد حنیف خان بریلوی
 صدر الدارین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

مکمل 10 جلدیں

جامع الاحادیث

سنن دارمی



- جو احادیث نبویہ کا تیسرا اور ستمند ذخیرہ ہے
- جو صحابہ کرام کے فتاویٰ کا اہم ماخذ ہے
- جو تابعین و تبع تابعین کی آراء سے مزین ہے
- جو امام دارمی کی زندگی بھر کی ریاضت کا پتہ ہے

امام دارمی

- جو امام مسلم، ترمذی، ابو داؤد اور نسائی کے استاد ہیں
- جن کی وفات پر امام بخاری بہت روئے تھے
- جنہیں ابن حبان نے حفاظ متفقین میں سے ایک قرار دیا ہے
- جنہیں ذہبی نے رکن من ارکان الدین لکن خراج صحیحین میں لکھا ہے

دارمی شریف مترجم

- جس کا ترجمہ آسان، عام فہم، رواں اور سلیس ہے
- جس میں ۲۰ دیگر کتب حدیث کے حوالے سے تخریج شامل ہے
- جس کے آخر میں ”رواۃ حدیث“ کی مکمل فہرست موجود ہے
- جو باطنی انوار و معارف کے بہارہ ظاہری دکھائی دے گی آراستہ ہے



زمینہ مندر ۲۰، راولپنڈی بازار لاہور
فون: 042-7246006

شیر برادرز

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
version

لیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

www.ziaaraat.com

SABEEL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

NOT FOR COMMERCIAL USE